رسول اللہ ﷺ کے خانگی اور معاشی نظام کی ایک جھلک اور

خواتین اسلام کے نام

دس نصیحتیں

صفائی و پاکیزگی نصف ایمان

محبت و فرمانبرداری ہر چیز پر مقدم

رشتے داروں کے حقوق

پڑوسیوں کے حقوق

مہمانوں کا اکرام

حسن اخلاق

صبر و شکر

بچوں کی تعلیم و تربیت پر توجہ

مزاج اور معمولات کا خیال

نظام الاوقات

تالیف
فاروق احمد

مکتبہ اسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یامادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یادیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خانگی اور معاشی نظام کی ایک جھلک

اور

خواتین اسلام کے نام

محبت و فرمانبرداری ہر چیز پر مقدم

رشتے داروں کے حقوق

صفائی و پاکیزگی نصف ایمان

پڑوسیوں کے حقوق

دس نصیحتیں

نظام الاوقات

مہمانوں کا اکرام

مزاج اور معمولات کا خیال

حسن اخلاق

بچوں کی تعلیم و تربیت پر توجہ

صبر و شکر

تالیف

فاروق احمد

مکتبہ اسلامیہ

کتاب

خواتین کیلئے دس نصیحتیں

تالیف

فاروق احمد

ناشر ---------------- محمد سرور عاصم

اشاعت ---------------- 2015ء

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

لاہور: ہادیہ حلیمہ سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37244973 - 37232369

فیصل آباد: بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
041-2631204 - 2641204

/maktabaislamia1
www.maktabaislamiapk.com
maktabaislamiapk@gmail.com

فہرست

انتساب

سیدنا لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے اپنے ایک وفد کی روداد بیان کر کے ہمیں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے خانگی اور معاشی نظام کی ایک جھلک دکھائی اور اپنی خانگی مشکل کا حل پوچھ کر بارگاہِ رسالت سے رہنمائی حاصل کی اور حدیث بیان کر کے ہمیں بھی وہ رہنمائی پہنچائی جس کے ہم بھی ضرورت مند تھے۔ اے لقیط بن صبرہ! آپ پر اللہ کی کروڑ ہا رحمتیں نازل ہوں۔

عرضِ ناشر

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الأمین،

أما بعد:

کتاب ''دس نصیحتیں'' اپنے موضوع پر اس اعتبار سے ایک منفرد کاوش ہے کہ ایک ہی حدیث نبوی کو اساس قرار دے کر، اس سے استدلالات کے ذریعے سے مختلف عنوان قائم کیے گئے ہیں اور ہر عنوان کو قرآن وحدیث کے دلائل سے مزید آراستہ کیا گیا ہے۔ فاضل مصنف نے زیادہ تر ان مسائل کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے جنہیں دورِ حاضر میں اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں سیرت النبی ﷺ کے درخشاں پہلو بھی ہیں اور ایمانیات کی جھلک بھی ہے۔ حسنِ عبادت کا تذکرہ بھی ہے اور اخلاقیات ومعاملات پر ایمان افروز مباحث بھی ہیں، غیر اسلامی رسومات کی تردید اور تعمیر سیرت وکردار کی تاکید بھی ہے۔

الغرض یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود جامعیت ونافعیت میں بے نظیر ہے۔

صاحبِ کتاب محترم جناب فاروق احمد صاحب کتاب دوست ہیں اور ان کے قلم سے اس سے پہلے بھی کئی اہم موضوعات پر سیر حاصل مباحث منظر عام پر آ چکے ہیں۔ اللھم زد فزد

امید واثق ہے کہ موصوف کی اس کتاب کو بھی عوام وخواص میں پذیرائی ملے گی اور شرفِ قبولیت حاصل ہوگا۔ ان شاء اللہ

دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس کتاب کو مؤلف اور ناشر کی نجات کا ذریعہ بنائے اور لوگوں کے لیے اسے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

محمد سرور عاصم

باب اول

نبی ﷺ کے خانگی نظام اور ذریعہ معاش کی ایک جھلک

آپ ﷺ کا خانگی نظام کیسا تھا؟ اور ذریعہ معاش کیا تھا؟ یہ دو الگ الگ موضوعات ہیں اور ان پر دو الگ کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ اس وقت ہمارا یہ موضوع نہیں بلکہ ایک حدیث کی روشنی میں آپ ﷺ کے خانگی نظام، اور ذریعہ معاش کی ایک جھلک دکھانا مقصود ہے۔ جس کو اسوہ حسنہ کا درجہ حاصل ہے۔ آیئے قارئین اس حدیث کو غور سے پڑھیے اور اس سے مستنبط ہونے والے مسائل کا ادراک کیجیے اور پھر موازنہ کیجیے کہ کیا ہمارا خانگی نظام ویسا ہے جیسا آپ ﷺ کا تھا یا کیا ہم اپنا خانگی نظام اس نہج پر ترتیب دے سکتے ہیں؟ جیسا آپ ﷺ کے گھر کا تھا یا کیا ہم اپنا معاشی نظام اس نہج پر ترتیب دے سکتے ہیں؟ جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ یہ حدیث دیکھنے کو تو ایک حدیث ہے لیکن یہ حدیث ہمارے ہزار مسائل کا حل بھی ہے۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

حدیث لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ

عَنْ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ قَالَ: كُنْتُ وَافِدَ بَنِي الْمُنْتَفِقِ اَوْ فِيْ وَفْدِ بَنِي الْمُنْتَفِقِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ نُصَادِفْهُ فِيْ مَنْزِلِهٖ، وَصَادَفْنَا عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ قَالَ: فَاَمَرَتْ لَنَا بِخَزِيْرَةٍ فَصُنِعَتْ لَنَا۔ قَالَ: وَاُتِيْنَا بِقِنَاعٍ وَلَمْ يَقُلْ قُتَيْبَةُ الْقِنَاعَ۔ وَالْقِنَاعُ۔ الطَّبَقُ فِيْهِ تَمْرٌ۔ ثُمَّ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ: "هَلْ اَصَبْتُمْ شَيْئًا" اَوْ "اُمِرَ لَكُمْ بِشَيْءٍ؟" قَالَ: قُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ فَبَيْنَا نَحْنُ مَعَ

رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ جُلُوْسٌ۔ (اِذْ) دَفَعَ الرَّاعِیْ غَنَمَہٗ اِلَی الْمُرَاحِ وَمَعَہٗ سَخْلَۃٌ تَیْعِرُ ۔فَقَالَ: ''مَا وَلَّدْتَ یَا فُلَانُ؟ قَالَ: بَھْمَۃً، قَالَ ''فَاذْبَحْ لَنَا مَکَانَھَا شَاۃً''، ثُمَّ قَالَ: ''لَا تَحْسِبَنَّ'' وَلَمْ یَقُلْ لَا تَحْسَبَنَّ۔ اَنَّا مِنْ اَجَلِكَ ذَبَحْنَاھَا لَنَا غَنَمٌ مِائَۃٌ لَا نُرِیْدُ اَنْ تَزِیْدَ، فَاِذَا وَلَّدَ الرَّاعِیْ بَھْمَۃً ذَبَحْنَا مَکَانَھَا شَاۃً''، قَالَ: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! اِنَّ لِیْ امْرَاَۃً وَاِنَّ فِیْ لِسَانِھَا شَیْئًا یَعْنِی الْبَذَاءَ قَالَ: ''فَطَلِّقْھَا اِذًا۔'' قَالَ: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَنَّ لَھَا صُحْبَۃٌ وَلِیْ مِنْھَا وَلَدٌ۔ قَالَ۔ ''فَمُرْھَا'' یَقُوْلُ عِظْھَا ''فَاِنْ یَكُ فِیْھَا خَیْرٌ فَسَتَفْعَلُ، وَلَا تَضْرِبْ ظَعِیْنَتَكَ کَضَرْبِكَ اُمَیَّتَكَ'' فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْوُضُوْءِ۔ قَالَ اَسْبِغِ الْوُضُوْءَ وَ خَلِّلْ بَیْنَ الْاَصَابِعِ وَبَالِغْ فِی الْاَسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ صَائِمًا'' [1]

''حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قبیلہ مُنْتَفِق کا جو وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تھا، میں اس کا سردار تھا یا ایک فرد۔ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو ہم نے آپ ﷺ کو گھر نہ پایا۔ ہم نے حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کو پایا۔ انہوں نے ہمارے لیے ''خزیرہ'' بنانے کا حکم دیا اور وہ ہمارے لیے بنا دیا گیا۔ پھر ہمارے سامنے ایک کھجوروں سے بھرا تھال لایا گیا۔ قتیبہ نے لفظ ''قناع'' نہیں بولا۔ اور قناع ایسے طبق کو کہتے ہیں جس میں کھجوریں ہوں۔ پھر رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے اور دریافت فرمایا: ''کیا تمہیں کچھ ملا ہے یا تمہارے لیے کچھ کہا گیا ہے؟'' ہم نے عرض کیا: ہاں اے اللہ کے رسول (ﷺ!) (ہم نے خزیرہ

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، بابٌ فی الاستنثار: ۱۴۲؛ سنن ابن ماجہ، ابواب الطھارۃ وسننھا، باب تخلیل الاصابع: ۴۴۸؛ سنن نسائی: ۱۱۴؛ جامع الترمذی: ۷۸۸؛ ابن خزیمہ وصححہ: ۱۵۰، ۱۶۸؛ ابن حبان(موارد): ۱۵۹ والحاکم: ۱/ ۱۴۷، ۱۴۸ ووافقہ الذھبی۔

کھالیا ہے) اس اثنا میں جبکہ ہم آپ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، چرواہے نے رسول اللہ ﷺ کی بکریاں باڑے میں داخل کیں اور اس کے پاس بکری کا ایک بچہ بھی تھا جو ممیا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''ارے کیا جنوایا ہے؟'' اس نے کہا ایک بچہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اب ہمارے لیے اس کے بدلے ایک بکری ذبح کر دو۔'' پھر (آپ ﷺ نے ہم سے) فرمایا: ''یہ نہ سمجھنا کہ ہم تمہاری خاطر اسے ذبح کر رہے ہیں۔ (جناب لقیط کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں لفظ (تَحْسِبَنَّ) سین کے کسرہ یعنی زیر کے ساتھ ادا فرمایا، فتحہ یعنی زبر کے ساتھ نہیں) (دراصل) ہماری سو بکریاں ہیں، ہم نہیں چاہتے کہ اس سے بڑھ جائیں۔ تو یہ چرواہا جب بھی کسی بکری کے بچہ جننے کی خبر لاتا ہے تو ہم اس کے بدلے ایک بکری ذبح کر لیتے ہیں۔'' لقیط کہتے ہیں کہ (اس موقع پر) میں نے کہا: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) میری بیوی ہے اور اس کی زبان میں کچھ ہے۔ یعنی زبان دراز اور بدگو ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے طلاق دے دو۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) اس کا میرے ساتھ ایک وقت گزرا ہے، اور میری اس سے اولاد بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''تو پھر اسے نصیحت کرو۔ اگر اس میں خیر ہوئی تو سمجھ جائے گی۔ اور اپنی بیوی کو ایسے مت مارنا جیسے اپنی لونڈی کو مارتے ہو۔'' پھر میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول (ﷺ!) مجھے وضو کے بارے میں ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وضو خوب کامل کیا کرو اور انگلیوں کے درمیان خلال کیا کرو اور ناک میں خوب پانی چڑھایا کرو اِلا یہ کہ روزے کی حالت میں سے ہو۔''

اس حدیث میں کئی اہم امور بیان ہوئے ہیں جس کا آپ مطالعہ کریں گے۔ محدثین نے اس کو کتاب الطہارہ وضو کے باب میں بیان کیا ہے جیسا کہ سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ کے حوالے سے ظاہر ہے۔ اس لیے ہم بھی یہاں ائمہ حدیث کے اسلوب کے مطابق سب

سے پہلے وضو کے مسئلہ کو بیان کریں گے، اور پھر حدیث کے دیگر اہم مسائل کو آپ کے سامنے لائیں گے۔

① کامل وضو اور اس کی اہمیت وضرورت

حضرت لقیط بن صَبِرہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ مجھے وضو کے بارے میں ارشاد فرمایئے، آپ ﷺ نے فرمایا:

(اَسْبِغِ الْوُضُوْءَ) ''وضو خوب کامل کیا کرو'' (وَخَلِّلْ بَيْنَ الْاَصَابِعِ) ''اور انگلیوں کے درمیان خلال کیا کرو'' (وَبَالِغْ فِي الِاسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صَائِمًا) ''اور ناک میں خوب پانی چڑھایا کرو اِلّا یہ کہ روزے سے ہو۔''

خوب کامل وضو کسے کہتے ہیں

خوب اور کامل وضو کی بہترین تفسیر وہ حدیث ہے جو حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد (شعیب) سے، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! وضو کیسے کیا جاتا ہے؟ تو آپ نے برتن میں پانی منگوایا، پھر اپنے ہاتھ دھوئے تین بار، پھر چہرہ تین بار، پھر دونوں کلائیاں دھوئیں تین بار، پھر سر کا مسح کیا اور اپنی شہادت کی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالیں اور انگوٹھوں سے کانوں کے اوپر کا مسح کیا اور شہادت کی انگلیوں سے ان کے اندر کا، پھر اپنے پاؤں دھوئے تین تین بار......'' ❶

وضو اور اس کے مسائل کی تفصیلات تو کتب احادیث میں دیکھی جائیں البتہ یہاں یہ جان لینا ضروری ہے کہ وضو کی اسلام میں اتنی اہمیت ہے کہ صحیح ابن حبان کی حدیثِ جبرائیل میں ''وضو کو اسلام میں شمار کیا گیا ہے۔'' ❷

اور آپ ﷺ کو وضو کی تعلیم حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دی اور مسلمانوں کو آپ ﷺ

---

❶ سنن ابی داود: ١٣٥؛ سنن نسائی، کتاب الطھارۃ: ١٤٠؛ سنن ابن ماجه: ٤٢٢ وصححه ابن خزیمه: ١٧٤۔

❷ صحیح ابن حبان جلد اول حدیث جبریل علیه السلام۔

نے بالفعل وضو کر کے دکھایا جیسا کہ درج بالا حدیث سے واضح ہے اور خلفائے راشدین حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کو عملاً وضو کر کے دکھاتے اور کہتے تھے کہ یہ ہے نبی ﷺ کا وضو۔" [1]

نماز کے لیے وضو شرط ہے کیونکہ وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔" [2]

قرآن مجید میں وضو کا حکم

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ ۚ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ ﴾ [3]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھو لو، سروں پر ہاتھ پھیر لو، اور پاؤں ٹخنوں تک دھو لیا کرو۔ اگر جنابت کی حالت میں ہو تو نہا کر پاک ہو جاؤ۔ اگر بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو، اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو، پس اس پر ہاتھ مار کر اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے۔ مگر وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور تاکہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے۔ تاکہ تم شکر کرو۔"

وضو کے لیے ضروری ہے کہ وضو کرنے والا سب سے پہلے اپنی حوائج ضروریہ (یعنی پیشاب، پاخانہ) سے فارغ ہو کر وضو کرے۔" [4]

---

[1] سنن ابی داود: ۱۰۶ تا ۱۱۷۔ [2] سنن ابی داود: ۵۹ تا ۶۱۔
[3] ۵/المائدۃ: ۶۔ [4] سنن ابی داود: ۸۸ تا ۹۱۔

نیز وضو شروع کرنے سے پہلے وضو کی نیت کرنا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم سے اس کا آغاز کرنا چاہیے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا وَضُوْءَ لَهُ، وَلَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ)) ❶

"جس شخص کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں اور جو شخص وضو کے شروع میں اللہ کا نام نہ لے (بسم اللہ الرحمن الرحیم) اس کا وضو نہیں۔"

پس وضو کے لیے نیت نہایت ضروری ہے اور وضو کے آغاز میں بسم اللہ کے الفاظ کہنا بھی ضروری ہیں اور یہی حکم غسلِ جنابت کا بھی ہے۔ زیر مطالعہ حدیث میں انگلیوں کے درمیاں خلال اور ناک میں خوب پانی چڑھانے کا حکم خصوصیت کے ساتھ دیا گیا ہے الا یہ کہ وضو کرنے والا روزہ کی حالت میں ہو۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ کوئی وضو کا حصہ خشک نہ رہ جائے اور ناک اچھی طرح صاف ہو جائے۔ جبکہ ڈاڑھی کے خلال کا حکم بھی یہی ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈاڑھی میں تین بار خلال کرنا ثابت ہے۔ ❷

خوب کامل وضو کرنے کی تفصیل ہم نے اس لیے بیان کر دی ہے تاکہ اگر ہمارا وضو قابل اصلاح ہو تو ہم اس کی اصلاح کر لیں کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک سفر میں جو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا، آپ ہم سے پیچھے تھے۔ آپ جب ہمارے پاس تشریف لائے تو نمازِ عصر کا وقت ہو گیا تھا اور ہم وضو کر رہے تھے اور ہم نے اپنے پاؤں پر مسح کرنا شروع کر دیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا: ((أَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)) "(وضو کو اچھی طرح پورا کرو) ہلاکت ہے ایڑیوں کے لیے جہنم کی آگ سے۔" یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمایا۔" ❸

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وضو اچھی طرح مکمل

❶ سنن ابی داود: ۱۰۱، ۱۰۲۔ ❷ صحیح ابن حبان، کتاب الطهارة: ۳/ ۳۶۳: ۱۰۸۱؛ سنن دارقطنی: ۱/ ۸۵: ۲۸۳؛ مسند احمد: ۶/ ۲۳٤ عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔

❸ صحیح بخاری: ۱۶۳؛ صحیح مسلم: ۵۷۰ تا ۵۷۵۔

کرو بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''ہلاکت ہے ایڑیوں کے لیے جہنم کی آگ سے۔'' ❶

اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ: ''ایڑیوں اور پاؤں کے تلووں کو ہلاکت ہے جہنم کی آگ سے۔'' ❷

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے وضو کرتے ہوئے اپنے پاؤں پر ناخن کے بقدر جگہ چھوڑ دی جسے پانی نہیں پہنچا تھا، نبی اکرم ﷺ نے اسے دیکھ لیا تو فرمایا: ((اِرْجِعْ فَأَحْسِنْ وُضُوْءَكَ)) ❸ ''واپس جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو۔''

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اس نے وضو کیا اور پاؤں پر ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی (یعنی دھونے سے رہ گئی) تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ((اِرْجِعْ فَأَحْسِنْ وُضُوْئَكَ)) ''لوٹ جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو۔'' ❹

اور خالد بن معدان ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا جبکہ اس کے پاؤں میں درہم برابر جگہ خشک رہ گئی تھی، اسے پانی نہیں پہنچا تھا، تو نبی ﷺ نے اسے وضو اور نماز کے اعادے کا حکم دیا۔'' ❺

اس حدیث اور اس کی تشریح وتوضیح سے واضح ہے کہ ہر مسلمان کو وضو پورے اہتمام اور توجہ کے ساتھ اور اس کے تمام تقاضوں کو سامنے رکھ کر کرنا چاہیے تاکہ وضو میں کوئی نقص نہ رہ جائے کیونکہ نماز کے ادا ہونے کا تمام تر انحصار وضو کے درست ہونے پر ہے۔ نیز گھر میں والدین کا اور مکتب ومدرسہ اور سکول میں معلمین ومعلمات کا فرض ہے کہ طلبہ وطالبات کو ابتدا ہی میں وضو کی عملاً تربیت دیں اور ان کو وضو کے ضروری مسائل یاد کرائیں اور بوقتِ ضرورت ائمہ مساجد، خطبا، محدثینِ کرام اور لیکچرار، پروفیسرز اور پرنسپلز حضرات بھی سنتِ نبوی کو سامنے

---

❶ صحیح مسلم: ٥٦٦۔ ❷ سنن بیهقی: ١/ ١٧٠ والمستدرك ١٦٥ للحاكم: ١/ ٢٤٣ حديث نمبر: ٥٨٠۔ ❸ صحيح مسلم حديث نمبر: ٥٧٦۔
❹ سنن ابى داود: ١٧٣؛ سنن ابن ماجه: ٦٦٥ وصححه ابن خزيمة: ١٦٤۔
❺ سنن ابى داود: ١٧٥ ومسند احمد: ٣/ ٤٢٤۔

رکھتے ہوئے حاضرین کو عملاً وضو کر کے دکھائیں اور ان کی دینی تربیت کا فریضہ انجام دیں۔

② حصولِ علم کے لیے وفود کا اہتمام

زیرِ مطالعہ حدیث کے متن یا ترجمہ کو بغور پڑھیں تو آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ قبیلۂ بنی منتفق کا ایک وفد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا جس کے قائد یا ایک ممبر حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ تھے یہ وفد فتح مکہ کے بعد نو یا دس ہجری کو مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا تھا۔ اور ایسے کئی چھوٹے بڑے وفود آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے بالخصوص 9 اور 10 ہجری عام الوفود کے سال ہیں۔ یہ وفود اپنے قبیلے، قوم اور علاقے کے عوام کے نمائندہ ہوتے تھے جو مسلمان ہونے کے بعد یا مسلمان ہونے کے لیے خدمتِ نبوی میں حاضر ہوتے اور اسلامی ریاست کے مرکز مدینہ منورہ میں رہ کر تعلیم حاصل کرتے اور پھر اپنے علاقوں میں واپس جا کر اپنے اپنے قبیلوں کو وہ تعلیم منتقل کرتے اور انہیں باشعور مسلمان بناتے۔ یہی حکم آج بھی مسلمانوں کے لیے ہے جو قرآن مجید میں بایں الفاظ موجود ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۠ ﴾ [1]

”اور یہ کچھ ضروری نہ تھا کہ اہل ایمان سارے کے سارے ہی نکل کھڑے ہوتے، مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصے میں سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے، تاکہ وہ (غیر مسلمانہ روش سے) پرہیز کرتے۔“

لہٰذا مسلمانوں بالخصوص ان پڑھ مسلمانوں اور دنیا میں نومسلموں کے لیے کہ جہاں دینی تعلیم کی سہولت موجود نہ ہو یا نہ ہونے کے برابر ہو۔ ضروری ہے کہ وہ مراکزِ اسلامیہ کی طرف انفرادی طور پر بھی اور وفود کی شکل میں اجتماعی طور پر بھی قرآن وسنت کی تعلیم کے حصول کے لیے رجوع کریں اور خود زیورِ تعلیم سے آراستہ ہو کر اپنے اپنے علاقوں میں نورِ اسلام

---

[1] ۹/التوبہ: ۱۲۲۔

کو پھیلائیں اور عام مسلمانوں کی صحیح اصولوں پر اسلامی تعلیمات کے مطابق تربیت کریں۔ اسی طرح اپنی اولاد اور زیرِ دست لوگوں کو بھی اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص علم (دین) کی تلاش کے راستے پر چلے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔'' [1]

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ اس آدمی کو تروتازہ رکھے جو ہم سے کوئی بات سنے، پھر اسے اسی طرح دوسروں تک پہنچا دے جس طرح اس نے سنا، اس لیے کہ بہت سے ایسے لوگ، جن کو بات پہنچائی جائے، سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔'' [2]

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ فرماتے تھے: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم اور شاداب رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی پھر اسے حفظ کیا اور یاد رکھا تاکہ اسے پہنچائے، بہت سے علم وفقہ کے حامل اپنے سے بڑھ کر زیادہ دانا اور فقیہ لوگوں کو پہنچاتے ہیں، اور بہت سے علم وفقہ کے حامل ایسے ہوتے ہیں جو درحقیقت دانا اور فقیہ نہیں ہوتے۔'' [3]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم (مجھ سے) سنتے ہو اور تم سے سنا جائے گا اور پھر جو تم سے سنے گا اس سے سنا جائے گا۔'' [4]

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عابد پر عالم کی فضیلت ایسے ہی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ایک ادنیٰ آدمی پر۔ پھر رسول اللہ ﷺ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء: ٦٨٥٣ وسنن ابی داود: ٤٩٤٦؛ سنن ابن ماجہ: ٢٢٢٥۔ [2] جامع الترمذی، ابواب العلم: ٢٦٥٧ وصححہ ابن حبان (موارد): ٧٤۔٧٦۔ [3] سنن ابی داود، کتاب العلم: ٣٦٦٠ وجامع الترمذی: ٢٦٥٦ وصححہ ابن حبان: ٧٢، ٧٣۔ [4] مسند احمد: ١/ ٣٢١ وصححہ ابن حبان: ٧٧ والحاکم علی شرط الشیخین: ١/ ٩٥، ووافقہ الذہبی۔

نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور آسمان وزمین کی مخلوق، حتیٰ کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلی تک (پانی میں)، لوگوں کو بھلائی سکھلانے والوں پر (اپنے اپنے انداز میں) رحمت بھیجتی اور دعائیں کرتی ہیں۔'' ❶

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رشک کے قابل صرف دو آدمی ہیں۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے مال دیا، پھر اسے حق (کی راہ) میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دی اور دوسرا وہ آدمی، جس کو اللہ نے دانائی سے نوازا، پس وہ اس کے ساتھ (لوگوں کے معاملات کے) فیصلے کرتا اور دوسروں کو بھی سکھاتا ہے۔'' ❷

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص علم کی جستجو میں نکلتا ہے تو وہ لوٹنے تک اللہ کی راہ میں (شمار) ہوگا۔'' ❸

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، مگر تین چیزوں کا ثواب اسے ملتا رہتا ہے، ایک صدقہ جاریہ (دوسرے) یا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے (تیسرے) یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعائے خیر کرتی رہے۔'' ❹

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میراث اور قرآن کا علم حاصل کرو اور لوگوں کو اس کی تعلیم دو بلاشبہ میں فوت ہونے والا ہوں۔'' ❺

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس علم کی مثال جس سے فائدہ حاصل نہیں کیا جاتا اس خزانے کی مانند ہے جس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کیا جاتا۔'' ❻

---

❶ جامع الترمذی: ۲۶۸۵۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب العلم: ۷۳ وصحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ المسافرین: ۸۱۶۔ ❸ جامع الترمذی: ۲۶۴۷۔
❹ صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ: ۴۲۲۳ وجامع الترمذی: ۱۳۷۶ وسنن نسائی: ۳۶۵۳۔ ❺ جامع الترمذی، کتاب الفرائض: ۲۰۹۱۔
❻ مسند احمد وسنن دارمی بحوالہ مشکوۃ: ۲۸۰۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح کانیں ہیں، جو لوگ (دور) جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ ان میں فقاہت ہو۔'' ❶

علمِ دین حاصل کیجیے علم حاصل کرنا فرض ہے

ہر مسلمان پر علمِ دین حاصل کرنا فرض ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا جوان اس لیے کہ نبی ﷺ کے مندرجہ بالا ارشادات کا یہی تقاضا ہے، اب سوال یہ ہے کہ یہ علم کیسے حاصل کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دورِ حاضر میں علمِ دین کا حاصل کرنا کوئی مشکل کام نہیں، قرآنِ مجید کے لفظی تراجم موجود ہیں، تفاسیر موجود ہیں لغات موجود ہیں بعینہٖ اسی طرح حدیث کے تراجم اور شروحات کثرت سے موجود ہیں صرف انتخاب کرنے اور انہیں توجہ سے پڑھنے، اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی مشکل پیش آئے تو قریبی علما سے رابطہ کر کے اس مشکل کو حل کرایا جا سکتا ہے، اور اپنی اولاد کو آغاز ہی سے اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے کا اہتمام بھی ضروری ہے۔ اسی طرح مستقل اور عارضی فہم قرآن کلاسز میں شرکت، دروسِ قرآن میں باقاعدہ حاضری دینی بھی علوم کے حصول کا بہترین ذریعہ ہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں مروی ہے جس کے یہ الفاظ نہایت غور وفکر اور عمل کے طالب ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور آپس میں درس وتدریس میں منہمک رہتے ہیں تو ان پر سکینت وطمانینت کا نزول ہوتا رہتا ہے اور رحمتِ الٰہی ان پر سایہ فگن رہتی ہے اور فرشتے ان کا احاطہ کیے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ اپنے پاس موجود فرشتوں میں کرتا ہے......۔'' ❷

اور اگر اللہ تعالیٰ کسی مسلمان مرد اور عورت کو یہ توفیق بخشے کہ وہ قرآنی علوم اور حدیث وفقہ الحدیث میں مہارت حاصل کرے تو اسے یہ کر گزرنا چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب خیر الناس: ٦٤٥٤۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الذکر: ٦٨٥٣؛ سنن ابی داود: ٤٩٤٦؛ سنن ابن ماجہ: ٢٢٥۔

روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن پاک (کے علوم وفنون اور حدیث وفقہ) میں مہارت رکھنے والا انسان، معزز لکھنے والے اطاعت گزار فرشتوں کے ساتھ ہوگا......'' [1]

③ آپ ﷺ کی عدم موجودگی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے میزبانی کا حق ادا کیا

اسلامی تاریخ کا یہ واقعہ بھی ہمارے لیے نہایت سبق آموز ہے کہ جب قبیلۂ منتفق کا یہ وفد اسلامی دارالحکومت مدینہ منورہ میں پہنچا تو اس وقت سرورِ کائنات آنحضرت ﷺ گھر پر موجود نہیں تھے، گھر سے باہر کہیں گئے ہوئے تھے۔ وفد نے جب اپنی آمد کی اطلاع دی تو آپ ﷺ کی عدم موجودگی کے باوجود صدیقۂ کائنات ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مہمانوں کی جگہ وفد کے ارکان کو بٹھوایا اور پوری سرعت کے ساتھ ان کی میزبانی کا فریضہ انجام دیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مہمانوں کے لیے ''خزیرہ'' بنوایا اور ان کے پاس بھجوایا ''خزیرہ'' کیا ہے؟ طعام کی وہ قسم ہے کہ اس میں گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے ابالے جاتے ہیں، جب وہ گل جاتا ہے تو اس پر آٹا ڈال دیتے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں لفظ عصیدہ آیا ہے جو گوشت کے بغیر پکایا جائے اسے عصیدہ کہتے ہیں یہ دونوں قسمیں اہل عرب کی محبوب غذا شمار ہوتی تھیں اور اس کے بعد ایک تھال کھجوروں کا بھجوایا جو مہمانوں نے تناول کیا۔

یہاں اگر رک کر اس میزبانی کے عمل پر غور کیا جائے تو مناسب ہوگا تاکہ ہم یہ دیکھ سکیں کہ آج اس حوالے سے ہم کہاں کھڑے ہیں؟ قائدین بھی اور ان کے اہلِ خانہ بھی اور من حیث المومن ہم مسلمان مرد وخواتین بھی۔ اس واقعہ کی روشنی میں ہم جب آئینہ دیکھتے ہیں تو شرما جاتے ہیں۔ ہاں کہیں اِکا دُکا واقعات مل جاتے ہیں مثلاً ایک شخص ایک مبلغ قرآن کے گھر پہنچا، بیل دی ملازم نکلا گھر اطلاع پہنچائی، جواب ملا وہ شہر سے باہر ہیں، مہمان نے ملازم سے رخصت چاہی تو اس نے اصرار کیا کہ آپ بیٹھیں کھانا کھا کر جائیں اتنے میں گھر

---

[1] صحيح بخاري، كتاب التفسير: ٤٩٣٧ وصحيح مسلم، كتاب المسافرين:

سے شربت تیار ہو کر آ گیا۔ شوگر کے مریض مہمان کو یہ خلوص بھرا شربت کا گلاس بہ اصرار گلی میں کھڑے کھڑے پینا پڑا۔ ایک اور واقعہ یوں پیش آیا کہ مہمان پہنچا۔ صاحبِ خانہ گھر پر نہیں تھے ایک چھوٹے سے برخوردار نے بغیر بتائے کہ ابو گھر پر نہیں پورے وقار سے ڈیرے پر بٹھایا چند منٹوں میں چائے بسکٹ سمیت جو نہایت سلیقے سے پلیٹ میں ترتیب سے رکھے ہوئے تھے لائے گئے جب مہمان نے چائے نوش کر لی تو اس ننھے نے بتایا والد صاحب اور بھائی گھر پر نہیں ہیں فرمایئے کیسے تشریف لائے تھے۔ آپ فرمایئے ایسے کتنے واقعات ملیں گے؟ تاہم انکار نہیں ضرور ایسے واقعات ملتے ہیں کہ عدم واقفیت و تعلق کے باوجود میزبانی کی جاتی ہو ایسے واقعات انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں اس کے مقابلے میں تاریک ترین پہلو یہ ہے کہ ایک قومی سطح کی قیادت کرنے والی خاتونِ اسلام کے گھر ایک دور دراز سے آنے والی خاتون نے اپنی میزبان سے کہا کہ میں آزاد کشمیر سے جب چلی تھی تو اپنے میاں سے کہا تھا کہ میں قومی اسمبلی کی ممبر فلاں خاتون کو ضرور مل کر آؤں گی، کیا اس سے ملاقات ممکن ہے؟ میزبان خاتون مہمان خاتون کو جب لے کر ان کے گھر پہنچیں تو محترمہ کمرے میں موجود تھیں۔ خادمہ کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ آپ بغیر پیشگی اطلاع آئی ہیں اس لیے آپ کو ملنے کے لیے میرے پاس وقت نہیں چنانچہ وہ دونوں خواتین ڈرائنگ روم کی محض زیارت کر کے واپس ہو گئیں۔ ایک خواتین کا وفد ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں ایک خاتون قائد کے گھر دعوتی اجتماع کے لیے وقت لینے حاضر ہوئیں۔ خادمہ نے ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا۔ موصوفہ محترمہ ٹھیک دو گھنٹے بعد تشریف لائیں اور آتے ہی بغیر سلام دعا خیر خیریت کہا کہ مجھے فرصت نہیں آپ جلدی بتائیں کیا کام ہے۔ وفد نے کہا آپ کا وقت درکار ہے...... بس یہ وفد جیسے آیا تھا ویسے واپس چلا گیا......۔"

ایسے بے شمار واقعات ہیں جن کا شمار ممکن نہیں۔ کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا میزبانی کا یہ واقعہ ہمارے لیے اصلاح کا ذریعہ بن سکتا ہے؟ اس واقعہ میں یقیناً ہمارے لیے رہنمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات کی کیسی تربیت فرمائی تھی کہ حجاب کے تمام تر تقاضوں کو سامنے رکھ کر کس سلیقے سے عمدہ انداز میں پوری سرعت کے ساتھ میزبانی کے

فرائض انجام دیے کہ اس کی یاد تا حال تازہ اور ضرب المثل ہے جس میں قرآنی تعلیمات کا ایک خوبصورت نمونہ موجود ہے کہ:

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ [1]

''مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی۔ یقیناً اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔''

④ ہادیِ اعظم ﷺ کی گھر واپسی کا ایک منظر

وفد کے ارکان ابھی دسترخوان پر ہی بیٹھے تھے کہ ''آنحضرت ﷺ زور سے قدم اٹھاتے ہوئے، آگے جھک کر چلتے ہوئے تشریف لائے۔'' [2]

اور دریافت فرمایا: ''کیا تمہیں کچھ ملا ہے یا تمہارے لیے کچھ کہا گیا ہے؟'' ہم (ارکانِ وفد) نے عرض کیا: ہاں اے اللہ کے رسول! (ﷺ) ہم نے خزیرہ اور کھجوریں کھالی ہیں) ذرا تصور فرمایئے کہ جواب سن کر آپ ﷺ اپنے اہل خانہ پر کس قدر خوش ہوئے ہوں گے کہ مہمانوں کا میری عدم موجودگی میں کتنا خیال رکھا گیا ہے جو باعث فخر بھی ہے اور باعثِ نیک نامی بھی۔ لیکن اس کے ساتھ متذکرہ بالا حدیث کے الفاظ پر غور فرمائیں تو ایک اور پہلو پر روشنی پڑتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((هَلْ اَصَبْتُمْ شَيْئًا)) ''کیا تمہیں کچھ ملا ہے۔'' یعنی آپ ﷺ کو مہمان دیکھتے ہی جس چیز کی فکرمندی لاحق ہوئی وہ یہ تھی کہ کوئی خدمت اور تواضع ہوئی ہے یا نہیں اگر نہیں ہوئی تو انتظام کیا جائے پھر معاً بعد فرمایا: ((اَوْ اُمِرَ لَكُمْ بِشَيْءٍ)) ''یا تمہارے لیے کچھ کہا گیا ہے؟'' یعنی اہلِ خانہ کی طرف سے کوئی اطلاع آئی ہے کہ آپ کی ضیافت کے لیے کوئی اہتمام کیا جا رہا ہے یا نہیں۔ کیونکہ میزبان

---

[1] ۹/التوبۃ: ۷۱۔ [2] سنن ابی داود: ۱۴۳۔

کا پہلا اور بنیادی حق یہ ہے کہ اسے حسبِ استطاعت اور حسبِ حال اور حسبِ ضرورت اس کو کچھ پیش کیا جائے جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کا تذکرہ یوں آیا ہے کہ:

﴿ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ إِبْرٰهِيمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوا سَلٰمًا ۖ قَالَ سَلٰمٌ ۖ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ ﴿٦٩﴾ ﴾ [1]

''اور دیکھو، ابراہیم کے پاس ہمارے فرشتے خوشخبری لیے ہوئے پہنچے۔ کہا تم پر سلام ہو۔ ابراہیم نے جواب دیا تم پر بھی سلام ہو۔ پھر کچھ دیر نہ گزری کہ ابراہیم ایک بھنا ہوا بچھڑا (ان کی ضیافت کے لیے لے آیا)''

اس سوال و جواب کے بعد آپ ﷺ مہمانوں کے ساتھ بیٹھ گئے اور علمی و تربیتی مجلس منعقد ہوئی جس کا تذکرہ ہم آیندہ کریں گے۔ یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مہمان کے حقوق اور میزبانی کے فرائض سے متعلق اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ بیان کر دیا جائے تاکہ ہم اس پر عمل پیرا ہو سکیں۔

اسلام اور مہمان نوازی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے۔ اور جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ بھلائی کی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔'' [2]

اور حضرت ابوشریح خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے مہمان کی عزت کرتے ہوئے اس کا حق ادا کرنا چاہیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دن اور رات (یعنی اس میں اپنی طاقت

---

[1] ١١/هود: ٦٩۔

[2] صحيح بخاري، كتاب الادب: ٦٠١٨؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان: ٤٧۔

کے مطابق بہتر کھانا تیار کرے) اور مہمان نوازی تین دن ہے، پس جو اس کے علاوہ ہو، وہ صدقہ ہے۔'' اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے، کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس (اتنا زیادہ) ٹھہرے حتیٰ کہ اسے گناہگار کر دے۔ صحابہ کرام نے پھر عرض کیا، یا رسول اللہ! اس کو گناہ گار کیسے کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے پاس ٹھہرا رہے اور اس کے پاس کوئی چیز نہ رہے جس کے ساتھ وہ اس کی مہمان نوازی کرے۔'' ❶

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میزبانی تین دن ہے جو اس کے علاوہ ہو وہ صدقہ ہے۔'' ❷

اور حضرت ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کا اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے، خوب خدمت اور مدارات ایک دن رات ہے، مہمانی تین دن ہوتی ہے، اس کے بعد صدقہ ہے۔ مہمان کے لیے حلال نہیں کہ اپنے میزبان کے پاس ڈیرا ڈال لے کہ اس کے لیے مشقت اور بوجھ بن جائے۔'' امام ابوداؤد نے کہا کہ بسند حارث بن مسکین اشہب سے مروی ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ سے نبی ﷺ کے فرمان: ((جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ)) کا مفہوم پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا کہ ایک دن رات اس کی خوب عزت افزائی کرے، اسے تحفہ دے اور اس کا خوب خیال کرے اور تین دن تک مہمانی ہے۔'' ❸

اور حضرت ابوکریمہ (مقدام بن معدی کرب) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک رات کی ضیافت ہر مسلمان پر حق لازم (واجب) ہے۔ جو شخص کسی کے صحن میں اترے تو ضیافت اس پر قرض ہے، مہمان چاہے تو وصول کر لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔'' ❹

اور حضرت مقدام (بن معدیکرب) ابوکریمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الادب: ٦١٣٥؛ صحیح مسلم، کتاب اللقطة: ٤٨، ١٧٢٦۔ ❷ سنن ابی داود، کتاب الاطعمة: ٣٧٤٩؛ مسند احمد: ٢/ ٣٥٤۔

❸ سنن ابی داود: ٣٧٤٨ وموطا امام مالك(یحیی): ٢/ ٢٢٩۔

❹ سنن ابی داود: ٣٧٥٠ وسنن ابن ماجه، ابواب الادب: ٣٦٧٧۔

نے فرمایا: ''جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو پھر وہ ضیافت سے محروم رہے تو اس کی نصرت کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے حتیٰ کہ وہ ان سے اپنی ایک رات کی ضیافت حاصل کر لے۔اس کی کھیتی سے اور مال سے۔'' 1

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ ہمیں روانہ فرماتے ہیں، ہم کسی قوم کے ہاں پڑاؤ کرتے ہیں اور وہ ہماری مہمانی نہیں کرتے تو آپ ﷺ کی کیا رائے ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا: ''اگر تم کسی قوم کے ہاں پڑاؤ کرو تو اگر وہ تمہارے لیے اس چیز کا کہیں جو مہمان کے لائق ہے تو اسے قبول کرلو، اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سے اپنا حقِ ضیافت وصول کرو جو لائق اور مناسب ہو۔'' امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس میں دلیل ہے کہ انسان اپنا حق وصول کر سکتا ہے۔'' 2

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تو اس کی عزت کرو۔'' 3

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن یا ایک رات رسول اللہ ﷺ (گھر سے) باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ کی ملاقات حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے ہوئی آپ ﷺ نے (ان سے) دریافت کیا: ''اس وقت تم کیوں گھروں سے نکلے ہو؟ ان دونوں نے جواب دیا، بھوک کی وجہ سے! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے بھی اسی چیز نے نکالا ہے جس نے تمہیں نکالا ہے۔ (آپ ﷺ نے فرمایا:) چلیں! چنانچہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ ایک انصاری کے ہاں گئے وہ گھر پر نہ تھا۔ جب اس کی بیوی نے

---

1 سنن ابی داود: ۳۷۵۱؛ مسند احمد: ۴/ ۱۳۱ و صححه الذهبی فی تلخیص المستدرك: ۴/ ۱۳۲ والحافظ ابن حجر فی التلخیص الحبیر: ۴/ ۱۵۹۔

2 سنن ابی داود: ۳۷۵۲ و صحیح بخاری، کتاب الادب: ۶۱۳۷ و صحیح مسلم، کتاب اللقطة: ۴۵۱۶۔ 3 سنن ابن ماجه، ابواب الادب: ۳۷۱۲ و سنن بیهقی: ۸/ ۱۶۸ والحاکم: ۴/ ۲۹۲۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اس نے کہا، آپ کا تشریف لانا مبارک ہے۔ آئیں، خوش آمدید! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا، فلاں شخص کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا، وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گیا ہے اسی وقت انصاری بھی آ گیا۔

اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ساتھیوں کی جانب (مسرت بھری نگاہ سے) دیکھا۔ بعد ازاں اس نے کہا، اللہ کا شکر ہے کہ آج مہمانوں کے لحاظ سے کوئی شخص مجھ سے عزت والا نہیں ہے۔ راوی نے بیان کیا، وہ گیا اور ان کے پاس کھجور کے درخت کی ایک شاخ لایا جس میں کچی، پکی عمدہ قسم کی کھجوریں تھیں۔ اس نے عرض کیا، آپ انہیں تناول فرمائیں اور اس (انصاری) نے چھری (ہاتھ میں) لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مشورہ دیا کہ دودھ والا جانور نہ ذبح کرنا۔ اس نے ان کے لیے بکری ذبح کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ساتھیوں نے بکری کا گوشت اور کھجوریں تناول کیں اور پانی پیا۔ جب وہ (اچھی طرح) کھا پی کر سیر ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو (مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم سے قیامت کے دن ان نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا تم بھوکے گھروں سے نکلے تھے۔ پس لوٹنے سے پہلے تمہیں یہ نعمتیں نصیب ہوئیں۔'' [1]

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یا کسی دوسرے شخص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن عبادہ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے (جواب دیتے ہوئے) کہا: ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔'' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ الفاظ نہ سنائے، یعنی بلند آواز سے جواب نہ دیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار سلام کہا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تین بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ سنایا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹ گئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گئے اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی بار سلام کہا، میرے کانوں نے سنا اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کا جواب

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ: ۵۳۱۳ وتفسیر الطبری: ۳۰/ ۳۶۶، ۳۶۷۔

دیتا رہا۔ البتہ میں نے آپ ﷺ کو نہیں سنایا۔ میں پسند کرتا تھا کہ میں آپ ﷺ کے سلام اور برکت کو زیادہ سے زیادہ حاصل کروں (بعدازاں آپ ﷺ بمع صحابۂ کرام) حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں ''منقہ'' پیش کیا، جسے نبی ﷺ نے تناول فرمایا۔ جب آپ ﷺ کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''خدا کرے کہ تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں اور فرشتے تمہارے حق میں استغفار کریں اور روزے دار تمہارے پاس روزہ افطار کریں۔'' [1]

غرض مہمان نوازی کی اس قدر آپ ﷺ نے تاکید فرمائی جسے حضرت ابوالاحوص جشمی نے اپنے والد سے بیان کیا ہے کہ اس نے بیان کیا کہ میں نے (آپ کی خدمت میں) عرض کیا، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ مجھے بتائیں، اگر میں کسی شخص کے پاس سے گزروں اور وہ میری مہمان نوازی نہ کرے۔ پھر اس کے بعد اس کا گزرنا میرے پاس سے ہو جائے تو کیا میں اس کی مہمان نوازی کروں یا اسی جیسا سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ''نہیں! تم اس کی مہمان نوازی کرو۔'' [2]

پس اے مسلمانو! مہمان کا حق پہچانو اور اس کو اس کا حق دو اور بوقتِ ضرورت گھر میں مرد موجود نہ ہو تب بھی آئے مہمان کو اس طرح ڈیل کرو جس طرح ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قبیلۂ منتفق کے وفد کی آنحضرت ﷺ کی عدم موجودگی میں میزبانی کی اور ہمارے لیے ایک مثالی نمونہ چھوڑا۔ کیا کوئی آج کی عورت خواہ وہ خاتون اول ہی کیوں نہ ہو دعویٰ کر سکتی ہے کہ میں ان سے زیادہ دین دار ہوں، اگر ایسا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا تو آیئے ہر معاملے میں ان کی پیروی کریں۔

⑤ چرواہے کی آمد اور بکری ذبح کرنے کا حکم

قبیلۂ بنی منتفق کا وفد آپ ﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ چرواہا نبی کریم ﷺ کی بکریاں لے کر باڑے کی طرف چلا جبکہ اس کے پاس بکری کا ایک بچہ تھا جو ممیا رہا تھا آپ ﷺ نے

---

[1] شرح السنه بحواله مشكوٰة: ٤٢٤٩۔

[2] جامع الترمذی بحواله مشكوٰة: ٤٢٤٨۔

اس سے پوچھا: ''ارے کیا جنوایا ہے؟ اس نے کہا ایک بچہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اب ہمارے لیے اس کے بدلے ایک بکری ذبح کردو۔'' پھر (ہم سے) فرمایا: ''یہ نہ سمجھنا کہ ہم تمہاری خاطر اسے ذبح کر رہے ہیں...... دراصل ہماری سو بکریاں ہیں، ہم نہیں چاہتے کہ اس سے بڑھ جائیں۔ تو یہ چرواہا جب بھی کسی بکری کے بچہ جننے کی خبر لاتا ہے تو ہم اس کے بدلے ایک بکری ذبح کر لیتے ہیں۔''

ان الفاظ کو بار بار پڑھیں اور غور فرمائیں کہ ''آپ ﷺ کی سو بکریاں۔'' اور پھر کسی بکری کے بچہ جنم دینے پر ''ایک بکری کا ذبح کر دینا تا کہ ریوڑ کی تعداد سو بکری سے بڑھنے نہ پائے۔'' اور بکریوں کی دیکھ بھال کے لیے ''چرواہے'' کا انتظام اور براہِ راست اس کی نگرانی بایں صورت کہ کارِ رسالت بھی متاثر نہ ہونے پائے۔ یہ ایسے امور ہیں جو معاشی منصوبہ بندی سے تعلق رکھتے ہیں اور آنحضرت ﷺ انبیائے کرام کی جماعت میں بہترین ماہرِ معاشیات تھے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں قرآن کی شہادت ہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ قبل از نبوت آپ ﷺ ایک کامیاب تاجر تھے اور مکی زندگی میں آپ ﷺ کے معاش کا تمام تر انحصار اپنے تجارتی راس المال پر رہا یا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ذاتی سرمایہ پر تھا جو انہوں نے آپ ﷺ کے سپرد کر دیا تھا۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جب اسلامی ریاست وجود میں آ گئی اور آپ بحیثیت رسول اللہ اس کے مرکزی قائد و سربراہ بھی تھے تو آپ ﷺ کی معاش کا جو انتظام تھا اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

⑥ آپ ﷺ کے معاش کا انحصار تین طرح کے اموال پر تھا

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے جو اموال مخصوص کیے وہ تین طرح کے تھے۔

اولاً: وہ اراضی جو انصار نے اپنی زمینوں میں سے رسول اللہ ﷺ کو بطور ہدیہ پیش کی تھیں، یہ بھی آپ کے علم میں رہے کہ ان اراضی پر پانی نہیں پہنچتا تھا۔ ثانیاً: مخیریق یہودی نے احد کے موقع پر اسلام لاتے ہوئے بنو نظیر کے علاقے میں اپنے سات باغات کی وصیت رسول اللہ ﷺ کے لیے کی تھی۔ ثالثاً: بنو نضیر نے جب لڑے بغیر ہتھیار ڈال کر رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ قبول کیا تو آپ ﷺ نے انہیں اسلحہ کے علاوہ جو کچھ اونٹوں وغیرہ پر اٹھا کر لے جا سکتے

تھے، لے جانے کی اجازت دی۔ اس کے علاوہ باقی سب کچھ مال فے تھا جس پر رسول اللہ ﷺ کا اختیار تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۫ؕ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ [1]

''جو کچھ بھی اللہ بستیوں کے لوگوں سے اپنے رسول ﷺ کی طرف پلٹا دے، وہ اللہ اور رسول ﷺ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مساکین اور مسافروں کے لیے ہے۔ تاکہ وہ تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے جو کچھ رسول تمہیں دے دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رک جاؤ، اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ (نیز وہ مال) ان غریب مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور جائیدادوں سے نکال باہر کئے گئے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی حمایت پر کمربستہ ہیں، یہی راست باز لوگ ہیں (اور وہ ان

[1] ۵۹/الحشر: ۷ تا ۱۰۔

لوگوں کے لیے بھی ہے) جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا کر دار الہجرت میں مقیم تھے۔ یہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا جائے اس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے۔ اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔ (اور وہ ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو ان اگلوں کے بعد آئے ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی بغض نہ رکھ۔ اے ہمارے رب تو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے بنو نضیر کی باقی ماندہ تمام منقولہ جائیداد مسلمانوں میں تقسیم کر دی، زمین وغیرہ کی آمدنی سے آپ اپنے اخراجات بھی پورے کرتے تھے، لیکن زیادہ آمدنی مسلمانوں کے ولی امر (معاملات کی سپرداری) کی حیثیت سے جہاد اور دیگر فوری نوعیت کی ضرورتوں پر خرچ کرتے تھے۔ بعد ازاں خیبر کی فتح کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے وسیع اور زرخیز علاقے مسلمانوں کو عطا کر دیے۔ خیبر کا آدھا حصہ فتح ہوا تھا جو مجاہدین میں بطورِ مالِ غنیمت تقسیم ہوا اور باقی آدھا، جس میں فدک اور وادی القریٰ کے حصے تھے بغیر جنگ کے حاصل ہوا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بطور فے آپ ﷺ کی تحویل میں آ گیا۔ اسی طرح خیبر کے قلعوں میں سے وطیح اور سالم بھی بطور فے حاصل ہوئے۔ خیبر کا جو حصہ جنگ کے ذریعہ حاصل ہوا اس کا خمس بھی رسول اللہ ﷺ کی تحویل میں تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

﴿وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۴۱﴾ [1]

---

[1] ۸/الانفال: ۴۱۔

''اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول اور رشتے داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر اور اس چیز پر جو فیصلے کے روز یعنی دونوں فوجوں کے مڈبھیڑ کے دن ہم نے اپنے بندے پر نازل کی تھی۔ (تو یہ حصہ بخوشی ادا کرو) اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

مالِ غنیمت میں خمس اور اموالِ فے کے احکامات

مالِ غنیمت میں سے خمس اور اموالِ فے آپ ﷺ کے اختیار میں تھے کہ جس طرح چاہیں انہیں خرچ کریں۔ یہ اموال کس نوعیت کے تھے ضمناً بیان ہو چکا ہے تاہم اس کو مزید ذہن نشین کرنا ضروری ہے کیونکہ آج مسلم اور غیر مسلم ممالک میں افواج کے لیے تنخواہوں کا نظام ہے جس میں کارکردگی پر نہیں مناصب پر تنخواہیں دی جاتی ہیں جس کی وجہ سے مسلم ممالک کی افواج میں روحِ جہاد ختم ہو گئی ہے اور وہ پیش رفت کی بجائے اپنے علاقوں سے بھی محروم ہوتی جا رہی ہیں۔ مستقبل اسلام کا ہے اور غلبۂ اسلام کے لیے جدوجہد جاری ہے اور اس جدوجہد کے نتیجے میں پورا نظام بدلنا ہے چنانچہ کل جب نظام بدلے گا تو پھر سے مجاہدین کے لیے غنائم کی تقسیم اور اموالِ فے کے لیے وہی طریقہ رائج ہو گا جو نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کے ادوار میں رائج تھا۔ اگر میں اس کی دلیل میں اتنا بیان کر دوں تو کافی ہو گا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت قائم نہ ہو گی حتیٰ کہ نصاریٰ کا لشکر (مقامِ) اعماق، یا دابق میں اترے گا۔ پھر مدینہ سے ایک لشکر (ان کے مقابلے کے لیے) نکلے گا جو ان دنوں تمام زمین والوں سے بہتر ہو گا...... ((فَيَفْتَتِحُوْنَ قُسْطُنْطِنِيَّةَ فَبَيْنَمَا هُمْ يَقْسِمُوْنَ الْغَنَائِمَ قَدْ عَلَّقُوْا سُيُوْفَهُمْ بِالزَّيْتُوْنِ إِذْ صَاحَ فِيهِمُ الشَّيْطَانُ إِنَّ الْمَسِيحَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِيْ أَهْلِيكُمْ فَيَخْرُجُونَ وَذَالِكَ بَاطِلٌ))
''پھر وہ قسطنطنیہ فتح کریں گے (جو نصاریٰ کے قبضے میں آ گیا ہو گا) اور وہ مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے اور اپنی تلواروں کو زیتون کے درختوں سے لٹکا دیا ہو گا۔ اتنے میں شیطان آواز دے گا کہ دجال تمہارے پیچھے تمہارے بال بچوں میں آن پڑا تو مسلمان وہاں سے

نکلیں گے حالانکہ یہ خبر جھوٹ ہو گی......۔" ❶

مالِ غنیمت کی تعریف

غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو اونٹ اور گھوڑے دوڑا کر کفار سے حاصل کر لیا گیا ہو۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق مالِ غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔ ایک حصہ بیت المال کا ہوتا ہے۔ بیت المال کا یہ حصہ خمس کہلاتا ہے جو آنحضرت ﷺ اس پانچویں حصے کو مزید پانچ حصوں میں تقسیم فرما دیتے جیسا کہ سورہ الانفال میں بیان ہوا ہے۔ خمس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک باب اپنی صحیح میں یہ قائم کیا ہے کہ "بَابُ اَدَاءِ الْخُمُسِ مِنَ الْاِيْمَانِ" "غنیمت کے پانچویں حصے کو ادا کرنا بھی ایمان میں سے ہے۔" پھر انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے وفد عبدالقیس سے متعلق حدیث بیان کی ہے کہ: (وَتُعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ) "تم مالِ غنیمت میں بھی پانچواں حصہ ادا کرو۔" ❷

اور حضرت عبداللہ بن شقیق نے بُلْقِین کے ایک شخص سے روایت بیان کی ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ ﷺ وادی القریٰ میں تشریف فرما تھے میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! غنیمت کے بارے میں آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور باقی چار حصے لشکر کے لیے ہیں۔" میں نے عرض کی: ان میں سے کوئی کسی دوسرے کی نسبت زیادہ حق دار نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں، حتیٰ کہ وہ تیر بھی جسے تم اپنے پہلو سے نکالو، اپنے مسلمان بھائی کی نسبت تم اس کے زیادہ حق دار نہیں ہو۔" ❸

اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی اور اس وقت مالِ غنیمت کا ایک اونٹ آپ ﷺ

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الفتن: ۷۲۷۸۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الایمان: ۵۳، ۸۷ وصحیح مسلم، کتاب الایمان: ۱۱۲۰۔ ۱۱۵۔

❸ السنن الکبریٰ للبیهقی، قسم الفئی والغنیمة، باب اخراج الخمس من راس الغنیمة......: ۶/ ۳۲۴۔

کے سامنے تھا، سلام پھیرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کے درمیان اونٹ کی ایک مینگنی پکڑی اور فرمایا: ''یہ بھی تمہاری غنیمتوں میں سے ہے اور خمس کے علاوہ باقی میرا حصہ بھی تمہارے حصے کے برابر ہی ہے اور یہ پانچواں حصہ بھی تمہی کو واپس کر دیا جاتا ہے، لہٰذا سوئی اور دھاگے کو بھی پیش کر دو، اس سے کوئی بڑی یا چھوٹی چیز ہو تو اسے بھی پیش کرو اور خیانت نہ کرو کیونکہ خیانت تو خائن لوگوں کے لیے دنیا و آخرت میں آگ اور عار ہے، اللہ کی خاطر قریب و بعید سب لوگوں سے جہاد کرو، اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہ کرو، سفر و حضر ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرو اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو، جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک عظیم الشان دروازہ ہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ غم و فکر سے نجات عطا فرماتا ہے۔'' [1]

مالِ فے کی تعریف

اور اموالِ فے سے مراد وہ اموال ہیں جو کفار سے لڑائی بھڑائی اور اونٹ گھوڑے دوڑائے بغیر حاصل کیا جائے۔ جیسے کہ بنو نضیر سے لیے گئے اموال تھے یا خیبر کے موقع پر جو مال بغیر جنگ کے حاصل ہوئے تھے۔ یہ اموالِ فے ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے لیے مخصوص تھے۔ آپ اپنا اور اہل بیت کے لیے سال کا خرچ لے کر باقی دیگر مصالح جہاد اور ضرورت مند مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی ضرورت سے زائد کچھ جمع نہ رکھا کرتے تھے بلکہ سال بھر کے کم از کم خرچ . ، سے بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے، اس لیے سال گزرنے سے پہلے نوبت فاقوں تک پہنچ جاتی اور کئی کئی ماہ گھر میں چولہا نہ جلتا۔ شدید ضرورت میں قرض لینا پڑ جاتا۔ یہ آپ ﷺ کا فقر اختیاری تھا نہ کہ اضطراری اور غنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ اس بحث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی آمدنی کی مدات یا بڑے آمدنی کے ذرائع تین تھے جن پر آپ ﷺ کی معیشت کا بڑا انحصار تھا (1) ایک مجاہد اور سپہ سالار کی حیثیت سے مالِ غنیمت میں سے آپ ﷺ کا حصہ بنتا تھا

---

[1] مسند احمد: ٥/ ٣١٦، ٢/ ١٨٤ وسنن ابی داود، کتاب الجهاد: ٢٦٩٤ و٢٧٥٥ وسنن نسائی، کتاب الهبة: ٣٧١٨۔

اور وہ حصہ دیگر مجاہدین کے برابر ہوتا تھا (2) دوسرا مالِ غنیمت سے پانچواں حصہ جو قرآنی ہدایت کے مطابق پانچ مزید حصوں میں بٹ کر تقسیم ہوتا تھا جس سے آپ اپنے حصے سے بقدر ضرورت لے لیتے اور باقی ضرورتمندوں پر تقسیم فرما دیا کرتے تھے اور (3) تیسرے اموال فے جو آپ کو حاصل ہوتے وہ سال بھر کے اوسط اخراجات نکال کر باقی تقسیم کر دیے جاتے تھے۔ جیسا کہ حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ آپ ﷺ کے اتفاقی اخراجات اور ذاتی ضروریات کے لیے خاص تھا اور آدھا مسلمانوں کے لیے۔ آپ ﷺ نے اسے ان میں اٹھارہ حصوں میں تقسیم کیا تھا۔" [1]

اور حضرت بشیر بن یسار رحمہ اللہ جو کہ انصار کے مولیٰ تھے کئی اصحابِ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر کو فتح کیا تو اس کو کل چھتیس حصوں پر تقسیم کیا، اور ہر حصے میں سو حصے تھے۔ چنانچہ اس میں سے آدھے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے لیے تھے۔ باقی آدھے اتفاقی اخراجات کے لیے محفوظ رکھے گئے کہ آپ ﷺ کے پاس وفود آتے تھے یا کوئی ہنگامی خرچ ہوتا یا مسلمانوں پر کوئی مشکل آپڑتی (تو اس مد میں سے لیا جاتا تھا) پس ان اموال میں سے جہاں رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھروں کے لیے سال کے کم از کم مقدار میں کھانے کے اخراجات کے بعد باقی سب آمدنی مصیبت زدہ افراد، انسانی اور خاندانی حقوق کی ادائیگی کے لیے مختص کر دی وہاں بچوں کی خبر گیری، نوجوانوں یا بیوہ عورتوں کی شادی جیسی مدات بھی شامل تھیں۔

پس انہی اموال کی آمدنی میں سے آنحضرت ﷺ نے کمالِ حکمت اور مستقبل کی منصوبہ بندی کے تحت اپنی تنظیمی صلاحیت کا ہمارے لیے یہ اسوہ چھوڑا کہ سو بکریوں کا ریوڑ بنایا، چرواہا رکھا، باڑہ بنایا جس سے روزمرہ کی ضروریات از قسم دودھ، لسی، مکھن، دہی اور گوشت حاصل ہوتا، جسے خود تناول فرماتے، گھر کا ہر فرد کھاتا، پڑوسیوں کی ضروریات کو پورا کیا جاتا، تحفہ تحائف دیے جاتے اور آنے والے مہمانوں کی ضروریات پوری ہوتیں اور یہ

---

[1] سنن ابی داود: ٣٠١٠ وسنن بیہقی: ٦/ ٣١٧۔

سدا بہار اسوۂ حسنہ ہمارے لیے یہ پیغام دے رہا ہے کہ آپ کے لیے یہ ایک معاشی سکیم ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے زندگی کے بے شمار مسائل حل ہو سکتے ہیں جو کرنے والا اس کو بطور اسوۂ حسنہ اختیار کرے۔ اس اسوۂ حسنہ پر ہر مسلمان عمل نہیں کر سکتا تاہم جن لوگوں کو چراگاہ میسر ہو، باڑا بنانے کی جگہ مل سکے خود یا کوئی چرواہا مل سکتا ہو تو یہ معاشی اسکیم اسی طرح فائدہ مند ہے جس طرح اس وقت تھی اور شاید یہ بکریاں چرانے والے ہی کل کے حکمران ہوں اس لیے کہ یہ اسوۂ رسول کریم ﷺ اس وقت بھی تھا جب آپ ﷺ بنوسعد کی بچپن میں بکریاں چراتے تھے۔ [1]

اور مکہ میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط کے عوض چراتے رہے۔ [2]

⑦ آنحضرت ﷺ کی سادگی یا اظہارِ حقیقت

زیر مطالعہ حدیث کا یہ پہلو بھی ہمارے لیے نہایت قابلِ غور ہے کہ آپ ﷺ نے چرواہے کو بکری ذبح کرنے کا حکم دینے کے بعد مہمانوں کو نہایت سادگی کے ساتھ بتا دیا کہ (لَا تَحْسِبَنَّ) ''یہ نہ سمجھنا'' کہ ہم تمہاری خاطر اسے ذبح کر رہے ہیں...... ہماری سو بکریاں ہیں، ہم نہیں چاہتے کہ اس سے بڑھ جائیں۔ تو یہ چرواہا جب بھی کسی بکری کے بچہ جننے کی خبر لاتا ہے تو ہم اس کے بدلے ایک بکری ذبح کر لیتے ہیں۔'' یہ سادگی بھی کہہ سکتے ہیں لیکن سادگی سے بڑھ کر یہ اظہارِ حقیقت تھا جس کو آپ ﷺ نے نہایت خوبصورت الفاظ میں بیان فرما دیا جس سے کئی عقدے حل ہو گئے۔ پہلی بات تو یہ معلوم ہوگئی کہ آپ ﷺ کی سو بکریاں ہیں جو روزمرہ اخراجات کی خاطر آپ ﷺ نے رکھی ہوئی ہیں، دوسرے یہ معلوم ہوا کہ ان کے رکھنے کا ایک ہدف ہے جو نہ کم ہونے دیا جاتا ہے اور نہ اس سے زیادہ ہونے دیا جاتا ہے بلکہ بچہ پیدا ہوتے ہی اس کے بدلے ایک بکری ذبح کر دی جاتی ہے اور تیسرا یہ معلوم ہوا کہ مہمان یا دوست احباب کو حقیقتِ حال سے آگاہ کر دینا چاہیے تاکہ متوقع شبہات کا موقع پر ازالہ ہو جائے۔ رہا مہمان نوازی کا معاملہ وہ ان کا حق تھا جو آتے ہی آپ ﷺ کی عدم

---

[1] سیرت ابن هشام: ج:۱ ص: ۱۸۵۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الاجارات، باب رعی الغنم علی قراریط: ۲۲۶۲۔

موجودگی میں ادا کیا جا چکا تھا اور بقیہ مدتِ قیام ان کا حق تھا جو ادا کیا جانے والا تھا۔ جیسا کہ اس سے پہلے آپ مہمان نوازی کے حوالے سے چند احادیث کا مطالعہ کر چکے ہیں۔

⑧ قائدِ وفد کی گھریلو مشکل اور اس کا علاج

قائدِ وفد حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر رہبرِ اعظم سید الانبیا سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ کے سامنے اپنی گھریلو مشکل یا پریشانی کا ذکر یوں کیا کہ: ''اے اللہ کے رسول (ﷺ) میری بیوی ہے اور اس کی زبان میں کچھ ہے۔ یعنی زبان دراز اور بدگو ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((فَطَلِّقْهَا اِذًا)) ''اسے طلاق دے دو۔'' ان الفاظ پر غور فرمایئے: ''اسے طلاق دے دو۔'' اور پھر اس پر بھی غور فرمایئے کہ یہ الفاظ کس کے ہیں، آنحضرت ﷺ کے اور اس بات پر بھی غور فرمایئے کہ سائل کے سوال کے جواب میں فوراً یہ کہہ دینا کہ: ''اسے طلاق دے دو۔'' اس لیے کہ زبان دراز اور بدگو عورت کا علاج اس کے سوا کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ حالانکہ طلاق سے آپ ﷺ نے اظہارِ نفرت کیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے طلاق ناپسندیدہ کام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ)) ''حلال کاموں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ کام اللہ تعالیٰ کے ہاں طلاق ہے۔'' [1]

اور حضرت محارب (بن دثار) رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَا اَحَلَّ اللّٰهُ شَيْئًا اَبْغَضَ اِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ)) ''اللہ نے طلاق سے بڑھ کر ناپسندیدہ کسی چیز کو حلال نہیں فرمایا۔'' [2]

یہی وجہ ہے کہ اگر حالات اس بات کا تقاضا کرتے ہوں تو اسلام نے ایک مستقل طریقہ مقرر کیا ہے کہ طلاق کے عمل سے پہلے تنبیہ اور سرزنش کا طریقہ اختیار کیا جائے جیسا کہ

---

[1] سنن ابن ماجه، ابواب الطلاق: ۲۰۱۸۔

[2] سنن ابی داود، كتاب الطلاق: ۲۱۷۷، ۲۱۷۸؛ سنن بيهقى: ۷/ ۳۲۲ وصححه الحاكم: ۲/ ۱۹٦ ووافقه الذهبى على شرط المسلم۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝ ﴾ [1]

''مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس بنا پر کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور اس بنا پر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ پس جو صالح عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں، غیر حاضری میں حفاظت کرنے والی ہیں، اس لیے کہ اللہ نے (انہیں) محفوظ رکھا۔''

اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ، خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اور مارو پھر اگر وہ تمہاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لیے بہانے تلاش نہ کرو یقین رکھو کہ اوپر اللہ موجود ہے جو بڑا اور بالاتر ہے۔''

پھر مزید ہدایت یہ فرمائی کہ

﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝ ﴾ [2]

''اور اگر تم لوگوں کو کہیں میاں اور بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتے داروں میں سے اور ایک حکم عورت کے رشتے داروں میں سے مقرر کرو، وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا۔''

پھر مزید ہدایت فرمائی کہ

---

[1] ٤/النسآء: ٣٤۔ [2] ٤/النسآء: ٣٥۔

﴿ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ ﴾ 1

''اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی یا بے رخی کا خطرہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ میاں اور بیوی (کچھ حقوق کی کمی بیشی پر) آپس میں صلح کرلیں، صلح بہرحال بہتر ہے۔''

(نُشُوْز) کے معنی اونچا ہونے کے ہیں''۔ناشز۔''اس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے شوہر سے اونچا اور بلند ہونا چاہتی ہو، اس کے حکم کو نہ مانے، اس سے اعراض کرے، اس سے بغض رکھے، تو اس طرح کی سرکشی و بدخوئی کی علامات ظاہر ہوں تو شوہر کا فرض ہے کہ وہ بیوی کو وعظ ونصیحت کرے اور سمجھائے اور اس کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائے اور بتائے کہ بحیثیت شوہر تم پر میری اطاعت واجب ہے اور نافرمانی حرام ہے۔وعظ ونصیحت سے اگر وہ سمجھ جائے تو بہت خوب بصورت دیگر''اوران کو خواب گاہوں میں الگ کردو۔''''اَلْهِجْرَان'' کے معنی علی بن ابوطلحہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیے ہیں کہ شوہر اس سے مباشرت نہ کرے، اس کے بستر پر نہ لیٹے بلکہ اس سے پیٹھ پھیر لے۔'' 2

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک روایت میں یہ بھی فرمایا ہے کہ:''اس کے ساتھ گفتگو نہ کرے۔'' 3

حضرت حکیم بن معاویہ اپنے والد حضرت معاویہ (ابن حیدہ) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا: ایک آدمی نے نبی ﷺ سے سوال کیا: خاوند پر عورت کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''جب کھانا کھائے تو اسے بھی کھلائے، جب کپڑا پہنے تو اسے بھی پہنائے، چہرے پر نہ مارے، اسے برا بھلا نہ کہے:((وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ))''اور گھر ہی

---

1 ٤/النسآء:١٢٨۔

2 تفسیر ابن ابی حاتم: ٣/ ٩٤٢۔

3 تفسیر الطبری: ٥: ٩٠۔٩١۔

میں (اس سے) علیحدگی اختیار کیے رکھے۔'' [1]

⑨ جس عورت میں خیر ہے وہ نصیحت قبول کرے گی

حدیث کا متن ایک بار پھر پڑھیں جب حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کی شکایت کی اور آپ نے علاج تجویز کیا تو حضرت لقیط چونک گئے اور معاً بعد کہا اے اللہ کے رسول (ﷺ) اس کا میرے ساتھ ایک وقت گزرا ہے۔ اور میری اس سے اولاد بھی ہے۔ اس جواب کو سن کر آپ ﷺ نے فرمایا۔ تو پھر اسے نصیحت کرو۔ اگر اس میں خیر ہوئی تو سمجھ جائے گی۔ اور ایسے مت مارنا جیسے اپنی لونڈی کو مارتے ہو۔ یہ ایک اہم ہدایت تھی جو آپ نے ارشاد فرمائی، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عورت کو ایک خاص وجہ اور موقع پر مارنے کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے کہ:

وَاضْرِبُوْهُنَّ ''اور انہیں سزا دو۔'' یعنی اگر وعظ و نصیحت اور بستر الگ کرنے سے بھی وہ اپنے طرزِ عمل سے باز نہ آئیں تو انہیں اتنی جسمانی سزا دے سکتے ہو جس سے ان کے جسم پر نشان نہ پڑے جیسا کہ صحیح مسلم اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: ''عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدیوں کی طرح (تمہاری حکمرانی میں زندگی گزار رہی ہیں) تمہارا حق یہ ہے کہ تمہارے بستروں پر کسی ایسے شخص کو نہ بیٹھنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور اگر وہ ایسا کریں تو انہیں زدوکوب تو کرو مگر بہت سخت نہیں اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انہیں دستور کے مطابق کھانا اور کپڑا دو۔'' [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے بھی اسی طرح فرمایا کہ وَاضْرِبُوْهُنَّ کے معنی ہیں ''ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ۔'' ''ایسی مار جو بہت شدید نہ ہو'' اور امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ایسی مار جس سے (جسم پر) نشان نہ پڑے۔'' [3]

---

[1] سنن ابن ماجه، ابواب النكاح: ١٨٥٠؛ سنن ابی داود، كتاب النكاح: ٢١٤٢؛ سنن نسائی، كتاب الادب: ٥/ ٣٧٣: ٩١٧١؛ مسنداحمد: ٥/ ٣۔

[2] صحيح مسلم، كتاب الحج: ٢٩٥٠؛ مسنداحمد: ٥/ ٧٣۔

[3] تفسير الطبری: ٥/ ٩٦ تا ٩٨۔

اسلام نے معاشرے کو صحیح بنیادوں پر قائم کرنے کے لیے ہر فرد کے حقوق وفرائض کا تعین کر دیا ہے۔ان کو پیشِ نظر رکھ کر معاشرے کی تعمیروتربیت کا اہتمام کیا جائے تو معاشرے میں امن قائم کیا جا سکتا ہے۔اسلام نے حقوق الزوجین کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے جس طرح مردوں کے حقوق ہیں،اسی طرح عورتوں کے بھی حقوق ہیں،جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ [1]

''اور دستور کے مطابق عورتوں کے لیے مردوں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے لیے عورتوں پر ہیں۔''

اختلاف اور نزاع کی صورت میں وعظ ونصیحت اور اس کے بعد خواب گاہوں سے الگ کرنے سے مسئلہ حل نہ ہو تو مرد کو حق حاصل ہے کہ عورت کو غلطی پر مناسب تنبیہ کرے، اگر معمولی تنبیہ کا اثر نہ ہو تو معمولی جسمانی سزا بھی دی جاسکتی ہے لیکن چہرے پر مارنا منع ہے،تنبیہ کے لیے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے وقتی طور پر بول چال بند کرنا بھی جائز ہے لیکن بیوی کو گھر سے نکال دینا یا خود گھر سے کئی دن کے لیے باہر چلے جانا نامناسب ہے کیونکہ گھر میں دونوں کے رہنے سے ناراضی کے دور ہونے کے زیادہ امکانات ہیں۔حدیث میں یہ الفاظ بھی نہایت قابلِ غور ہیں کہ: (لَا یُقَبِّحُ) ''اسے برا بھلا نہ کہے۔'' اس کے کئی مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔ایک مفہوم یہ ہے کہ ڈانٹتے وقت نامناسب الفاظ استعمال نہ کرے،جیسا کہ عربوں میں رواج تھا اور ہمارے ہاں آج بھی ہے کہ وہ کہتے تھے: (قَبَّحَ اللّٰهُ وَجْهَكَ) ''اللہ تیرے چہرے کو قبیح کر دے۔'' یا (قَبَّحَكِ اللّٰهُ) ''اللہ تجھے بدصورت کر دے۔'' اس طرح کی گالی اور بددعا کرنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ چہرے پر نہ مارے، زور سے نہ مارے، زور سے مارنے سے چہرے پر نشان پڑ جائے گا اور چہرہ بدصورت ہو جائے گا،اس لیے فرمایا کہ اسے بدصورت نہ بنا دے۔ بعض اوقات صورتحال اس قدر خراب ہو جاتی ہے کہ جسمانی سزا ناگزیر ہو جاتی ہے لیکن یہ

---

[1] ۲/البقرہ:۲۲۸۔

اصلاح کی کوشش کا آخری درجہ ہے، جہاں تک ممکن ہو معاملات کو اس مرحلے تک نہ پہنچنے دیا جائے، اگر جسمانی سزا کی ضرورت محسوس ہو تو اس میں بھی نرمی کا پہلو مدنظر ہونا چاہیے۔ یعنی صرف اس حد تک سختی کی جائے یا سزا دی جائے جو تنبیہ کے لیے ضروری ہو، اس سے زیادہ نہیں کیونکہ مقصود اصلاح ہے، غصہ نکالنا یا بدلہ لینا نہیں ہے۔ نیز جب محسوس ہو کہ عورت اپنی غلطی پر پشیمان ہے اور اصلاح پر آمادہ ہے تو اس سے معمول کے تعلقات قائم کر لینے چاہییں اور بار بار گزشتہ غلطیوں کا طعنہ نہیں دینا چاہیے۔

طلاقِ رجعی بھی اصلاح کا ذریعہ بن سکتی ہے

اللہ تعالیٰ نے نکاح کا تعلق دائمی بنایا ہے، عارضی نہیں، یعنی نکاح اس لیے کیا جاتا ہے کہ پوری زندگی اکٹھے گزارنی ہے۔ اس تعلق کو پائیدار بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکام و آداب نازل کیے ہیں جن میں سے کچھ مسائل کا آپ نے مطالعہ کیا جیسا کہ آپ نے پڑھا کہ عورت کی اصلاح کے لیے فوراً سختی کرنے کی بجائے اصلاح کا تدریجی طریقِ کار اختیار کرنا ضروری ہے، اولاً: وعظ و نصیحت، ثانیاً: اظہارِ ناراضی اور بستر میں علیحدگی، اور ثالثاً: معمولی جسمانی سزا، اور رابعاً: اگر معاملات میں کسی طرف سے بھی بگاڑ اس حد تک پہنچ جائے کہ دوسروں کی مداخلت ضروری ہو جائے تو ثالثی، یعنی پنچایت کے طریق پر مرد اور عورت دونوں کی شکایتیں سن کر جس کی غلطی ہو، اسے سمجھایا جائے اور صلح کرا دی جائے، اگر یہ سب کوششیں بارآور ثابت نہ ہوں تو پھر کتاب و سنت کی روشنی میں طلاق دینا جائز ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ ﴾ [1]

''جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو انہیں ان کی عدت کے (آغاز) کے وقت طلاق دو۔''

یعنی طہر کی حالت میں طلاق دو، اور ایسے طہر میں جس میں جماع نہ کیا ہو۔ عدت سے مراد طہر یعنی پاکیزگی کی حالت ہے، اور قُرْءٌ سے مراد حیض ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

[1] ٦٥/ الطلاق:١۔

﴿ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ﴾ ❶

''اور مطلقہ عورتیں تین حیض تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں۔''

مزید ارشادِ ربانی ہے

﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ﴾ ❷

''طلاق (رجعی) دو مرتبہ ہے پھر یا تو (عورت کو) دستور کے مطابق روک لیا جائے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دیا جائے۔''

پھر فرمایا:

﴿ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ ﴾ ❸

''پھر اگر (خاوند) اسے (تیسری) طلاق دے دے تو اس کے بعد وہ (عورت) اس کے لیے حلال نہیں۔''

پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے طلاق کے لیے یہ پابندیاں کہ طُہر کی حالت میں جس میں جماع بھی نہ کیا ہو۔ یہ بھی طلاق کے لیے بریک کے مترادف ہے تاکہ کسی طرح میاں بیوی کے اندر جذبۂ محبت جو بوجوہ سرد پڑ گیا ہے بیدار ہو جائے اور وہ طلاق جیسے ناپسندیدہ کام سے بچ جائیں۔ پھر اگر طلاق دینے والا طلاق دے بیٹھے تو اس کو پابند کیا گیا ہے کہ:

﴿ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ ﴾

''تم انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو''

اور ساتھ ہی عورتوں کو حکم دیا کہ:

﴿ وَلَا يَخْرُجْنَ ﴾ ''اور نہ وہ خود نکلیں۔''

پھر اس کی حکمت بایں الفاظ بیان فرمائی کہ:

﴿ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ﴾ ❹

''تو نہیں جانتا شاید اللہ اس (طلاق) کے بعد کوئی نئی راہ نکال دے۔''

---

❶ ۲/البقرہ: ۲۲۸۔ ❷ ۲/البقرہ: ۲۲۹۔

❸ ۲/البقرہ: ۲۳۰۔ ❹ ۶۵/الطلاق: ۱۔

یعنی اللہ نے مطلقہ کو عدت کی مدت شوہر کے گھر میں گزارنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ شاید وہ طلاق دینے میں ندامت محسوس کرے، یا عورت اپنی اصلاح کی یقین دہانی کرانے میں کامیاب ہوجائے تو مرد کے دل میں اللہ تعالیٰ رجوع کرنے کا خیال پیدا فرمادے اور یہ اس وقت زیادہ ممکن ہے جب عورت اپنے میاں کے گھر میں موجود ہوگی۔ اسی لیے فرمایا:

﴿وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ﴾ [1]

''اور ان کے خاوند اگر اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں تو وہ زیادہ حقدار ہیں کہ انہیں اس (مدت) میں لوٹا لیں۔''

طلاقِ رجعی

طلاق کی مختلف کئی صورتیں ہیں، اور ان کے احکامات بھی مختلف ہیں ہم صرف طلاق رجعی کے بارے میں یہ بتانا چاہیں گے کہ پہلی مرتبہ جب مرد طلاق دے تو عدت کے اندر وہ رجوع کرسکتا ہے اور اسے فقہی اصطلاح میں طلاق سُنّی احسن کہتے ہیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان حالتِ طُہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو۔ پھر دوسرے طُہر میں دوسری طلاق دے اور تیسرے طُہر میں تیسری طلاق دے۔ دوسری طلاق تک آدمی کو رجوع کرنے کا حق حاصل رہتا ہے جب وہ تیسری طلاق دے دے تو رجوع کرنے کا حق ختم ہوجاتا ہے۔ دورانِ عدت عورت آزاد ہوگی عدت گزرنے کے بعد وہ ولی کے مشورے سے جہاں چاہے نکاح کرلے، ہاں اس کا دوسرا شوہر فوت ہوجائے یا کسی وجہ سے (مروجہ حلالہ کی صورت میں نہیں بلکہ حقیقتاً) وہ اسے طلاق دے دے تو وہ عورت اپنے سابقہ شوہر سے نکاح کرسکتی ہے لیکن اس صورت میں جماع ضروری ہے۔

یہ تفصیل ہم نے اس لیے بیان کردی ہے کہ ایک طرف ''فقہ الحدیث'' کا قاری یہ جان لے کہ طلاق کیا ہے؟ اور وہ ضروری ہو تو کیسے دی جائے؟ اور دوسرا یہ بتانے کے لیے کہ اسلام طلاق کو ناپسندیدہ عمل قرار دیتا ہے اور اگر کوئی طلاق دینا چاہے تو پھر مسنون طریقے سے دے تاکہ اگر پہلی، اور دوسری طلاق کی عدت ختم ہونے سے پہلے مرد کو عقل آجائے تو وہ رجوع

---

[1] ۲/ البقرہ: ۲۲۸۔

کرلے یا واقعی طلاق دینے کا سبب درست ہے تو شاید عورت کو عقل آجائے تو وہ اپنے شوہر کو راضی کرلے اور خانہ خراب ہونے سے بچ جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ کہا کہ: ''اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم!) میری بیوی ہے اور اس کی زبان میں کچھ ہے۔ یعنی زبان دراز اور بدگو عورت ہے۔'' تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فوراً یہ کیوں فرمایا کہ: ''اسے طلاق دے دو۔'' یہ اس لیے کہ: زبان دراز اور بدگو عورت کا حقیقی علاج طلاق ہے۔

زبان درازی اور اس کا انجام

زبان دراز مرد ہو یا عورت، بدگو عورت ہو یا مرد وہ اپنے آپ کو اس حدیث کے آئینہ میں دیکھیں کہ ان کی شکل کیسی ہے بالخصوص خواتینِ اسلام کیونکہ اس وقت ایک زبان دراز اور بدگو عورت زیرِ بحث ہے اور یہ بیماری مردوں کے مقابلے میں عورتوں کے اندر زیادہ پائی جاتی ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہمارے لیے ایک آئینہ ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب انسان صبح کرتا ہے تو اس کے جسم کے تمام اعضا زبان سے نہایت عاجزی سے عرض کرتے ہیں کہتے ہیں، تو ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرنا، اس لیے کہ ہمارا معاملہ تیرے ساتھ وابستہ ہے، اگر تو سیدھی رہے گی تو ہم سیدھے رہیں گے، اگر تو نے کجی اختیار کی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔'' [1]

اس حدیث سے واضح ہوا کہ زبان کو سوچ سمجھ کر استعمال کرنا کتنا ضروری ہے کہ زبان کی ذرا سی بے اعتدالی کی سزا پورے جسم انسانی کو بھگتنی پڑتی ہے۔ لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں تو مار جسم ہی کو برداشت کرنی پڑتی ہے۔ بعض دفعہ جسم کو ہمیشہ کی نیند تک سلا دیا جاتا ہے۔ ٹیڑھے ہونے کا مطلب یہی ہے کہ زبان کے ٹیڑھے پن کی زد پورے جسم پر پڑتی ہے۔ اور سیدھے رہنے کا مطلب ابتلاء و آزمائش سے محفوظ رہنا ہے۔ یہ تو زبان درازی اور بدگوئی کی سزا دنیا ہے اور آخرت میں کیا انجام ہوگا۔ درج ذیل احادیث کی روشنی میں بھی تجزیہ کیجیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''آدمی (بعض اوقات) اللہ کی ناراضی والا ایک لفظ کہہ دیتا ہے، وہ اس میں حرج نہیں

[1] جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ما جاء فی حفظ اللسان: ٢٤٠٧۔

سمجھتا۔ (لیکن وہ اتنا بڑا گناہ کا لفظ ہوتا ہے کہ) وہ اس کی وجہ سے ستر سال تک جہنم میں گر جاتا ہے۔'' ❶

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ''بندہ ایک بات کرتا ہے، اس میں غور و فکر نہیں کرتا اور وہ اس بات کی وجہ سے مشرق و مغرب کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ جہنم کی آگ کی طرف گر جاتا ہے۔'' ❷

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بندہ اللہ کی رضامندی کی بات کرتا ہے، اس کی طرف اس کی توجہ بھی نہیں ہوتی، لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے کئی درجے بلند فرما دیتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی والی بات کرتا ہے جس کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔'' ❸

اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ (ﷺ!) مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں لے جائے اور جہنم سے مجھے دور کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے بہت بڑی بات کا سوال کیا ہے، لیکن یہ اس کے لیے آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ اس کو آسان بنا دے (یعنی عمل کی توفیق دے دے) (1) تو اللہ کی عبادت کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرا (2) نماز قائم کر (3) زکوٰۃ دے (4) رمضان کے روزے رکھ اور (5) بیت اللہ کا حج کر، اگر اس کی طرف راستے کی طاقت رکھے۔''

پھر فرمایا: ''کیا میں تجھے بھلائی کے دروازے نہ بتاؤں؟ (1) روزہ ڈھال ہے (2) صدقہ گناہ کو بجھا دیتا (یعنی اس کے اثر کو دور کر دیتا) ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے (3) اور آدمی کا رات کے پچھلے پہر (درمیان) میں نماز پڑھنا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''ان کے پہلو، بستروں سے دور رہتے ہیں۔'' یہاں تک کہ ﴿يَعْلَمُونَ﴾ تک پہنچ گئے ❹ پھر فرمایا: ''کیا میں تجھے دین کا سر، اس کا ستون اور اس کے کوہان کی بلندی نہ

---

❶ سنن ابن ماجه، ابواب الفتن: ٣٩٧٠؛ مسند احمد: ٢/ ٣٧٨؛ جامع الترمذي: ٢٣١٤۔ ❷ صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان: ٦٤٧٧؛ صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب حفظ اللسان: ٧٤٨١؛ جامع الترمذي: ٢٣١٤۔

❸ صحيح بخاري: ٦٤٧٨۔ ❹ ٣٢/السجدة:١٦۔١٧۔

بتلاؤں؟" میں نے کہا کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول (ﷺ!) (ضرور بتلایئے) آپ ﷺ نے فرمایا: "(1) دین کا سر اسلام ہے (2) اس کا ستون نماز ہے اور (3) اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔" پھر فرمایا: "کیا میں تجھے ایسی بات نہ بتلاؤں، جس پر ان سب (گیارہ باتوں) کا دارومدار ہے؟" میں نے کہا کیوں نہیں یارسول اللہ (ﷺ!) آپ ﷺ نے اپنی زبان کو پکڑا اور فرمایا: "اس کو روک کے رکھ۔" میں نے عرض کیا، کیا ہم زبان کے ذریعے سے جو گفتگو کرتے ہیں، اس پر بھی ہماری گرفت ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تیری ماں تجھے گم پائے (یہ بددعا نہیں، عربی محاورہ ہے) جہنم میں لوگوں کو ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیاں ہی اوندھے منہ گرائیں گی۔" [1]

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول (ﷺ!) فلاں عورت کے بارے میں چرچا ہے کہ وہ کثرت کے ساتھ نوافل ادا کرتی ہے، نفلی روزے رکھتی ہے اور نفلی صدقہ کرتی ہے البتہ زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ((هِيَ فِي النَّارِ)) "وہ دوزخ میں ہے۔" اس شخص نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول (ﷺ!) فلاں عورت کے بارے میں چرچا ہے کہ وہ نفلی روزے کم رکھتی ہے، نفلی صدقہ کم دیتی ہے اور نوافل کم پڑھتی ہے، صرف پنیر کے ٹکڑوں کا صدقہ کرتی ہے اور زبان کے ساتھ اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی آپ ﷺ نے فرمایا: ((هِيَ فِي الْجَنَّةِ)) "وہ جنت میں ہے۔" [2]

اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہہ دیا: آپ کو حضرت صفیہ میں یہی کافی ہے کہ وہ ایسے ایسے ہے...... مسدد کے علاوہ دوسرے راوی نے وضاحت کی کہ اس سے ان کی مراد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا پست قامت ہونا تھا...... تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر اسے سمندر میں ملا دیا جائے تو وہ کڑوا ہو جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے سامنے کسی کی نقل اتاری تو آپ

---

[1] جامع الترمذی، ابواب الایمان: ٢٦١٦۔

[2] مسند احمد وسنن بیھقی شعب الایمان، بحوالہ مشکوٰۃ: ٤٩٩٢۔

نے فرمایا: ''میں کسی کی نقل اتارنا پسند نہیں کرتا، خواہ مجھے اتنا اتنا مال ملے۔'' [1]

ان احادیث کو بار بار پڑھنے کی ضرورت ہے جن میں زبان کی بے اعتدالی کے نقصانات کو واضح کیا گیا ہے اس لیے ضروری ہے کہ انسان ہر بات کرنے سے پہلے اسے تولے اور پھر بولے، کیونکہ اگر زبان کی حفاظت اور اس کو صحیح استعمال نہ کیا تو وہ انسان کو تباہی کے گڑھے میں ڈال دے گی، زبان کی حفاظت کی بار بار تاکید بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے فرمائی کہ زبان کی بے احتیاطی انسان کو دنیا میں بھی رسوا کر کے رکھ دیتی ہے اور آخرت کے دن انسان پر اللہ کا غضب بھی اس کے سبب نازل ہونے والا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تو ارکانِ اسلام کے بعد نفلی روزوں، صدقہ وخیرات اور نمازِ تہجد، اسلام اور اسلام کے سب سے اہم ستون نماز اور جہاد جیسے اعمال کی قبولیت اور عدمِ قبولیت کا دارومدار زبان پر رکھا گیا ہے جس سے واضح ہے کہ اگر زبان کی حفاظت نہ کی گئی تو سارے اعمال برباد ہو سکتے ہیں اور انسان جنت میں جانے کی بجائے جہنم کا ایندھن بن سکتا ہے۔ پھر آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ پر ذرا غور فرمائیں جس میں انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو پست قد کہا اور کسی کی نقل اتاری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسند فرمایا اور اسے غیبت قرار دیا۔ کیونکہ کسی کی فطری خلقت پر عیب لگانا اور تمسخر اور ٹھٹھا کرنا حرام ہے۔ یہ گویا اللہ عزوجل پر عیب لگانا اور اپنی بڑائی کا اظہار ہے۔ یہاں لفظ (مُزِجَتْ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، جس کے معنی ہیں، پانی کے ساتھ مل جانا کہ اس کی سخت بدبو اور قباحت سے پانی کا ذائقہ یا اس کی بو بدل جائے اور یہ تشبیہ غیبت کی ممانعت میں نہایت بلیغ اور موثر ہے۔ اور دوسرا لفظ (حَكَيْتُ) نقل اتاری، عربی میں ''مُحَاكَاةً۔'' کا اکثر استعمال کسی کی برائی یا جسمانی عیب کی نقل اتارنے کے لئے ہوتا ہے، مثلاً وہ لنگڑا کے چلتا ہے، یا کبڑوں کی طرح سر جھکائے رکھتا ہے، وغیرہ۔ ایسی نقل بھی غیبت ہے۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس کلمے کی بابت کہ صفیہ تو کوتاہ قامت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ تشبیہ بیان فرمائی اور کسی کی نقل اتارنے پر

[1] سنن ابی داود، کتاب الادب، بابٌ فی الغیبة: ٤٨٧٥؛ جامع الترمذی، ابواب صفة القیامة، باب تحریم الغیبة: ٢٥٠٢_ ٢٥٠٣_

فرمایا: ”میں پسند نہیں کرتا کہ میں کسی انسان کی نقل اتاروں چاہے اس کے بدلے مجھے اتنا اتنا مال ملے۔“ اس سے واضح ہے کہ ایک دوسرے کی بابت ایسی گفتگو کرنا جو کسی کے لیے ناگوار ہو یا بطور تحقیر جسمانی عیب کی نقل اتارنا یا تنقیص کے لیے اسے بیان کرنا بہت سخت گناہ ہے جس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیے۔ اس سے یہ بھی مترشح ہوا کہ جب فطری امور پر عیب لگانا حرام ہے تو اعمال پر نامناسب تبصرہ بھی جائز نہیں الا یہ کہ کوئی معصیت کا عمل ہو تاکہ لوگوں کو اس سے عبرت حاصل ہو۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ گناہ کرنے والے نے توبہ کر لی ہو بایں صورت اس کا ذکر کرنا بالاولی جائز نہیں ہے۔ البتہ اعمالِ خیر کا ذکر کرنا جائز ہے۔

گناہ بھی نیکیوں کو کھا جاتے ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟“ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس (نقد) درہم ہوں اور نہ کوئی سامان۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(نہیں، بلکہ) میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت والے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا (لیکن اس کے ساتھ ساتھ) وہ اس حال میں آئے گا، کسی کو اس نے گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان تراشی کی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ پس ان (تمام مظلومین) کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی (تاکہ ان پر کیے گئے ظلم کی تلافی ہو جائے) پس اگر اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں قبل اس کے کہ اس کے ذمے دوسروں کے حقوق قابل ادا ہوں، تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا (کیونکہ نیکیوں سے اس کا دامن بالکل خالی ہو جائے گا۔“ [1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز، روزوں کی پابندی اور زکوٰۃ کی ادائیگی وغیرہ جیسے فرائض کا التزام، یقیناً ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ اخلاقیات کا اہتمام اور معاملات کی درستی بھی نہایت ضروری ہے۔ نجات اس شخص کی ہوگی جو بیک وقت ان تمام چیزوں کا خیال رکھے گا اور ان کے تقاضوں کو صحیح طریقے سے ادا کرے گا۔ ورنہ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البرّ، باب تحریم الظلم: ٦٥٧٩۔

اخلاقیات ومعاملات سے بے نیازی برت کر صرف عبادات کی ادائیگی یا عبادات سے غفلت واعراض کر کے صرف اخلاقیات اور حسن معاملہ کا اہتمام نجات کے لیے کافی نہ ہوگا۔

لعن طعن کرنا حرام ہے اور حسنِ اخلاق جنت کا ضامن

لعن طعن اور سب وشتم کمالِ دین کے بھی منافی ہے اور کمالِ صدق کے بھی منافی ہے، اور جس مرد وعورت کی لعن طعن کی عادت بن جائے وہ اسے فاسق بنا دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے شخص کا کوئی مقام نہیں اور مومن پر لعنت کرنے کو قتل کے برابر جرم قرار دیا گیا ہے اور زبان دراز اور بدگو عورت کو تو جہنم کا ایندھن قرار دیا گیا ہے۔ اس باب کی چند احادیث کا مطالعہ شاید ہمارے لیے مفید ثابت ہو۔ حضرت ابوزید ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن پر لعنت کرنا، اس کو قتل کرنے کے برابر ہے۔'' [1]

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی راست باز (مومن) کے لیے مناسب نہیں کہ وہ لعن طعن کرنے والا ہو۔'' [2]

اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لعن طعن کرنے والے، قیامت کے دن سفارشی ہوں گے اور نہ گواہ۔'' [3]

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن طعنہ زنی کرنے والا ہوتا ہے اور نہ لعنت کرنے والا، نہ فحش گوئی کرنے والا اور نہ فضول گوئی و زبان درازی کرنے والا۔'' [4]

اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے، لیکن اس کے لیے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر وہ زمین کی طرف اترتی ہے تو اس کے لیے زمین کے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز: ۱۳۶۳؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان: ۱۱۰۔
[2] صحیح مسلم، کتاب البرّ: ٦٦٠٨۔ [3] صحیح مسلم: ٦٦١٦۔
[4] جامع الترمذی، ابواب البِرّ، باب ما جاء فی اللعنة: ۱۹۷۷؛ الحاکم: ۱/ ۱۲ وصححه الذهبی۔

دروازے بھی بند کر دیے جاتے ہیں۔ پھر دائیں اور بائیں سمت اختیار کرتی ہے۔ پھر جب کوئی گنجائش نہیں پاتی تو اس کی طرف لوٹتی ہے جس پر لعنت کی گئی ہوتی ہے۔ پس اگر وہ چیز اس لعنت کی مستحق ہوتی ہے (تو اسی پر پڑتی ہے) ورنہ وہ لعنت کرنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔'' ❶

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: ''بلاشبہ مومن اپنے حسن اخلاق (عمدہ عادات) کی بنا پر روزہ دار، شب زندہ دار کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔'' ❷

اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میزان میں حسن خلق سے بڑھ کر اور کوئی چیز بھاری نہیں ہوگی۔'' ❸

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں ذمہ دار ہوں ایک محل کا، جنت کی ایک جانب میں، اس شخص کے لیے جو جھگڑا چھوڑ دے، اگرچہ حق پر ہو۔ اور ایک محل کا، جنت کے درمیان میں، اس شخص کے لیے جو جھوٹ چھوڑ دے، اگرچہ مزاح ہی میں ہو۔ اور جنت کی اعلیٰ منازل کا، اس شخص کے لیے جو اپنے اخلاق کو عمدہ بنا لے۔'' ❹

اور حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ترش رو بدمزاج جنت میں داخل نہیں ہوگا اور نہ تکبر سے چلنے والا۔'' ❺

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو اور کثرت سے استغفار کیا کرو۔ میں نے جہنم میں تمہاری تعداد سب سے زیادہ دیکھی ہے۔'' ایک عقل مند خاتون نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول!

---

❶ سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الطعن: ٤٩٠٥؛ مسند احمد: ١/ ٤٠٨؛ سنن بیهقی: ٩/ ١٦٤؛ السلسة الصحیحه للالبانی، ٣: ١٢٦٩۔

❷ سنن ابی داود، کتاب الادب: ٤٧٩٨؛ مسند احمد: ٦/ ١٣٢؛ صحیحه ابن حبان: ١٩٢٧؛ الحاکم: ١/ ٦٠ ووافقه الذهبی۔

❸ سنن ابی داود: ٤٧٩٩؛ جامع الترمذی: ٢٠٠٣؛ صحیحه ابن حبان: ١٩٢١۔

❹ سنن ابی داود: ٤٨٠٠؛ سنن بیهقی: ١٠/ ٢٤٩۔ ❺ سنن ابی داود: ٤٨٠١؛ مسند ابی یعلیٰ: ١٤٧٦؛ المصنف: ٨/ ٣٢٨؛ الحاکم: ١/ ٦٠، ٦١۔

(ﷺ) اس کی کیا وجہ ہے کہ جہنم میں ہماری تعداد زیادہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم (گالی گلوچ اور) لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور رفیقِ حیات کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے نہیں دیکھا کہ عقل اور دین میں ناقص ہونے کے باوجود کوئی چیز عقل مند آدمی پر تم سے زیادہ غالب آتی ہو۔'' اس نے کہا: اللہ کے رسول! (ﷺ) عقل اور دین کا نقص کون سا ہے؟ فرمایا: ''عقل کی کمی تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے۔ یہ اس کی عقل کی کمی کی وجہ سے ہے۔ اور وہ (مہینے میں) کئی دن نماز نہیں پڑھتی اور رمضان میں (ان ایام میں) روزہ نہیں رکھ سکتی، یہ دین کا نقص ہے۔'' [1]

اور صحیح بخاری میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو اس میں اکثریت فقرا کی تھی اور میں نے جہنم میں جھانک کر دیکھا تو اس میں اکثریت عورتوں کی تھی۔'' [2]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج گرہن ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ کی معیت میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے گرہن کی نماز ادا کی...... پھر آپ ﷺ فارغ ہوئے تو سورج واضح ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں دو نشانیاں ہیں، کسی شخص کی موت اور کسی شخص کی ولادت پر ان کو گرہن نہیں ہوتا جب تم ان کو گرہن (کی حالت) میں دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! (ﷺ) ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے قیام کی حالت میں کسی چیز کو پکڑا ہے بعد ازاں ہم نے دیکھا کہ آپ (ذرا) پیچھے ہٹے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے جنت کا مشاہدہ کیا۔ میں نے اس سے ایک خوشہ لینا چاہا اگر میں لے لیتا تو دنیا کے باقی رہنے تک تم اس سے کھاتے رہتے اور میں نے دوزخ کا مشاہدہ کیا میں نے اس جیسا خوفناک منظر کبھی نہیں دیکھا اور میں نے دیکھا کہ دوزخ میں اکثریت عورتوں کی ہے۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! (ﷺ)

---

[1] سنن ابن ماجه، ابواب الفتن: ٤٠٠٣؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان: ٢٤١۔

[2] صحيح بخاری: ٢٣٤١، ٥١٩٨، ٦٤٤٩، ٦٥٤٦۔

اس کا سبب کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا سبب ان کی ناشکری ہے۔'' دریافت کیا گیا، اللہ کی ناشکری کرتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان کی ناشکر گزار ہوتی ہیں اگر تم زمانہ بھر ان میں سے کسی کے ساتھ احسان کرتے رہو پھر وہ تم سے کچھ (اپنی مرضی کیخلاف نامناسب کام) دیکھ لیں تو وہ کہتی ہیں میں نے تجھ سے کبھی خیر کو نہیں دیکھا۔'' [1]

لعن طعن کی ایک قسم چغل خوری بھی ہے

چغل خوری کسے کہتے ہیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس موذی مرض کو یوں بیان فرمایا ہے کہ ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝﴾ [2] ''ہر طعن زن، عیب جو کے لیے ہلاکت ہے۔'' ''هَمَّاز۔'' جو قول کے ساتھ طعن کرے اور ''لَمَّاز'' وہ ہوتا ہے جو فعل کے ساتھ طعن آمیز اشارے کرے، ایسا کرنے والا دراصل لوگوں کو حقیر اور کم مرتبہ جانتے ہوئے ایسا کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿هُمَزَةٍ﴾ اور ﴿لُّمَزَةٍ﴾ کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ ''طعن کرنے والا اور عیب جوئی کرنے والا۔'' اور ایک روایت میں غیبت کرنے والا۔ اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے ﴿هُمَزَةٍ﴾ کی تفسیر یہ ہے کہ ہمزہ اس اشارے کو کہتے ہیں جو ہاتھ اور آنکھ سے ہو اور ﴿لُّمَزَةٍ﴾ اسے کہتے ہیں جو زبان سے ہو۔ [3]

مزید دوسری جگہ پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے ﴿هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ ۝﴾ [4] ''بڑا ہی عیب جو چلتا پھرتا چغل خور ہے۔'' ﴿هَمَّازٍ﴾ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے معنی غیبت کرنے والے کے ہیں اور ﴿مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ ۝﴾ ''چغلی کھانے والا۔'' یعنی وہ جو لوگوں کی چغلی کھاتا، انہیں ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کرتا اور لوگوں میں فساد پھیلانے کے لیے ایک دوسرے کو باتیں بتلاتا ہو، یہ بات تباہ و برباد کر دینے والی ہے جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ)) ''چغل خور

---

[1] صحیح بخاری: ۱۰۵۲، ۵۱۹۷، ۲۹۔ [2] ۱۰۴/ الھمزہ: ۱۔

[3] تفسیر ابن کثیر، الھمزہ: ۱۰۴/ ۱۔ [4] ۶۸/ القلم: ۱۱۔

جنت میں داخل نہیں ہوگا۔" ❶

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ "قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "انہیں عذاب دیا جا رہا ہے اور انہیں کسی بہت بڑی بات میں عذاب نہیں دیا جا رہا۔ رہا یہ شخص تو یہ پیشاب سے نہ بچتا تھا اور یہ (دوسرا) تو یہ چغل خوری کیا کرتا تھا۔" پھر آپ نے کھجور کی ایک تازہ ٹہنی منگوائی، اسے دو حصوں میں چیرا اور ہر دو قبروں پر ایک ایک کو گاڑ دیا اور فرمایا: "امید ہے کہ ان کے خشک ہونے تک ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔" ❷

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میں تمہیں بتلاؤں کہ "عَضۃ" کیا چیز ہے؟ وہ چغلی ہے، لوگوں کے درمیان (کسی کی) بات کرنا۔" ❸

ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ چغل خوری، کذب بیانی اور بہتان تراشی وغیرہ یہ سب کبیرہ گناہ ہیں جو زبان سے سرزد ہوتے ہیں، ان سے معاشرے میں فساد پھیلتا اور لوگوں کے درمیان تفرقہ برپا ہوتا ہے۔ جو شخص چغلی کو حلال سمجھتے ہوئے چغلی کرتا اور لوگوں کے درمیان فساد ڈالتا ہے درآں حالیکہ اس کے حرام ہونے میں کتاب وسنت کی نصوص ہیں ایسا شخص یقیناً جنت میں نہیں جائے گا ہاں وہ شخص جو اس کو حرام ہی جانتا ہے لیکن بشری کمزوری کی وجہ سے چغل خوری کا گناہ صادر ہو جاتا ہے تو اگر اللہ نے اس کا یہ گناہ معاف نہیں کیا تو وہ پہلے اس کی سزا جہنم میں بھگتے گا اور اس کے بعد جنت میں جائے گا۔ یعنی ایسا گناہگار مسلمان پہلے مرحلے میں جنت میں نہیں جائے گا، اِلّا یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے۔

جھوٹ اور دورُخا پن بھی زبان کے گناہ ہیں

جھوٹ اور دورُخا پن، ابن الوقت اور منافقین کا شیوہ ہے۔ جس کو قرآن میں سورۃ

❶ مسند احمد: ٥/ ٣٨٢؛ صحیح بخاری، کتاب الادب: ٦٠٥٦؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان: ٢٩١؛ ابی داود: ٤١٧٧؛ ترمذی: ٢٠٢٦۔

❷ سنن ابی داود، کتاب الطهارة: ٢٠؛ صحیح بخاری، کتاب الادب: ٦٠٥٢؛ صحیح مسلم، کتاب الطهارة: ٦٧٧؛ جامع الترمذی: ٧٠؛ سنن نسائی: ٣١؛ سنن ابن ماجه: ٣٤٧۔ ❸ صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم النمیمه: ٦٦٣٦۔

البقرہ آیات: ۸ تا ۲۰ میں بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے ان آیات کا مطالعہ کسی تفسیر کی روشنی میں کیجیے۔ ایسے لوگ اپنی سمجھ میں بڑے دانا بننے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مصلحت کیش باور کراتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ نہایت کمینے، انتہائی بزدل اور اخلاقی پستی میں گرے ہوئے ہوتے ہیں اس لیے قرآن مجید میں سینکڑوں مقامات پر ان کی مذمت کی گئی ہے اور آنحضرت ﷺ نے بھی ان کی کئی صفات بیان فرمائی ہیں تاکہ ان مصلحت کیش لوگوں سے مسلمان خبردار رہیں۔ چند احادیث ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: ''بدترین ہے وہ آدمی جو دوڑخا ہو کہ اس کے پاس جائے تو ایک منہ ہو، دوسرے کے پاس جائے تو دوسرا منہ۔'' [1]

اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے دنیا میں دو منہ ہوئے (جو آدمی دوڑخا ہوا) قیامت کے روز اس کی دو زبانیں ہوں گی جو آگ کی ہوں گی۔'' [2]

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگوں کو کانوں کی طرح پاؤ گے۔ ان میں جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے، اسلام میں بھی بہتر ہیں جبکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کرلیں۔ اور اس حکمرانی کے معاملے میں تم ان لوگوں کو سب سے بہتر پاؤ گے جو اس کو سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہوں گے۔ اور تم لوگوں میں سب سے بدتر دوڑخے شخص کو پاؤ گے جو ان (لوگوں) کے پاس ایک رخ (چہرہ) لے کر جائے اور ان کے پاس دوسرا رخ۔'' [3]

اور حضرت محمد بن زید بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا، ہم اپنے حکمرانوں کے پاس جاتے ہیں تو ان سے ایسی باتیں کرتے

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الادب: ٤٨٧٢؛ صحیح مسلم: ٦٦٣٠؛ مسند احمد: ٢/ ٢٤٥؛ الحمیدی: ١١٣٩۔ [2] بخاری فی ادب المفرد: ١٣١٠۔

[3] صحیح بخاری، کتاب المناقب: ٣٤٩٣؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة: ٦٤٥٤۔

ہیں جو ان باتوں سے مختلف ہوتی ہیں جو ہم ان کے پاس سے باہر نکل کر کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم ایسے رویے کو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نفاق شمار کرتے تھے۔'' ❶

حکمرانوں کے سامنے تو ان کی تعریف کرنا اور آگے پیچھے ان کی مذمت کرنا، یہ عملی نفاق ہے۔ یہ بات حکمرانوں سے متعلق ہو یا کسی دوسرے کے متعلق دو رُخے پن کا مظاہرہ جو شخص بھی کرے گا وہ عملی نفاق ہی ہوگا جو شخص ایک شخص یا ایک گروہ کے پاس جائے تو اسے باور کرائے کہ وہ اس کا خیر خواہ اور ساتھی ہے اور دوسرے کا مخالف۔ لیکن جب دوسرے گروہ کے پاس جائے تو وہاں بھی یہی تاثر دے۔ یہ عملی نفاق اس لیے ہے جو دل میں ہے وہ زبان پر نہیں اور جو زبان پر ہے وہ دل میں نہیں۔ ایک سچے مسلمان کا کردار تو یہ ہے کہ حکمران اگر اچھا، متقی اور عادل ہے تو منہ پر بھی اس کی تعریف کی جائے اور پیٹھ پیچھے بھی اسے اچھے لفظوں میں یاد کیا جائے (بطور خوشامد نہیں بوقت ضرورت) اور اگر وہ برا ہے تو اسے اس کے منہ پر بھی اللہ کی نافرمانی کے انجامِ بد سے ڈرایا جائے اور آگے پیچھے بھی یہی رویہ اختیار کیا جائے۔ کیونکہ یہی خیر خواہانہ طرزِ عمل ہے، جس کی تاکید ایک مسلمان کو کی گئی ہے۔ دو رُخا آدمی جس طرح زبان اور عمل سے جھوٹ کا مظاہرہ کر رہا ہوتا ہے اسی طرح زبان سے جھوٹ بول کر بھی وہ اپنی عاقبت برباد کر رہا ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ جھوٹ کی حرمت کو بھی واضح کر دیا جائے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ سچائی، نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور یقیناً آدمی سچ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں صدیق (راست باز) لکھ دیا جاتا ہے اور بلاشبہ جھوٹ نافرمانی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نافرمانی جہنم کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور یقیناً آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔'' ❷

---

❶ صحيح بخاري، كتاب الاحكام: ٧١٧٨۔ ❷ صحيح بخاري، كتاب الادب: ٦٠٩٤؛ صحيح مسلم، كتاب البر، باب قبح الكذب وحسن الصدق: ٦٦٣٧۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''چار خصلتیں ہیں، جس میں وہ ہوں گی، وہ خالص منافق ہوگا اور جس کے اندر ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ (پہلی خصلت یہ ہے کہ) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، (دوسری خصلت یہ ہے کہ) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (تیسری خصلت یہ ہے کہ) جب عہد کرے تو بے وفائی کرے اور (چوتھی خصلت یہ ہے کہ) جب جھگڑے تو بدزبانی کرے۔'' ❶

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں؟ ہم نے کہا، کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، اور آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ (سیدھے ہوکر) بیٹھ گئے اور فرمایا: ''سنو! اور جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی۔ پس آپ برابر یہ بات دہراتے رہے، یہاں تک کہ ہم نے کہا، کاش! آپ ﷺ خاموشی اختیار فرمالیں۔'' ❷

اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر اپنے صحابہ سے دریافت فرماتے تھے، کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ پس آپ ﷺ کے سامنے کوئی شخص، جو اللہ چاہتا بیان کرتا۔ اور ایک دن صبح کے وقت آپ ﷺ نے ہمارے سامنے بیان فرمایا:

((...وَاَمَّا الرَّجُلُ الَّذِیْ اَتَیْتُ عَلَیْهِ یُشَرْشَرُ شِدْقُهٗ اِلٰی قَفَاهُ وَمَنْخِرُهٗ اِلٰی قَفَاهُ، وَعَیْنُهٗ اِلٰی قَفَاهُ، فَاِنَّهُ الرَّجُلُ یَغْدُو مِنْ بَیْتِهٖ فَیَكْذِبُ الْكَذْبَةَ تَبْلُغُ الْآفَاقَ...)) ❸

''......اور لیکن وہ آدمی جس کے پاس سے آپ ﷺ گزرے جس کے

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الایمان: ٣٤؛ صحیح مسلم: ٢١٠۔
❷ صحیح بخاری، کتاب الشھادات: ٢٦٥٤؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان: ٢٥٩۔
❸ صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب تعبیر الرؤیا بعد صلاة الصبح: ٧٠٤٧۔

جبڑے کو، اس کے نتھنے کو اور اس کی آنکھ کو اس کی گدی تک چیرا جا رہا تھا، یہ وہ شخص ہے جو صبح اپنے گھر سے نکلتا اور جھوٹ بولتا جو (دنیا کے) کناروں تک پھیل جاتا۔"

گالی دینا، غیبت کرنا اور منہ بنا کر تکلف سے باتیں کرنا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ)) ❶

"مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔"

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) غیبت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارا اپنے بھائی کا ایسے انداز میں ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔" کہا گیا: جو بات میں کہہ رہا ہوں اگر وہ میرے بھائی میں (فی الواقع) ہو؟ (تو بھی وہ غیبت ہوگی؟) آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر اس میں وہ بات موجود ہو اور تم کہو، تب ہی تو غیبت ہے۔ اگر تم کوئی ایسی بات کہو جو اس میں نہ ہو، تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔" ❷

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے جو اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ ہیں جو دوسرے لوگوں کا گوشت کھاتے اور ان کی عزتوں سے کھیلتے تھے۔" ❸

اور حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے وہ لوگو جو اپنی زبانوں سے ایمان لائے ہو مگر ایمان ان کے دلوں میں نہیں اترا ہے! مسلمانوں کی بدگوئی نہ کیا کرو، اور نہ ان کے عیبوں کے درپے ہوا کرو، بلاشبہ جو ان کے عیبوں کے درپے

---

❶ صحيح بخاري، كتاب الادب: ٦٠٤٤۔

❷ سنن ابی داود، کتاب الادب: ٤٨٧٤۔

❸ سنن ابی داود: ٤٨٧٤؛ مسند احمد: ٣/ ٢٢٤۔

ہوگا اللہ بھی اس کے عیبوں کے درپے ہوگا۔ اور اللہ جس کے عیبوں کے درپے ہوگیا تو اسے اس کے گھر کے اندر رسوا کردے گا۔'' ❶

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آپس میں گالی گلوچ کرنے والے جو بھی کہیں، اس کا گناہ ابتدا کرنے والے ہی پر ہے جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے۔'' ❷

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تحقیق اللہ عزوجل ایسے آدمی سے غصے ہوتا ہے جو (ناحق) زبان آور ہو (بہت باتیں بنائے) اپنی زبان کو ایسے چلائے جیسے گائے چلاتی ہے (اور لپیٹ لپیٹ کر گھاس کھاتی ہے)۔'' ❸

اسلام قطعاً طلاق کو پسند نہیں کرتا اس لیے اس نے اس کو مبغوض قرار دیا ہے اور اگر حالات ایسے پیدا ہوجائیں کہ طلاق دینا پڑ جائے تو اس نے ضابطہ دیا ہے کہ ہر اس طہر میں جس میں جماع نہ کیا ہو ایک ایک طلاق دے اور دو طلاقوں تک رجوع کی گنجائش دی تاہم تیسری طلاق کے بعد میاں بیوی ایک دوسرے پر حرام ہوجائیں گے اور عدت کے بارے میں ہدایت کی گئی کہ مرد کے گھر گزارے نہ عورت اس گھر کو چھوڑے اور نہ مرد اسے نکالے شاید اس طریقۂ کار سے مفاہمت کی کوئی شکل پیدا ہوجائے اِلّا یہ کہ کوئی کھلی گمراہی عورت سے سرزد ہو ان ہدایات اور ضابطوں کے باوجود حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کے حوالے سے اپنی گھریلو صورتحال بیان کی کہ ''میری بیوی ہے اور اس کی زبان میں کچھ ہے۔ یعنی زبان دراز اور بدگو ہے۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((فَطَلِّقْهَا اِذًا)) ''اسے طلاق دے دو۔'' یعنی ایسی عورت جو زبان دراز اور بدگو ہے وہ گھر میں رکھنے کے قابل نہیں ہے اسے طلاق دے دو۔ اگر آپ کے ذہن میں گزشتہ اوراق میں بیان ہونے والے دلائل وبراہین محفوظ ہیں تو ٹھیک ورنہ عنوان ''زبان دراز اور بدگو عورت کا حقیقی علاج طلاق ہے۔'' سے یہاں تک ایک مرتبہ پھر پڑھیں اور پھر آنحضرت ﷺ کے اس فرمان ''اسے طلاق دے

---

❶ سنن ابی داود: ٤٨٨٠؛ جامع الترمذی: ٢٠٣٢؛ مسند احمد: ٤/ ٤٢٠۔

❷ سنن ابی داود: ٤٨٩٤؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة: ٦٥٩١۔

❸ سنن ابی داود: ٥٠٠٥؛ جامع الترمذی، ابواب الادب: ٢٨٥٣۔

دو۔'' پر غور کریں تو آپ ﷺ نے ان شوہروں کے لیے جن کی بیویاں زبان دراز اور بدگو ہیں طلاق جیسے قبیح فعل کا دروازہ کھلا رکھا ہے تاکہ بوقتِ ضرورت وہ اس مشکل سے نکل سکیں اور دوسری طرف اس عورت کو خبردار کر دیا ہے جو بدگو اور زبان دراز ہے کہ وہ اپنی اصلاح کر لے بصورتِ دیگر مرد کسی بھی وقت یہ حق استعمال کر سکتا ہے جس سے معاشرے میں تمہاری رسوائی ہوگی۔ اسی تناظر میں اگر آپ اسلامی تعلیمات کا بغور مطالعہ کریں تو دیکھیں گے کہ اسلام نے نکاح کے باب میں مرد کو بھی کچھ بنیادی ہدایات دی ہیں اور عورت کو بھی۔ اگر ان کو پیشِ نظر رکھا جائے تو گھر جنت کدہ بن سکتا ہے۔ تفصیلات کی گنجائش نہیں چند ضروری باتیں پیش خدمت ہیں۔

دین دار زوج کا انتخاب

یہ پہلا اور بنیادی کام ہے کہ مرد ہو خواہ عورت دین دار رشتہ تلاش کرے، کیونکہ نکاح کا تعلق زندگی بھر کے لیے ہوتا ہے اس لیے زندگی کا ساتھی تلاش کرنے میں پوری کوشش کی جائے کہ وہ خدا ترس ہو۔ اصل قابل اعتماد معیار نیکی اور تقویٰ ہے۔ نیک بیوی غربت میں بھی باوقار رہتی ہے اور متمول ہونے کے باوجود بھی مغرور ہو کر خاوند کی توہین نہیں کرتی، اونچے خاندان کی عورت میں اکثر نخوت وتکبر کی عاداتِ بد پائی جاتی ہے اور وہ اپنے خاوند پر حکم چلانے کی کوشش کرتی ہے جس کی وجہ سے خاوند اور بیوی میں محبت پیدا نہیں ہو پاتی جو خوشگوار زندگی کے لیے ضروری ہے۔ لیکن نیک بیوی جو خاوند کے حقوق وفرائض سے آگاہ ہوتی ہے، وہ اونچے خاندان کی ہو یا ادنیٰ خاندان کی، گھر کو جنت بنا دیتی ہے۔

اکثر لوگ ظاہری چیزوں کو اہمیت دیتے اور انہیں افضلیت کا معیار سمجھتے ہیں۔ بہت سے لوگ مالدار خاندان میں شادی کرنا پسند کرتے ہیں تاکہ ان کی دولت میں حصے دار ہو سکیں، حالانکہ دولت ڈھلتی چھاؤں ہے۔ امیر آدمی دیکھتے دیکھتے مفلس ہو جاتے ہیں اور غریب آدمی کے دن پھر جاتے ہیں اور اسے دولت حاصل ہو جاتی ہے، اس لیے دائمی تعلق قائم کرنے کے لیے یہ معیار قابل اعتماد نہیں۔ اسی طرح بہت سے لوگ معزز خاندان میں رشتہ کرنا پسند کرتے ہیں لیکن ضروری نہیں کہ دنیا میں معزز سمجھے جانے والے خاندان کا ہر فرد اخلاق و کردار کے لحاظ

سے بھی اعلیٰ ہو اس لیے یہ معیار بھی قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ یہ بھی مشاہدے کی بات ہے کہ اکثر لوگ ظاہری حسن و جمال پر فریفتہ ہوتے ہیں لیکن یہ معیار انتہائی ناقابلِ اعتماد ہے کیونکہ عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ حسن میں کمی ہوتی چلی جاتی ہے، یا حسن اپنے اور کئی فتنے اپنے ساتھ لے کر آتا ہے جس کی داستانیں زبان زدِ عام ہیں اصل معیار انتخاب وہ ہے جو اس حدیث پاک میں بیان ہوا ہے جسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورتوں سے چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے (کسی سے) اس کے مال کی وجہ سے، (کسی سے) اس کے حسب و نسب کی وجہ سے، (کسی سے) اس کے حسن و جمال کی وجہ سے، (کسی سے) اس کی دین داری اور نیکی کی وجہ سے۔ تو دین دار عورت (کے حصول میں) کامیاب ہو جا۔ تیرا بھلا ہو۔'' [1]

عورتوں سے حسنِ سلوک

اسلام کا خاندانی نظام میاں بیوی اور بچوں پر مشتمل ہوتا ہے، خاوند بیوی اور بچے مل کر معاشرے کی بنیادی اکائی تشکیل دیتے ہیں۔ زندگی گزارنے کے لیے گھر کے ان افراد کو باہمی تعاون کی ضرورت دوسروں کی نسبت بہت زیادہ ہوتی ہے اس لیے ان کے تعلقات کی اصلاح معاشرے کی اصلاح کی بنیاد ہے۔ خاوند اور بیوی کے باہمی تعلقات محبت، ہمدردی، ایثار اور اخلاص پر مبنی ہونے چاہییں۔ بیوی سے حسن سلوک کا فائدہ سب سے پہلے خاوند کو حاصل ہوتا ہے، اسی طرح خاوند سے محبت اور احترام کا یہ رویہ سب سے پہلے خود عورت کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے۔ خاوند بیوی کے بہتر تعلقات کے نتیجے میں بچے بھی اچھے اخلاق اور اچھی عادات سیکھتے ہیں اور بڑے ہو کر معاشرے کے لیے بھی اور خود اپنے والدین کے لیے بھی رحمت ثابت ہوتے ہیں لیکن اگر میاں بیوی کے تعلقات خوش گوار نہیں تو بچوں پر برا اثر ہوتا ہے اور وہ بری عادات سیکھ کر والدین کے لیے بھی مصیبت کا باعث ہوتے ہیں اور

---

[1] سنن ابن ماجه، ابواب النكاح: ١٨٥٨؛ صحيح بخاري، كتاب النكاح: ٥٠٩٠؛ صحيح مسلم، كتاب الرضاع: ٣٦٣٥؛ سنن ابى داود: ٢٠٤٧؛ سنن نسائي: ٣١٩٦۔

معاشرے میں بھی فتنے فساد کا باعث بنتے ہیں۔ یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ کسی غلط کام سے روکنے کے لیے مناسب حد تک سختی کرنا حسنِ سلوک کے منافی نہیں۔ عورتوں سے حسنِ سلوک کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو بار بار تاکید بھی فرمائی اور خود اس کا عملی نمونہ بھی پیش کیا جیسا کہ ذیل کی چند احادیث سے واضح ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور تم سب کی نسبت میں اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں۔'' [1]

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے بہتر وہ لوگ ہیں، جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہیں۔'' [2]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے وہ شخص بہت اچھا ہے جو اپنے گھر والوں کے (حق میں) اچھا ہے اور میں اپنے اہل والوں کے لیے تم سب سے اچھا ہوں اور جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہو جائے تو اس کے عیوب بیان نہ کیا کرو۔'' [3]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اپنے کسی لونڈی غلام کو مارا، نہ کبھی کسی بیوی کو مارا۔ (بلکہ) آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کسی چیز کو نہیں مارا۔ [4]

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا (جس میں مختلف مسائل بیان فرمائے) پھر عورتوں کا ذکر فرمایا تو ان کے بارے میں لوگوں کو نصیحت کی پھر فرمایا: ''آدمی کب تک اپنی عورت کو لونڈی کی طرح پیٹتا رہے گا؟ شاید دن کے آخر میں اس کے ساتھ لیٹے۔'' [5]

---

[1] سنن ابن ماجه: ١٩٧٧؛ صحیح ابن حبان (موارد): ١٣١١، ١٣١٥، ١٣١٢ والحاكم: ٣/ ١٧٣۔ [2] سنن ابن ماجه: ١٩٧٨۔ [3] جامع الترمذی: ٣٨٩٥؛ السلسلة الصحيحه للالبانی: ٢٨٥۔ [4] سنن ابن ماجه: ١٩٨٤؛ صحیح مسلم، كتاب الفضائل: ٦٠١٥ـ ٦٠٤٥۔ [5] سنن ابن ماجه: ١٩٨٣؛ صحیح بخاری، كتاب التفسير: ٤٩٤٢، ٥٢٠٤؛ صحیح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها: ٧١٩١؛ جامع الترمذی: ٣٣٤٣؛ سنن ابن ماجه: ١٩٨٣۔

اور حضرت ایاس بن عبداللہ بن ابوذباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی بندیوں کو ہرگز نہ مارو۔" (چند دن بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اللہ کے رسول! عورتیں اپنے خاوندوں کے ساتھ دلیر ہو گئی ہیں (اور گستاخ ہو گئی ہیں) نبی ﷺ نے انہیں مارنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ انہیں مار پڑی۔ تب بہت سی عورتوں نے آلِ محمد ﷺ (ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن) کے ہاں چکر لگائے (اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے اپنے خاوندوں کی شکایتیں کیں) صبح کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آج آلِ محمد (ﷺ) کے ہاں ستر عورتیں آئیں۔ ہر عورت اپنے خاوند کی شکایت کر رہی تھی۔ تم دیکھو! ایسے لوگ اچھے نہیں ہیں۔" (1)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دنیا ساری کی ساری فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور دنیا کا بہترین سامان صالحہ بیوی ہے۔" (2)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جسے چار چیزیں مل گئیں اسے دنیا وآخرت کی خیر و برکت مل گئی (1) ایسا دل جو اللہ کا شکریہ ادا کرنے والا ہے (2) ایسی زبان جو اللہ کے ذکر میں محو ہے (3) ایسا بدن جو مصائب پر صبر کرنے والا ہے (4) ایسی بیوی جو اپنے جسم اور خاوند کے مال میں خیانت کرنے والی نہیں ہے۔" (3)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کوئی مومن شخص اپنی مومنہ (بیوی) سے بغض نہ رکھے۔ اگر اس کی ایک عادت ناپسند ہو گی، تو اس کی کسی دوسری عادت کو وہ پسند بھی کرے گا۔" (4)

حسنِ معاشرت کا یہ بھی ایک انداز تھا

آنحضرت ﷺ نے ہمیں ہر شعبۂ زندگی اور اس کے جملہ پہلوؤں کے حوالے سے اسوۂ حسنہ عطا فرمایا ہے۔ حسنِ معاشرت میں کیا اسوہ ہمارے لیے چھوڑا ہے اس کے

---

(1) سنن ابن ماجه: ١٩٨٥، سنن ابی داود، کتاب النکاح: ٢١٤٦، صحیحه ابن حبان: ١٣١٦، الحاکم: ٢/ ١٨٨۔ ١٩١۔ (2) صحیح مسلم بحواله مشکوٰة: ٣٠٨٣۔

(3) سنن بیهقی شعب الایمان بحواله مشکوٰة: ٢٣٧٣۔

(4) صحیح مسلم، کتاب الرضاع: ٣٦٤٥، جامع الترمذی: ١١٨٨۔

چند مناظر ملاحظہ کیجیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ''نبی ﷺ نے مجھ سے دوڑ لگائی تو میں آپ سے آگے نکل گئی۔'' ❶

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھی، میں نے آپ ﷺ کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کیا تو میں آپ ﷺ سے آگے بڑھ گئی۔ پھر جب میں بھاری ہوگئی تو آپ مجھ سے آگے بڑھ گئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اس (پہلی دوڑ) کا بدلہ ہے۔'' ❷

گھر یا سفر میں ہر وقت سنجیدگی طاری کیے رکھنا درست نہیں۔ بیوی بچوں سے مناسب مزاح اور ان کا دل خوش کرنے کی کوشش کسی بزرگی کے منافی نہیں اہلِ خانہ کو جائز تفریح کے مناسب مواقع مہیا کرنا آپ ﷺ کی سنت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب رسول اللہ ﷺ کا شرفِ زوجیت حاصل ہوا تو وہ کم سن تھیں۔ رسول اکرم ﷺ ان کی کم عمری کا پورا پورا خیال کرتے ہوئے ان کو دل لگی کے مواقع فراہم کرتے تھے۔ یہ ایک جہادی سفر کا واقعہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''تم لوگ آگے نکل جاؤ۔'' بعد میں ام المومنین کے ساتھ دوڑ کا بدلہ اتر گیا۔'' کیسی تھی گھریلو زندگی آپ ﷺ کی اور کیسا تھا پیار محبت کا انداز ایک اور منظر ملاحظہ کیجیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ہاں گڑیوں کے ساتھ کھیل رہی ہوتی تھی اور میری سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں جب رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لاتے تو مارے شرم کے چھپ جاتیں تو آپ ﷺ انہیں میری جانب بھیج دیتے (اور) وہ میرے ساتھ کھیلتیں۔'' ❸

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ جنگ تبوک یا جنگ حنین سے واپس لوٹے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے طاق پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ ہوا چلی، تو اس سے پردے کا کنارا سرکا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گڑیاں نظر آئیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: ''اے عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ کیا ہیں؟'' انہوں نے کہا، میری گڑیاں ہیں۔ اس دوران آپ ﷺ

---

❶ سنن ابن ماجہ: ۱۹۷۹، مسند احمد: ۳۹/۶، صحیحہ ابن حبان (موارد): ۱۳۱۰۔

❷ سنن ابی داود، کتاب الجهاد: ۲۵۷۸۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الادب: ۶۱۳۰۔

نے ان کے درمیان گھوڑا دیکھا جس کے کپڑے کے ٹکڑوں سے بنے ہوئے دو پر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''گڑیوں کے درمیان یہ کیا ہے؟'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا یہ گھوڑا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: ''گھوڑے کے اوپر کیا ہے؟'' انہوں نے بتایا، دو پر ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس دو گھوڑے تھے جن کے پر تھے۔ (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ میں نے آپ کی کچلیوں کا مشاہدہ کیا۔'' ❶

ایک اور منظر بھی ملاحظہ کیجیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے کے دروازے میں کھڑے تھے اور حبشی لوگ مسجد (کے صحن) میں نیزوں کے ساتھ کھیل رہے تھے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی چادر کے ساتھ ڈھانپ رکھا تھا تاکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان اور کندھے کے درمیان سے ان کا کھیل دیکھوں، آپ میری وجہ سے کھڑے رہتے۔ آخر کار میں ہی کھیل دیکھنے سے (سیر ہوکر) واپس ہوتی، ذرا اندازہ لگائیں ایک کم عمر، کھیل تماشہ کی شوقین لڑکی کی شان......۔'' ❷

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عورت پر مرد کا حق سب سے زیادہ ہے

جہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خاوند کو بیوی کے بارے میں نصیحت و وصیت فرمائی ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کرے وہاں عورت کو بھی کئی انداز سے ہدایت فرمائی ہے کہ وہ اپنے میاں کی فرمانبرداری اختیار کرے اور کسی بھی صورت اس کو ناراض نہ کرے اِلّا یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا تقاضا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کو کیا مقام عطا فرمایا اس کو جاننے کے لیے آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات کا سنجیدگی سے مطالعہ کریں۔

---

❶ سنن ابی داود، کتاب الادب: ٤٩٣٢ وسنن نسائی: ٨٩٥٠۔

❷ صحیح بخاری: ٥٢٣٦، ٤٥٤۔

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ شام سے آئے تو انہوں نے نبی ﷺ کو سجدہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''معاذ! یہ کیا؟'' انہوں نے کہا: میں شام گیا تو میں نے وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے پادریوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں۔ مجھے اپنے دل میں یہ بات اچھی لگی کہ ہم لوگ آپ کے ساتھ (تعظیم اور احترام کا) یہ طریقہ اختیار کریں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم (یہ کام) نہ کرو۔ اگر میں کسی کو اللہ کے سوا کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! عورت اپنے رب کا حق ادا نہیں کر سکتی، جب تک اپنے خاوند کا حق ادا نہیں کرتی۔ اگر وہ اونٹ کے کجاوے پر بیٹھی ہوئی ہو اور خاوند اس سے خواہش کا اظہار کرے تو اسے انکار نہیں کرنا چاہیے۔'' [1]

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جامع الترمذی میں روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کسی (شخص) کو حکم ہوتا کہ وہ کسی شخص کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔'' [2]

اور مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مہاجرین اور انصار (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی جماعت میں تھے ایک اونٹ آیا، اس نے آپ ﷺ کو سجدہ کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! جب آپ ﷺ کو چارپائے اور درخت سجدہ کرتے ہیں تو ہم زیادہ لائق ہیں کہ آپ ﷺ کو سجدہ کریں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی عزت کرو۔ اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی شخص کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے اور اگر خاوند اس کو حکم دے کہ وہ زرد رنگ (کے پتھروں کے) پہاڑ سے سیاہ رنگ (کے پتھروں کے) پہاڑ کی جانب اور سیاہ رنگ (کے پتھروں کے) پہاڑ سے سفید رنگ (کے پتھروں کے) پہاڑ سے سفید رنگ (کے پتھروں کے) پہاڑ کی جانب

---

[1] سنن ابن ماجه، ابواب النكاح: ۱۸۵۳؛ سنن بيهقي: ۷/ ۲۹۲؛ مسند احمد: ۴/ ۳۸۱؛ صحيحه ابن حبان(موارد): ۱۲۹۰۔

[2] جامع الترمذي: ۱۱۵۹؛ سنن ابن ماجه: ۱۸۵۳۔

پتھر منتقل کرے تو اس کے لیے یہی لائق تھا کہ وہ یہ کام سرانجام دے۔" ❶

اور حضرت سیدنا قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حیرہ گیا، تو میں نے دیکھا کہ وہ لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں تو میں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ ان کو سجدہ کیا جائے۔ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بتایا کہ میں حیرہ گیا، تو دیکھا کہ وہ لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سجدہ ریز ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بھلا بتا کہ اگر تو میری قبر پر گزرے تو کیا اسے سجدہ کرے گا؟" میں نے کہا کہ نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم ایسا نہ کرو۔ اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کو کہتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیوی پر شوہر کا بہت حق رکھا ہے۔" ❷

خاوند کو تنگ کرنا کبیرہ گناہ ہے

قابلِ تعریف ہے وہ عورت جو اپنے خاوند کی فرمانبردار ہے، رہی وہ عورت جو اپنے خاوند کے جائز احکام نہیں مانتی وہ کبیرہ گناہ کی مرتکب ہوتی ہے جو عورت اپنے خاوند کو ناجائز تنگ کرتی ہے تو اس سے جنت کی حوروں کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ ایسی عورت کو بددعائیں دیتی ہے۔ جیسا کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب کوئی عورت اپنے خاوند کو ایذا دیتی ہے تو (جنت کی) حوروں میں اس سے اس مرد کی بیوی (حور) کہتی ہے: اللہ تجھے تباہ کرے! اس شخص کو تکلیف نہ دے، یہ تو تیرے پاس مہمان ہے عنقریب تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آنے والا ہے۔" ❸

حدیث میں الفاظ (اَلْحُوْرُ الْعِیْنِ) آئے ہیں جس کے معنیٰ: "گورے رنگ کی اور خوبصورت آنکھوں والی عورتیں ہیں۔" اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے جنتی مردوں کے لیے جنت میں اپنی خاص قدرت سے پیدا فرمایا ہے۔ اس کے باوجود مسلمان

---

❶ مسند احمد بحواله مشكوٰة المصابيح: ٣٢٧٠۔ ❷ سنن ابی داود: ٢١٤٠؛ سنن دارمی: ١٤١٨؛ الحاكم: ٢/ ١٨٧؛ سنن بيهقی: ٧/ ٢٩١؛ جامع الترمذی: ١١٥٩؛ ابن حبان: ١٢٩١۔ ❸ سنن ابن ماجه، ابواب النكاح: ٢٠١٤؛ جامع الترمذی: ١١٧٤ وابونعيم فی الحلية: ٥/ ٢٢٠۔

نیک عورتیں، جو دنیا میں اللہ کے احکامات کے مطابق زندگی گزارتی ہیں، جنت میں ان کا مقام ان حوروں سے بڑھ کر ہوگا۔ نفسِ موضوع یہ ہے کہ بیوی کا خاوند کو تنگ کرنا کبیرہ گناہ ہے یہی وجہ ہے کہ ایسی عورت پر ملائکہ لعنت بھیجتے ہیں جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا بَاتَتِ الْمَرْاَۃُ مُهَاجِرَۃً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تَرْجِعَ)) [1]

''جب ایک عورت (بوجہ ناراضی) اپنے خاوند کے بستر سے الگ رہتی ہے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ واپس آجائے۔''

عورت لمبی نماز یا نفلی نماز اور روزہ خاوند کی اجازت کے بغیر نہیں رکھ سکتی

سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچی جبکہ ہم آپ کے پاس تھے، اس نے (اپنے خاوند) صفوان بن معطل کی شکایت کی کہ جب میں نماز ادا کرتی ہوں تو وہ مجھے مارتا ہے اور جب میں روزے سے ہوتی ہوں تو وہ میرا روزہ افطار کرا دیتا ہے اور سورج نکلنے کے بعد نماز پڑھتا ہے (راوی بیان کرتا ہے) اس کا خاوند صفوان بھی مجلس میں ہی تھا آپ ﷺ نے اس کی بیوی کی شکایت کے بارے میں اس سے دریافت کیا؟ اس نے بتایا اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ جو کہتی ہے کہ جب (وہ) نماز پڑھتی ہے تو میں اسے پیٹتا ہوں تو اس کا سبب یہ ہے کہ یہ (لمبی) سورتیں تلاوت کرتی ہے۔ جبکہ میں نے اس کو اس سے منع کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر ایک ہی سورت ہوتی تو لوگوں کو کافی ہوتی یعنی تجھے لمبی سورتوں کی تلاوت سے احتراز کرنا چاہیے۔ صفوان نے کہا، یہ جو کہتی ہے کہ جب میں روزہ رکھتی ہوں تو میرا روزہ افطار کرا دیتا ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ یہ مسلسل روزے رکھنے لگ جاتی ہے جبکہ میں جوان آدمی ہوں، مجھ سے صبر نہیں ہوسکتا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی عورت اپنے خاوند کی اجازت

---

[1] صحیح بخاری کتاب النکاح: ٥١٩٤ مزید دیکھیے: ٣٢٣٧، ٥١٩٣۔

کے بغیر (نفلی) روزے نہیں رکھ سکتی۔" اور یہ جو کہتی ہے کہ میں سورج طلوع ہونے کے بعد صبح کی نماز پڑھتا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے خاندان کے بارے میں یہ معروف ہے کہ جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے ہم بیدار ہی نہیں ہوتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے صفوان! جب تو بیدار ہو تب نماز پڑھ لیا کر۔" [1]

بہترین جنتی عورت

سنن نسائی اور سنن بیہقی فی شعب الایمان کے حوالے سے صاحبِ مشکوٰۃ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا، کونسی عورت بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ عورت جو اپنے خاوند کو خوش کرے جب وہ اس کی جانب نظر اٹھائے، اس کے حکم کی اطاعت کرے جب وہ اس کو (شریعت کے مطابق) حکم دے اور اپنے وجود اور خاوند کے مال میں خاوند کی مرضی کیخلاف ایسا کام نہ کرے جو اس کے خاوند کو ناپسند ہو۔" [2]

اور ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے:

((اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَاتَتْ، وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ، دَخَلَتِ الْجَنَّةَ)) [3]

"جو عورت اس حال میں فوت ہوئی کہ اس کا خاوند اس سے خوش تھا تو وہ جنت میں جائے گی۔"

مومن بیوی جو آخرت کے معاملات میں مرد کی مددگار ہو

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب سونے چاندی کے بارے میں حکم نازل ہوا تو صحابۂ کرام نے (آپس میں) کہا: ہم کون سا مال حاصل کریں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں یہ (مسئلہ) معلوم کر کے بتاتا ہوں۔ انہوں نے اپنے

---

[1] سنن ابی داود وسنن ابن ماجه بحواله مشكوٰة المصابيح: ٣٢٦٩۔

[2] سنن نسائي: ٣٢٣١؛ سنن بيهقي في شعب الايمان بحواله مشكوٰة: ٣٢٧٢۔

[3] سنن ابن ماجه: ١٨٥٤؛ جامع الترمذي: ١١٦١؛ صحيحه الحاكم: ٤/ ١٧٣۔

اونٹ کو تیز چلایا، حتیٰ کہ نبی ﷺ تک پہنچ گئے (ثوبان فرماتے ہیں:) میں بھی ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم کون سا مال حاصل (کرنے کی کوشش) کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہیں چاہئے کہ شکر کرنے والا دل حاصل کرو اور ذکر کرنے والی زبان:

((وَزَوْجَةً مُؤْمِنَةً، تُعِينُ اَحَدَكُمْ عَلٰى اَمْرِ الْاٰخِرَةِ)) [1]

''اور مومن بیوی جو آخرت کے معاملات میں مرد کی مدد کرے۔''

اس حدیث کا آخری جملہ مسلمان خاوند اور بیوی کو بار بار پڑھنا چاہئے کہ کس قدر تعریف کی گئی ہے اس عورت کی جو ایمان کی دولت سے مالا مال ہے کیونکہ وہ خود بھی آخرت کو سامنے رکھے گی اور خاوند کو نیکی کی راہ پر چلنے میں مدد دے گی، اس لیے ایسی نیک عورت کو اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام قرار دیا گیا ہے۔ آیئے دیکھیں کہ آخرت کے معاملات میں ایک عورت مرد کی مددگار کیسے ہوسکتی ہے اس کی صرف ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے۔

قابلِ رشک جوڑا

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رحم فرمائے اللہ تعالیٰ اس بندے پر جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہے اور اپنی بیوی کو جگاتا ہے۔ اگر وہ انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتا ہے۔ اور رحم فرمائے اللہ تعالیٰ اس بندی پر جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھتی ہے اور اپنے شوہر کو جگاتی ہے۔ اگر وہ انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتی ہے۔'' [2]

اور سیدنا ابوسعید اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی رات کو جاگے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے، پھر وہ دونوں دو رکعت نماز پڑھیں تو ان کے نام اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے مردوں اور بہت زیادہ ذکر کرنے والی عورتوں میں لکھ

---

[1] سنن ابن ماجہ: ١٨٥٦ وجامع الترمذی: ٣٠٩٤ ومسند احمد: ٥/ ٣٦٦۔

[2] سنن ابی داود، کتاب التطوع: ١٣٠٨؛ سنن نسائی: ١٦١١؛ صحیحہ ابن خزیمہ: ١١٤٨؛ ابن حبان: ٦٤٦؛ الحاکم علی شرط مسلم: ٣٠٩۔

دیے جاتے ہیں۔'' ❶

معروف میں اطاعت ہے خلافِ شریعت میں اطاعت نہیں

عورت زندگی کے جملہ معاملات میں مرد کے ہر اس حکم کی پابند ہے جو وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں دے یعنی شریعت کیخلاف نہ ہو جہاں مرد اپنی بیوی کو خلافِ شریعت حکم دے تو وہاں اس حکم کی تعمیل گناہ شمار کی جائے گی ایک اس لیے کہ قرآن کا حکم ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴾ ❷

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف پھیر دو۔ اگر تم واقعی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔''

اور دوسرا یہ کہ:

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾ ❸

''اور جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو، اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔''

اس کی خوبصورت تفسیر وہ ہے جو بخاری و مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةٍ ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ)) ❹

---

❶ سنن ابن ماجه، أبواب اقامة الصلوات والسنة فيها للدكتور بشار عواد: ١٣٣٥؛ سنن ابی داود، مفصل للالبانی ١١٨٢۔ ❷ ٤/ النساء: ٥٩۔ ❸ ٥/ المائدة: ٢۔

❹ صحیح بخاری: ٧٢٥٧، ٧١٤٥، ٤٣٤٠؛ صحیح مسلم: ٤٧٦٥؛ سنن ابی داود: ٢٦٢٥۔

''(اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی) نافرمانی میں اطاعت نہیں ہے، اطاعت تو اچھے کاموں میں ہے۔''

اور شرح السنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ: ((لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ)) [1] ''جب اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو تو مخلوق کی اطاعت نہ کی جائے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ایک باب قائم کیا ہے۔'' ((لَا تُطِيعُ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا فِي مَعْصِيَةٍ)) ''نافرمانی کے کاموں میں عورت اپنے خاوند کی اطاعت نہ کرے۔''

پھر وہ اس باب کے تحت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث لائے ہیں کہ انصار میں سے ایک عورت خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئی جس نے اپنی بیٹی کی شادی کر دی جس کے سر کے بال جھڑ گئے تھے اس نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا اور کہا کہ اس کے خاوند نے اسے حکم دیا ہے کہ اپنے سر پر مصنوعی بال لگا لو تو رسول اللہ ﷺ نے جواباً فرمایا: ((لَا، إِنَّهُ قَدْ لُعِنَ الْمُوصِلَاتُ)) [2] ''نہیں، بال جوڑنے والیوں پر لعنت کی گئی ہے۔''

ایک اور حدیث سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ: ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا: میری بیٹی دلہن ہے (اس کی شادی قریب ہے) اسے چیچک نکل آئی ہے اور بال جھڑ گئے ہیں تو کیا میں اس کے بالوں میں دوسرے بال ملا دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے لعنت کی ہے بال ملانے اور ملوانے والی پر۔'' [3]

عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے خاوند کی خوشی کے لیے زیب و زینت کرے لیکن شرعی نقطۂ نظر سے اس بات کا خیال رکھنا کہ جائز کیا ہے اور ناجائز کیا ہے یہ اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ عورتوں کے بال کم ہوں یا چھوٹے ان کے لیے یہ جائز نہیں کہ بال زیادہ لمبے نہیں تو کسی دوسری عورت کا عیب چھپانے کے لیے اس کے بالوں میں دوسرے بال ملائے یا جوڑے۔ ایسی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے پس اگر مرد بال ملانے یا جوڑنے کا حکم دے

---

[1] شرح السنة عن النواس بن سمعان بحواله مشكوٰة: ٣٦٩٦۔

[2] صحيح بخاري، كتاب النكاح: ٢٥٠٥۔ [3] سنن ابن ماجه: ١٩٨٨؛ صحيح بخاري، كتاب اللباس: ٥٩٣٦، ٥٩٤١؛ صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة: ٥٥٦٥؛ سنن نسائي: ٥٢٦٥، ٥٧٠٩؛ ابن ماجه: ١٩٨٨۔

تو بیوی کو اپنے خاوند کا حکم نہیں ماننا چاہیے اور ایسے ہی دیگر احکامات جو خلافِ شریعت ہوں۔ نیز کسی بچی کی شادی کرنے کے لیے کوئی ایسا مصنوعی کام کرنا جو دلہن کے حسن میں وقتی طور پر خوبصورتی ظاہر کرے لیکن بعد میں وہ دھوکہ ثابت ہو تو ایسا کرنا بھی منع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو جو مصنوعی بال ملانے کی بیٹی کے لیے اجازت چاہی تھی لیکن آپ ﷺ نے اس عذر کے باوجود بال ملانے کی اجازت نہ دی، حالانکہ خاوند کو خوش کرنے کے لیے زیب وزینت شرعاً مطلوب ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ ممانعت کراہت کے طور پر نہیں بلکہ یہ عمل حرام ہے۔ لعنت سے حرمت ثابت ہوتی ہے کیونکہ مکروہ کام پر لعنت نہیں کی جاتی۔

⑩ اپنی بیوی کو نصیحت کرو، مارو مت

سیدنا لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کو امام الانبیاء رسول رحمت محمد ﷺ نے فرمایا: ''اور (اپنی بیوی کو) ایسے مت مارنا جیسے اپنی لونڈی کو مارتے ہو۔'' اس حدیث سے یہ دسواں بڑا مسئلہ ہے جسے رحمۃ للعالمین محمد ﷺ نے حل فرما دیا۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ نے بدزبان عورت جس کی اصلاح کرتے کرتے ایک اچھا خاصا وقت گزر چکا تھا اور اس نے اپنی اصلاح کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اس کا علاج آپ ﷺ نے طلاق تجویز فرمایا، لیکن جب مجوزہ علاج کے لیے سائل تیار نہ ہوا تو فرمایا: ((فَمُرْهَا))۔ یَقُوْلُ عِظْهَا ''تو پھر اسے نصیحت کرو: ((فَاِنْ يَكُ فِيهَا خَيْرٌ فَسَتَفْعَلُ)) ''اگر اس میں خیر ہوئی تو سمجھ جائے گی۔'' لیکن ساتھ ہی صراحت فرما دی کہ اسے مار کر سیدھا کرنے کی کوشش نہ کریں کہ یہ وقتی علاج تو ہو سکتا ہے مگر مستقل علاج نہیں، اسی لیے فرمایا: ''اور ایسے مت مارنا جیسے اپنی لونڈی کو مارتے ہو۔''

کیا اسلام میں عورت کو مارنے کی اجازت ہے؟

یہ ایک اہم سوال ہے کہ کیا اسلام میں مرد کو اجازت ہے کہ وہ بوقتِ ضرورت عورت کو مار سکے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عورت کو مارنے کی اجازت تو ہے مگر ''مشروط'' طور پر، مگر جس طرح طلاق دینا ناپسندیدہ عمل ہے اسی طرح عورت کو مارنا بھی اسلام میں کوئی قابل تحسین کام

نہیں ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورتوں کے ساتھ بھلائی کا خیال کرو کیونکہ ان کی پیدائش پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی کا سب سے زیادہ ٹیڑھا حصہ اس کے اوپر کا حصہ ہے اگر آپ اس کو درست کرنا چاہیں گے تو توڑ دیں گے اور اس کی حالت پر چھوڑ دیں گے تو اس کا ٹیڑھا پن باقی رہے گا پس عورتوں کے ساتھ بھلائی کا خیال کرو۔'' [1]

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے وہ آپ کے ساتھ کبھی ایک انداز پر قائم نہیں رہتی۔ اگر آپ اس سے فائدہ اٹھانا پسند کریں تو اس کے ٹیڑھے پن کے ہوتے ہوئے فائدہ اٹھاتے رہیں اور اگر آپ اس کے ٹیڑھے پن کو سیدھا کرنا چاہیں گے تو اس کو توڑ دیں گے اور اس کا توڑنا اس کو طلاق دینا ہے۔'' [2]

ایک اور روایت سیدنا عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اپنی عورت کو غلاموں کی مانند کوڑے نہ لگائے بعدازاں دن کے آخری حصہ میں اس سے مجامعت کرے اور ایک روایت میں ہے، تم میں سے ایک شخص بیوی کو کوڑے لگاتا ہے جیسے غلام کو کوڑے لگتے ہیں شاید اسے دن کے آخر میں اس سے مجامعت کرنا پڑے۔'' [3]

اور سیدنا ایاس بن عبداللہ بن ابی ذباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی بندیوں کو مت مارا کرو۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: عورتیں اپنے شوہروں کے سر چڑھنے لگی ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مارنے کی رخصت دے دی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے پاس عورتیں بہت زیادہ آنے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء: ۳۳۳۱، ۵۱۸۴ تا ۵۱۸۶؛ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیة بالنساء: ۳۶۴۴۔

[2] صحیح مسلم: ۳۶۴۳، مزید دیکھیے: ۳۶۵۰؛ سنن نسائی: ۳۲۳۲؛ سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۵۔

[3] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب مایکرہ من ضرب النساء: ۵۲۰۴، ۳۳۷۷، ۴۲۴۲؛ صحیح مسلم: ۳۶۴۳۔

لگیں جو اپنے شوہروں کی شکایت کرتی تھیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''محمد (ﷺ) کے گھر والوں کے پاس عورتیں بہت زیادہ آئی ہیں جو اپنے شوہروں کی شکایت کرتی ہیں: ((لَيْسَ أُولٰئِكَ بِخِيَارِكُمْ)) ''ایسے لوگ کوئی اچھے آدمی نہیں ہیں۔'' [1]

اور سیدنا عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے خطبہ دیا (اور اس میں مختلف مسائل بیان فرمائے) پھر عورتوں کا ذکر فرمایا تو ان کے بارے میں لوگوں کو نصیحت کی، پھر فرمایا: ''آدمی کب تک اپنی عورت کو لونڈی کی طرح پیٹتا رہے گا؟ شاید دن کے آخر میں وہ اس کے ساتھ لیٹے۔'' [2]

اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنے لونڈی غلام کو مارا، نہ کسی بیوی کو مارا۔ (بلکہ) آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کسی چیز کو نہیں مارا۔'' [3]

ان احادیث کا لب لباب یہ ہے کہ اگر عورت کو بے دردی کے ساتھ مار کر اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اس نے سیدھا کیا ہونا ہے وہ ٹیڑھی رہے گی مارنے سے اصلاح نہیں ہوگی بلکہ بگاڑ بڑھے گا جس کا انجام طلاق پر منتج ہوگا۔ عورتوں کو تنبیہ کرنا ضروری ہو تو اس کے لیے کتاب وسنت کی ہدایات کو سامنے رکھ کر ہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَ الّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا

---

[1] سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی ضرب النساء: ۲۱٤٦؛ ابن ماجه، باب ضرب النساء: ۱۹۵۸؛ صحیحه ابن حبان: ۱۳۱٦؛ الحاکم: ۲/ ۱۸۸ تا ۱۹۱۔

[2] سنن ابن ماجه، ابواب النکاح، باب ضرب النساء: ۱۹۸۳؛ صحیح بخاری، کتاب التفسیر: ٤۹٤۲؛ صحیح مسلم ۷۱۹۱۔

[3] سنن ابن ماجه: ۱۹۸٤؛ جامع الترمذی: ۳۳٤۳؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل: ٦۰۵۰۔

كَبِيرًا ﴿٣٤﴾ ❶

"مرد عورتوں پر قوام وحاکم ہیں اس لئے کہ خدا نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے اور اس لئے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو جو نیک بیبیاں ہیں وہ مردوں کے حکم پر چلتی ہیں اور ان کے پیٹھ پیچھے خدا کی حفاظت میں (مال و آبرو کی) خبرداری کرتی ہیں اور جن عورتوں کی نسبت تمہیں معلوم ہو کہ سرکشی (اور بدخوئی) کرنے لگی ہیں تو (پہلے) ان کو (زبانی) سمجھاؤ (اگر نہ سمجھیں تو) پھر ان کے ساتھ سونا ترک کردو اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو زدوکوب کرو اور اگر فرمانبردار ہو جائیں تو پھر ان کو ایذا دینے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈو بے شک خدا سب سے اعلیٰ (اور) جلیل القدر ہے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مرد کی قوامیت یعنی مرد کی عورت پر حاکمیت، سرداری وسربراہی کو بیان فرمایا ہے اور عورت کے بھٹکنے کی صورت میں اسے ادب سکھانے کا ذمہ دار قرار دیا ہے اور واضح فرما دیا ہے کہ مرد بمقابلہ عورت افضل ہے ثانیاً: اس لیے بھی کہ: ﴿بِمَآ أَنفَقُوا۟ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ ۚ﴾ "اور اس وجہ سے بھی کہ وہ اپنے مالوں میں سے خرچ کرتے ہیں۔" یعنی حق مہر، نان ونفقہ وسکنیٰ اور وہ اخراجات جن کو کتاب وسنت کی روشنی میں عورتوں کے لیے مردوں پر واجب قرار دے دیا گیا ہے اور اسی بات کو ایک دوسری جگہ یوں بیان فرمایا کہ: ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ ٱلَّذِى عَلَيْهِنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ﴾ ❷ "عورتوں کے لیے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں، جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔ البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔" یعنی عورتوں کا بھی مردوں پر ویسا ہی حق ہے جیسا کہ مردوں کا عورتوں پر حق ہے، لہٰذا ہر ایک کو دوسرے کا حق دستور کے مطابق ادا کرنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا: "عورتوں کے بارے میں تم اللہ سے ڈرو، تم نے انہیں اللہ کی امانت کے ساتھ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کے ساتھ ان کی شرم گاہوں کو حلال کیا ہے، تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ

---

❶ ٤/النسآء: ٣٤۔ ❷ ٢/البقرة: ٢٢٨۔

تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ بیٹھنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور اگر وہ ایسا کریں تو انہیں ایسی سزا دو جس سے جسم پر نشان نہ پڑے اور انہیں دستور کے مطابق کھانا اور لباس دو۔" ❶

اور جناب حکیم بن معاویہ قشیری اپنے باپ سیدنا (معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ کہ جب تم کھانا کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب تم لباس پہنو تو اسے بھی پہناؤ، اس کے چہرے پر نہ مارو، اسے گالی نہ دو اور اس سے قطع تعلق نہ کرو مگر گھر ہی میں۔" ❷

مرد کی عورت پر فضیلت کو بیان فرما کر نیک عورت کی چند بنیادی صفات وعلامات کو بیان فرمایا کہ: (فَالصّٰلِحٰتُ) پھر (جو) نیک بیویاں ہیں (قٰنِتٰتٌ) "وہ فرماں بردار ہیں" سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے شوہروں کی فرمانبردار ہیں: (حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ) "اور خاوند کی غیر موجودگی میں اپنی آبرو کی نگہبانی کرتی ہیں۔" (بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ) "اللہ کی حفاظت میں"۔ یعنی محفوظ وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عورتوں میں سب سے بہترین وہ بیوی ہے کہ جب تم اس کی طرف دیکھو تو وہ تمہیں خوش کر دے، اسے حکم دو تو اطاعت بجا لائے اور تمہاری عدم موجودگی میں اپنے نفس اور تمہارے مال کی حفاظت کرے، راوی کا بیان ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ الآیہ" ❸

اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ: ۹۵۰؛ سنن ابی داود: ۱۹۰۵، ۱۹۰۶؛ سنن ابن ماجه: ۳۰۷٤۔

❷ سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی حق المرأة علی زوجها: ۲۱٤۲۔

❸ تفسیر الطبری: ٥/ ۸٦؛ سنن نسائی، کتاب النکاح، باب ای النسآء خیر؟: ۳۲۳۳؛ المستدرك للحاکم، کتاب النکاح: ۲/ ۱٦۱: ۲٦۸۲ مزید دیکھیے، السلسلة الصحیحه، ج٤: ۱۸۳۸۔

''جب عورت پانچوں نمازیں پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنے نفس کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔'' ❶

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا، کون سی عورت بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ عورت جو اپنے خاوند کو خوش کرے جب وہ اس کی جانب نظر اٹھائے، اس کے حکم کی اطاعت کرے جب وہ اس کو (شریعت کے مطابق) حکم دے اور اپنے وجود اور خاوند کے مال میں خاوند کی مرضی کے خلاف ایسا کام نہ کرے جو اس کے خاوند کو ناپسند ہو۔'' ❷

اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جسے چار چیزیں مل گئیں اسے دنیا و آخرت کی خیر و برکت مل گئی۔ (۱) ایسا دل جو اللہ کا شکر ادا کرنے والا ہے (۲) ایسی زبان جو اللہ کے ذکر میں محو ہے (۳) ایسا بدن جو مصائب پر صبر کرنے والا ہے اور (۴) ایسی بیوی جو اپنے جسم اور خاوند کے مال میں خیانت کرنے والی نہیں ہے۔'' ❸

سرکشی اور بدخوئی کرنے والی عورت

اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے بارے میں فرمایا جو سرکشی کرنے والی اور بدخوئی کرنے والی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ﴾ ''اور تمہیں جن عورتوں کی سرکشی کا خوف ہو۔'' ﴿فَعِظُوْهُنَّ﴾ ''تو انہیں نصیحت کرو۔'' کیوں کہ نصیحت ایک اخلاقی فریضہ ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جن لوگوں کے اخلاق اچھے ہیں، ان کا ایمان کامل ہے اور تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں۔'' ❹

---

❶ مسند احمد: ۱/ ۱۹۱۔ ❷ سنن نسائی، کتاب النکاح، باب امی النساء خیر: ۳۲۳۱؛ السلسلة الصحیحه للالبانی: ۱۸۳۸۔

❸ سنن بیهقی، فی شعب الایمان بحواله مشکوٰة المصابیح: ۳۲۷۳۔

❹ جامع الترمذی، ابواب الرضاع، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها: ۱۱۶۲؛ صحیحه ابن حبان: ۱۹۲۶؛ الحاکم: ۱/ ۳؛ مسند احمد: ٤/ ٤٧٢؛ سنن ابی داود، کتاب السنة: ٤٦٨٢۔

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی مومن شخص اپنی مومنہ (بیوی) سے بغض نہ رکھے، اگر اس کی ایک عادت پسند نہ ہوگی، تو اس کی کسی دوسری عادت کو وہ پسند بھی کرے گا۔'' [1]

وعظ ونصیحت کو اگر عورت قبول نہ کرے تو اتمام حجت کے تمام تقاضوں کے بعد اپنے گھر ہی میں ﴿ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ ﴾ ''اور ان کو خواب گاہوں میں الگ کر دو۔'' اگر اس عمل سے بھی عورت کے رویے میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہو تو آخری چارۂ کار کے طور پر ﴿ وَاضْرِبُوْهُنَّ ﴾ ''اور انہیں ہلکی سزا دو۔'' اس سزا کے نتیجے میں ﴿ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ﴾ ''پھر اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو انہیں ستانے کی راہ نہ ڈھونڈھو۔'' یہ ہے عورت کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے کا صحیح طریقۂ کار۔ اگر عورت اپنے شوہر کی ان تمام امور میں اطاعت کرے جن میں شوہر چاہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جائز قرار دیا ہو تو پھر اس کے بعد اس کے لیے کوئی جواز نہیں ہے کہ اسے مارے یا بے اعتنائی و بے رخی برتے پھر فرمایا ﴿ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴾ ''بے شک اللہ سب سے اعلیٰ (اور) جلیل القدر ہے۔'' ان الفاظ میں مردوں کے لیے وعید ہے کہ اگر وہ کسی سبب اور وجہ کے بغیر عورتوں پر زیادتی کریں تو اللہ جو سب سے بلند اور ارفع واعلیٰ ہے، وہ ان کا کارساز ہے اور وہ اس سے انتقام لے گا جو عورتوں پر ظلم وزیادتی کرے گا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مرد کو اللہ تعالیٰ نے قوّام بنایا ہے بایں معنی کہ اس کو طبعاً بعض ایسی خصوصیات اور قوتیں عطا کی ہیں جو عورتوں کو نہیں دیں یا اس سے کم دی ہیں اور عورت کو اللہ تعالیٰ نے فطرتاً ایسا بنایا ہے کہ اسے خاندانی معاملات میں مرد کی حفاظت وخبر گیری کی ضرورت ہے اسی بنا پر مرد کو عورت کا حفاظت ونگہبانی کرنے اور اس کی ضروریات کو پورا کرنے کا ذمہ دار بنایا ہے۔ باقی رہا انسانی اعتبار سے عزت وکرامت اور فضل وشرف کا معاملہ تو وہ دونوں اس میں برابر ہیں۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء: ٣٦٤٥؛ جامع الترمذي: ١١٨٨۔

''نشوز'' کی صورت میں مرد کو تین تدبیروں کے اختیار کرنے کی اجازت دی گئی ہے جس کا ذکر [1] میں ابھی آپ نے پڑھا کہ (۱) انہیں سمجھاؤ (۲) خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو (۳) اور مارو۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ تینوں کام بیک وقت کر ڈالے جائیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سمجھانے، بستر الگ کر دینے کے باوجود سرکشی بڑھتی جا رہی ہو تو پھر مارنے کی اجازت ہے۔ لیکن اس اجازت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی روشنی میں استعمال کیا جائے:

((اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَإِنَّ هُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٍ۔ لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ۔ إِلَّا أَنْ يَأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ۔ فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ)) [2]

''عورتوں کے بارے میں خیر کی وصیت قبول کرو کیوں کہ وہ تمہارے پاس قیدی ہیں۔ تمہیں ان پر اس کے سوا کوئی اختیار نہیں۔ الا یہ کہ وہ واضح بے شرمی کا کوئی کام کریں۔ اگر وہ ایسی کوئی حرکت کریں تو ان سے بستروں میں الگ ہو جاؤ اور انہیں ایسی مار مارو جس سے جسم پر واضح نشان نہ پڑے۔''

''الا یہ کہ واضح بے شرمی کا کوئی کام کریں۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی حرکات جن پر روک ٹوک نہ کرنے سے بدکاری تک نوبت پہنچ سکتی ہے۔ ایسی صورت میں وعظ و نصیحت کی جائے سمجھانے کا حق ادا ہو جانے کے باوجود معاملہ نہ سلجھے تو بطور اظہارِ ناراضی جنسی تعلقات منقطع کرنے کی تدبیر کو بروئے کار لایا جائے جو اسے اپنی اصلاح کرنے پر مجبور کر دے یہی مطلب ہے بستروں میں الگ ہونے کا۔ ایسے نازک مواقع پر مرد کے لیے یہ ضروری ہے کہ بلاوجہ شکوک و شبہات میں مبتلا نہ ہو جب تک کوئی واضح مشکوک صورت سامنے نہ آئے، اگر ٹھوس شواہد موجود ہوں تو پھر تیسری شکل یہ ہے کہ اگر

[1] ٤/النساء: ٣٤۔ [2] جامع الترمذی: ١١٦٣؛ سنن ابن ماجه: ١٨٥١۔

جسمانی سزا ضروری محسوس ہو تو اس میں بھی نرمی کا پہلو مدنظر ہونا چاہیے، یعنی صرف اس حد تک سختی کی جائے یا سزا دی جائے جو تنبیہ کے لیے ضروری ہو تاہم چہرے پر مارنا سخت منع ہے نیز جسمانی سزا میں بھی ایسا تشدد جس سے جسم پر نشان پڑ جائے اس حد تک جانا بھی جائز نہیں۔

کیا غلام، باندی یا نوکر کو مارنا جائز ہے؟

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی یہ ہدایت کہ "تو پھر اسے نصیحت کرو۔ اگر اس میں خیر ہوئی تو سمجھ جائے گی" اور "ایسے مت مارنا جیسے اپنی لونڈی کو مارتے ہو۔" اس آخری جملے کا مطلب بھی اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔ اس جملے کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ لونڈی غلام کو مارنا جائز ہے۔ آپ ﷺ نے اس دور میں لونڈی، غلام کے ساتھ جو بدترین سلوک کیا جاتا تھا اس جملے میں اس کا اظہار فرمایا ہے۔ جہاں تک غلاموں، لونڈیوں یا دورِ حاضر میں نوکروں، ملازموں کے حقوق کا تعلق ہے اسلام ہی وہ اولین دین ہے جس نے غلاموں اور مملوکوں کو اس قدر عظیم مساوات کے حقوق دیے ہیں جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ یہ کتاب اس باب کی تفصیلات کی متحمل نہیں تاہم چند احادیث بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آخری بات یہی تھی: ((اَلصَّلٰوۃَ اَلصَّلٰوۃَ، اِتَّقُوا اللّٰهَ فِيْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ)) "نماز! نماز! اور اپنے غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔" [1]

جناب معرور بن سوید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کے جسم پر چادر دیکھی اور ان کے غلام کے جسم پر بھی ایک ویسی ہی چادر دیکھی، میں نے عرض کیا: اگر اپنے غلام کی چادر لے لیں اور اسے بھی پہن لیں تو ایک رنگ کا جوڑا ہو جائے غلام کو دوسرا دے دیں۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا: مجھ میں اور ایک صاحب (سیدنا بلال رضی اللہ عنہ) میں تکرار ہوگئی اور ان کی ماں عجمی تھیں، میں نے اس بارے میں ان کو طعنہ دیا انہوں نے جا کر یہ بات

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الادب: ٥١٥٦؛ سنن ابن ماجه، ابواب الوصايا: ٢٦٩٨؛ الموسوعة الحديثية مسند امام احمد: ١٠/ ٢٠٩، ٢١٠: ٢١٦٩۔

نبی کریم ﷺ سے کہہ دی۔ آپ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا: ''تم نے اسے اس کی ماں کی وجہ سے طعنہ دیا ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''جی ہاں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے اندر ابھی جاہلیت کی بو آتی ہے۔'' میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! کیا اس بڑھاپے میں بھی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، یاد رکھو! یہ (غلام بھی) تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہاری ماتحتی میں دیا ہے، پس اللہ تعالیٰ جس کی ماتحتی میں بھی اس کے بھائی کو رکھے اسے چاہیے کہ جو وہ کھائے اسے بھی کھلائے اور جو وہ پہنے اسے بھی پہنائے اور اگر اسے کوئی ایسا کام کرنے کے لیے کہنا ہی پڑے جو مشکل ہو تو اس کام میں اس کی مدد کرے۔'' [1]

جناب معرور بن سوید رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ربذہ مقام میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملے۔ ہم نے دیکھا کہ ان پر ایک اونی چادر تھی اور ان کے غلام پر بھی اسی طرح کی ایک چادر تھی۔ تو ہم نے کہا: اے ابوذر! اگر آپ اپنے غلام والی چادر اپنی چادر کے ساتھ ملا لیتے تو ایک جوڑا بن جاتا اور اسے آپ کوئی اور کپڑا لے دیتے۔ تو انہوں نے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے: ''یہ تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ چنانچہ جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو تو اس کو چاہیے کہ اسے وہی کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور اسے وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے اور اسے اس کی ہمت سے زیادہ کام نہ دے۔ اگر اسے ایسے کام کا مکلف کرے، تو اس کی مدد بھی کرے۔'' [2]

اور سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک بار) میں اپنے غلام کو مار رہا تھا۔ تو میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی: ''ابومسعود! خیال کرو۔'' ابن مثنیٰ کے الفاظ ہیں: میں نے یہ آواز دوبارہ سنی ''اللہ کو تم پر اس سے زیادہ قدرت ہے جتنی کہ تم اس پر رکھتے ہو۔'' میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ تو میں نے (فوراً) کہا: اے اللہ کے رسول! یہ اللہ کے لیے آزاد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم یہ نہ کرتے تو آگ تمہیں اپنی لپیٹ میں

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب: ۳۰، ۲۵۴۵، ۶۰۵۰؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان: ۴۳۱۳؛ سنن ابی داود: ۵۱۵۷، ۵۱۵۸؛ جامع الترمذی: ۱۹۴۵؛ سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۰۔

[2] سنن ابی داود، ۵۱۵۸؛ ابن عبدالبر فی التمہید: ۲۴/ ۲۸۷۔

لے لیتی۔'' ❶

اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہم خادم کو کس قدر معاف کریں؟ تو آپ خاموش رہے۔ اس نے پھر سوال کیا، تو آپ خاموش رہے۔ پھر جب تیسری بار پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے ہر روز ستر بار معاف کرو۔'' ❷

اور جناب ہلال بن یساف سے مروی ہے کہ ہم سیدنا سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ کے گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے، ہمارے ساتھ ایک بڑی عمر کا شیخ بھی تھا جس کی طبیعت میں تیزی تھی اور اس کے ساتھ اس کی لونڈی تھی۔ تو اس شیخ نے اپنی اس لونڈی کے چہرے پر تھپڑ مار دیا۔ اس دن حضرت سوید رضی اللہ عنہ جس قدر غصے ہوئے میں نے اس سے بڑھ کر انہیں کبھی غضبناک نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا: کیا تو اتنا ہی عاجز (اور مغلوب الغضب) ہو گیا تھا کہ اس کو مارنے کے لیے تجھے صرف اس کا عزت والا چہرہ ہی ملا تھا۔ مجھے وہ منظر یاد ہے کہ میں اولاد مقرن میں ساتواں فرد تھا اور ہماری ایک خادمہ تھی۔ ہمارے ایک چھوٹے نے اس کے چہرے پر تھپڑ مار دیا تو نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ اس کو آزاد کر دو۔ ❸

اور جناب معاویہ بن سوید بن مقرن کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک غلام کو تھپڑ مار دیا۔ تو میرے والد نے اس کو اور مجھے بلا لیا اور غلام سے کہا: اس سے بدلہ لو اور بتایا کہ نبی ﷺ کے دور میں ہم بنو مقرن کے سات افراد تھے اور ہماری ایک ہی خادمہ تھی۔ ہمارے ایک آدمی نے اس کو تھپڑ مار دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے آزاد کر دو۔'' صحابہ نے کہا کہ ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی خادمہ نہیں ہے۔ فرمایا: ''چلو جب تک کوئی اور نہیں ملتی خدمت کرتی رہے، جب اس سے مستغنی ہو جائیں تو اسے آزاد کر دیں۔'' ❹

اور جناب زاذان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا جبکہ

---

❶ سنن ابی داود: ٥١٥٩؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان والنذور، باب صحبة المماليك وكفارة من لطم عبده: ٤٣٠٨۔ ❷ سنن ابی داود: ٥١٦٤؛ جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی العفو عن الخادم: ١٩٤٩۔

❸ سنن ابی داود: ٥١٦٦؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان: ٤٢٩٨۔

❹ سنن ابی داود: ٥١٦٧۔

انہوں نے اپنا ایک غلام آزاد کیا تھا۔ انہوں نے زمین سے ایک تنکا یا اس قسم کی کوئی شے اٹھائی اور کہا: مجھے اس کے آزاد کرنے میں اس جتنا بھی ثواب نہیں ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ''جس نے اپنے غلام کو تھپڑ لگایا ہو یا مارا ہو، تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ اسے آزاد کر دے۔'' [1]

بیوی، بچوں اور کمزور طبقات کے لیے اسلام کی عادلانہ تعلیم

ان احادیث کا مطالعہ کرنے سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام ہی وہ واحد اور اولین دین ہے جس نے غلاموں اور مملوکوں کو اس قدر عظیم مساوات کے حقوق عطا فرمائے کہ غلاموں، نوکروں اور خادموں کو اچھا لباس، اچھا کھانا، اچھی رہائش مہیا کی جائے اور ان کی دیگر ضروریات کو اسی طرح پورا کیا جائے جیسے خود مالک اور صاحب خانہ کی ضروریات ہیں، اور ان کو مارنا تو قابل برداشت ہی نہیں اسی لیے اس کا کفارہ اس کی آزادی کو قرار دیا گیا ہے اور اگر غلطی پر غلطی ہو جائے تو روزانہ ستر مرتبہ معاف کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اسلام میں لونڈی، غلام یا خادم، خادمہ کے صرف یہ حقوق نہیں ہیں بلکہ تمام کمزور طبقات کو اسلام نے تحفظ فراہم کیا ہے یہاں تک کہ حیوانات یا پرندے کسی نے پال رکھے ہوں تو ان کی خوراک، لباس، رہائش اور صحت کا بخوبی لحاظ رکھنا بھی شرعی واجبات کا حصہ ہے۔ لیکن آج انسانی معاشروں میں کمزور طبقات کے ساتھ عام طور پر ظلم روا رکھا جاتا ہے، بالخصوص بیٹیوں، عورتوں، یتیموں اور ملازموں کو ان کے شرعی حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے اور مسلمان معاشروں میں بھی کمزور طبقات ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے اسلام کی بدنامی ہو رہی ہے اور لوگ یہ طرزِ عمل دیکھ کر اسلام میں داخل ہونے سے کترا رہے ہیں، اس لیے وقت کی ضرورت ہے کہ اسلام نے کمزور طبقات بالخصوص عورتوں کو جو حقوق عطا کیے ان کو اجاگر کیا جائے اور دنیا کو بتایا جائے کہ اسلام نے ان کو کیا کیا حقوق عطا فرمائے ہیں۔

کسی حد تک ہم نے بھی حقوق الزوجین کے حوالے سے کچھ چیزیں درج کی ہیں، یہ اس موضوع پر باقاعدہ کتاب نہیں بلکہ ایک حدیث کی شرح ہے جس کے ضمن میں میاں بیوی

---

[1] سنن ابی داود: ٥١٦٨؛ صحیح مسلم: ٤٢٩٨۔

کے حقوق کا تذکرہ بھی آ گیا ہے۔ زیر مطالعہ حدیث میں نبی ﷺ نے سیدنا لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ تم اپنی بیوی کو نصیحت کرو۔ اگر اس میں خیر ہوئی تو سمجھ جائے گی۔'' اس تناظر میں کتاب کے دوسرے حصے میں ایک مثالی عورت بننے کے لیے ''دس وصیتیں'' لکھ رہا ہوں، اس امید پر کہ شاید کسی ضرورت مند بیٹی، بہن کے دل میں اتر جائے میری بات۔

فرمانِ رسول ﷺ اور آزادیٔ اظہارِ رائے

سیدنا لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ایک اہم بات یہ سامنے آئی ہے کہ فرمانِ رسول ﷺ سن لینے کے بعد کہ اگر تمہاری بیوی کی زبان میں کچھ ہے، یعنی زبان دراز اور بدگو ہے تو اسے طلاق دے دو۔'' تو اس کے جواب میں جناب لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ ''اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کا میرے ساتھ ایک وقت گزرا ہے، اور میری اس سے اولاد بھی ہے۔'' یہ جواب اپنے اندر یہ معنی رکھتا ہے کہ اسلام کے اندر آزادیٔ اظہارِ رائے کا حق اسلامی ریاست کے کسی بھی شہری کو حاصل ہے۔ ورنہ تصور فرمائیں کہ کسی صدرِ مملکت، وزیر اعظم یا کسی ادارے کے سربراہ کے دوٹوک فیصلے کے بعد کون جرأت کرسکتا ہے کہ لب کشائی کرے۔ جبکہ آپ ﷺ صرف حکمرانِ وقت ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اللہ کے نبی اور رسول بھی ہیں اس کے باوجود آپ ﷺ جناب لقیط رضی اللہ عنہ کی بات سنتے بھی ہیں اور حقیقی حل کے اظہار کے باوجود اپنے فیصلے یا مشورے میں تبدیلی بھی کر لیتے ہیں اور وہ یہ کہ اگر طلاق دینا مناسب نہیں کہ ایک لمبی رفاقت ہے اور اس سے اولاد بھی ہے ''تو پھر اسے نصیحت کرو۔ اگر اس میں خیر ہوئی تو سمجھ جائے گی۔'' یقیناً حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا ہوگا۔ میں بھی خواتینِ اسلام کے لیے بالعموم اور جن کی ''زبان میں کچھ ہے۔'' ان کے لیے بالخصوص دس ایسی نصیحتیں بیان کرتا ہوں کہ اگر میری بہنیں اور بیٹیاں انہیں اپنا لیں تو ان شاء اللہ معاشرے میں ایک مثالی عورت کا مقام حاصل کرسکتی ہیں۔ دس کا عدد میں نے اس لیے اختیار کیا ہے کہ جس حدیث کا ہم مطالعہ کر رہے ہیں اس کو دس موضوعات میں تقسیم کیا گیا ہے اور اسی نسبت سے دس نصائح پر اکتفا کر رہا ہوں ورنہ اس حدیث سے کئی اور مسائل کا استنباط بھی ہوسکتا ہے اور کئی اور نصائح کا اضافہ بھی۔

باب دوم

خواتین اسلام کے نام دس نصیحتیں

① اللہ اور رسول ﷺ سے محبت اور فرمانبرداری ہر چیز پر مقدم ہے

مومن مرد ہوں یا عورتیں ان کے ایمان کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ وہ دنیا کی ہر چیز کے مقابلے میں سب سے زیادہ محبت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کرنے والے ہوتے ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ ❶

"اور ایمان والے اللہ کی محبت میں زیادہ سخت ہیں۔"

یعنی انہیں اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کی مکمل معرفت حاصل ہے اور ان کے دلوں میں اللہ کی عظمت و توقیر اور توحید کا جو نقش بیٹھا ہوا ہے اس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتے بلکہ اسی وحدہٗ لاشریک ہی کی عبادت کرتے ہیں، اسی کی ذاتِ گرامی پر توکل کرتے اور اپنے تمام امور میں اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جہاں تک محمد کریم ﷺ سے محبت کا تعلق ہے اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت اس وقت تک قابلِ قبول نہیں جب تک محمد ﷺ سے محبت و اطاعت کا جذبہ موجود نہ ہو جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ ❷

"اے نبی ﷺ ان لوگوں سے کہہ دو اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔"

---

❶ ۲/البقرة: ۱۶۵۔ ❷ ۳/ آل عمران: ۳۱۔

اس آیتِ کریمہ نے دوٹوک یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ہر وہ شخص خواہ مرد ہو یا عورت، اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ تو کرے لیکن وہ سرورِ عالم ﷺ کے طریقے پر نہ ہو وہ اپنے اس دعوائے حبِ الٰہی میں اس وقت تک جھوٹا ہے جب تک وہ اپنے تمام اقوال وافعال اور احوال میں شریعت محمدی اور دین نبوی کی پیروی نہ کرے۔ اور یہ اس وقت ممکن ہے جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ اشرفِ انبیاء احمد مجتبیٰ ﷺ سے بھی کمال درجے کی محبت ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم کی محبت کا اولین تقاضا یہ ہے کہ اپنی پوری زندگی میں وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے جملہ معاملات میں اطاعت وفرمانبرداری اختیار کریں۔ اسی لیے فرمایا:

﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝۳۲ ﴾ [1]

''ان سے کہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت قبول کرو۔ پھر اگر وہ تمہاری یہ دعوت قبول نہ کریں تو یقیناً یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے جو اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت سے انکار کرتے ہوں۔''

مزید فرمایا:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝۳۶ؕ ﴾ [2]

''کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔''

مزید ارشاد ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۶۵ ﴾ [3]

---

[1] ۳/آل عمران: ۳۲۔ [2] ۳۳/الاحزاب: ۳۶۔ [3] ٤/النساء: ٦٥۔

''اے محمد ﷺ تمہارے رب کی قسم! یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔ پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو۔ اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر بسر تسلیم کر لیں۔''

یہ آیاتِ بینات اس بات کی دلیل ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی اتباع و اطاعت فرض ہے اور آپ ﷺ کے طریقے کی مخالفت کفر ہے اور جو شخص آپ ﷺ کے طریقے کی مخالفت کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے دوست نہیں رکھتا، خواہ بزعم خود وہ حبِ الٰہی اور تقرب الٰہی کے کیسے ہی بلند و بانگ دعوے کیوں نہ کرتا ہو۔ وہ اپنے اس دعوے میں صرف اور صرف اس وقت سچا ہوگا جب وہ رسول کریم ﷺ کی اطاعت و اتباع کو مقدم سمجھتا ہوگا۔ پس دنیا کی ایک مثالی عورت وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے انتہا درجے کی محبت کرنے والی اور اپنی زندگی کے جملہ معاملات میں اطاعت و فرمانبرداری کرنے والی ہو۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت گزار عورت کی نمایاں خصوصیات یہ ہیں۔

فرائض کی پابند ہو یعنی پانچ وقت کی نماز، رمضان المبارک کے روزے رکھنے والی ہو۔ صاحبِ نصاب ہو تو زکوٰۃ ادا کرنے والی ہو، حج بیت اللہ اور عمرہ کرنے کا اہتمام کرے، پردے کا التزام اور سود خوری سے احتراز کرے، پڑوسیوں اور رشتے داروں کے حقوق ادا کرے، قرآن مجید کی با ترجمہ تلاوت کا اہتمام کرے اور کسی تفسیر کے مطالعے کو ممکن بنانے کی کوشش کرے اور محبتِ رسول ﷺ کا تقاضا ہے کہ کسی حدیث کی کتاب کا مطالعہ کرے مثلاً: بلوغ المرام، ریاض الصالحین اور اسوہ خواتین جیسی کتابوں کا انتخاب کیا جائے۔ فرائض کے ساتھ سنن کا التزام ترقی درجات کا ذریعہ ہے تاہم اپنے خاوند کے مشورے سے نوافل اور صدقات و خیرات اور ورد و ظائف کا اہتمام بھی مناسب ہے۔ اس حوالے سے صرف ایک حدیث کا مطالعہ کیجیے۔

''حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد شروع دن میں اس کے ہاں سے نکلے جب کہ وہ ابھی نماز ادا کرنے کی جگہ میں تھیں۔ پھر آپ ﷺ واپس تشریف لائے جب کہ سورج بلند ہو چکا تھا اور وہ ابھی تک

وہیں بیٹھی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا، کیا تم اسی حالت پر رہی ہو جس پر میں تم سے جدا ہوا تھا؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، میں نے تیرے (پاس سے جانے کے) بعد ایسے چار کلمات تین بار کہے ہیں کہ اگر ان کا موازنہ ان کلمات سے کیا جائے جن کو تو شروع دن سے (اس وقت تک) کہہ رہی ہے تو وہ ان پر غالب آ جائیں۔ وہ کلمات یہ ہیں:

''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ، وَزِنَةَ عَرْشِهٖ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ۔ ❶

(جس کا ترجمہ ہے) ''اللہ (ہر طرح کے عیوب سے) پاک ہے اور (ہم) اس کی تعریف کرتے ہیں، اس کی تمام مخلوقات کی گنتی کے برابر اور اسکی رضا (کی مقدار) کے برابر اور اس کے عرش کے وزن کی مقدار کے برابر اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر''

اسی طرح دیگر قرآنی اور مسنون دعاؤں کا انتخاب کیا جائے۔ قرآنی اور مسنون دعاؤں پر مستند کتب مکتبہ جات پر عام مل جاتی ہیں۔

ایک مثالی مومن عورت کو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ فرائض واجبات میں کسی سے کمپرومائز نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں اور اسی سے انسان مسلمان کہلانے کا حق رکھتا ہے۔ فرائض کے بعد دیگر امور میں حسبِ ضرورت نرمی اور کمی کی گنجائش ہے جو میاں کے مزاج کے مطابق اختیار کی جا سکتی ہے۔ ہاں یہ بھی مسلمان عورت کے لیے لازم ہے کہ وہ معروف میں اپنے خاوند کی فرمانبرداری کی پابند ہے اگر مرد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم کرے تو اس معاملے میں اس کی فرمانبرداری کرنا گناہ ہوگا۔

② صفائی و پاکیزگی نصف ایمان ہے

صحیح مسلم میں ایک حدیث کے الفاظ ہیں: (اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ) ''صفائی

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء: ٦٩١٣؛ جامع الترمذی: ٣٥٥٥؛ سنن نسائی: ١٣٥١۔

وپاکیزگی نصف ایمان ہے۔'' ❶

ان الفاظ کو بار بار پڑھیے اور غور فرمائیے کہ آپ ﷺ نے صفائی وپاکیزگی کو نصف ایمان قرار دیا ہے۔ آخر اس کی کوئی اسلام میں اہمیت وضرورت ہے تو ایسا فرمایا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ ﴾ ❷ ''اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور گندگی سے دور رہو۔'' ﴿ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴾ کے معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ کیا ہے کہ آپ جن کپڑوں کو زیب تن کرتے ہیں وہ ناپاک کمائی سے نہیں ہونے چاہئیں اور دیگر مفسرین نے یہ معنی بھی بیان کیا ہے کہ آپ معصیت کے کپڑے نہ پہنیں، اور یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ اپنے کپڑوں کو پانی سے دھولیں اور یہ بھی معنی کیا گیا ہے کہ مشرک پاک نہیں رہتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) کو حکم دیا کہ آپ خود بھی پاک رہیں اور اپنے کپڑوں کو بھی پاک رکھیں۔ اس کے یہ معنی بھی آیا ہے کہ اپنے دل اور اپنی نیت کو پاک کرلیں اور یہ معنی بھی آیا ہے کہ اپنے اخلاق کو اچھا رکھیں۔

اور ﴿ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾ کے معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بیان کیا ہے کہ بتوں کو چھوڑ دیں اور دیگر کئی مفسرین نے ﴿ وَالرُّجْزَ ﴾ سے مراد بت لیے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ ﴾ ❸

''اے نبی! اللہ سے ڈرو اور کفار اور منافقین کی اطاعت نہ کرو۔ حقیقت میں علیم اور حکیم تو اللہ ہی ہے۔''

اور

﴿ وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَ اَصْلِحْ

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الطھارة، باب فضل الوضوء: ٥٣٤؛ جامع الترمذی: ٣٥١٧۔ ❷ ٧٤/المدثر: ٤۔٥۔ ❸ ٣٣/الاحزاب: ١۔

وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٤٢﴾ ❶

''ہم نے موسیٰ کو تیس روز وشب کے لیے (کوہ سینا) پر طلب کیا اور بعد میں دس دن کا اور اضافہ کیا۔ اور اس طرح اس کے رب کی مقرر کردہ مدت پورے چالیس دن ہوگئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے چلتے ہوئے اپنے بھائی ہارون سے کہا میرے پیچھے تم میری قوم میں جانشینی کرنا۔ اور ٹھیک کام کرتے رہنا بگاڑ کرنے والوں کے طریقہ پر نہ چلنا۔'' ❷

مزید ارشادِ ربانی ہے کہ ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾ (۵/المائدہ: ٦) ''اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کرلو۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿٢٢٢﴾﴾ ❸ ''بے شک اللہ بہت زیادہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور بہت زیادہ پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور محبوب وہ لوگ ہیں جو گناہوں سے توبہ کرنے والے ہوں اور جو ان نجاستوں اور غلاظتوں سے پاک صاف رہنے والے ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے انہیں منع فرمایا ہے۔ مزید ارشادِ ربانی ہے کہ: ﴿فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿١٠٨﴾﴾ ❹ ''اس میں ایسے لوگ ہیں جو (اس بات کو) پسند کرتے ہیں کہ وہ پاک صاف ہوں اور اللہ پاک بہت زیادہ صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

اہلِ قبا کی پاک صاف رہنے پر تعریف

سورہ التوبہ کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل قبا کے پاک صاف رہنے پر تعریف بیان فرمائی ہے۔ جیسا کہ ''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ: ﴿فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا﴾ ❺ ''اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں۔'' اہل قبا کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

❶ ۷/الاعراف: ۱۴۲۔ ❷ ابن کثیر تفسیر ۷۴/ المدثر: ۴۔۵۔
❸ ۲/البقرہ: ۲۲۲۔ ❹ ۹/التوبہ: ۱۰۸۔ ❺ ۹/التوبہ: ۱۰۸۔

کہ وہ لوگ پانی سے استنجا کرتے تھے تو ان کے بارے میں یہ آیت اتری۔" ❶

اور سیدنا ابوایوب انصاری، سیدنا جابر بن عبداللہ اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ۝﴾ ❷ "اس مسجد میں ایسے آدمی (نماز پڑھتے) ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ بھی بہت زیادہ پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے انصار کی جماعت! اللہ تعالیٰ نے تمہاری صفائی پسندی کی تعریف کی ہے۔ تمہاری صفائی کیسی ہوتی ہے؟" انہوں نے عرض کیا: ہم نماز کے لیے وضو کرتے ہیں، جنابت سے غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہی بات ہے، اس کو اختیار کیے رکھنا۔" ❸

طہارت ظاہری و باطنی مطلوب ہے

طہارت کو دو اقسام میں بیان کیا جا سکتا ہے، طہارت ظاہری اور طہارت باطنی۔ باطنی طہارت یہ ہے کہ نفس کو گناہوں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بچا کر نہایت ہی پاک اور صاف زندگی گزارنی چاہیے، اس کے لیے گناہوں اور نافرمانیوں سے سچی توبہ کی ضرورت ہوتی ہے اور دل کو شرک، شک، حسد، غصہ، کینہ، خیانت، تکبر، خود پسندی، ریا اور نمود و نمائش کی آلودگیوں سے منزہ و پاک کرنا ہے۔ اس کے لیے اخلاص، یقین، نیکی کی محبت، حوصلہ، سچائی، تواضع اور تمام ارادوں اور اعمال میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا جذبہ ایک مومن کے اندر موجزن ہونا ضروری ہے اور طہارتِ ظاہری یہ ہے کہ انسان پلید اور ناپاک چیزوں سے دور رہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ بدن، لباس اور گھر کو پاک اور صاف ستھرا رکھے اور اسی طرح اپنے اردگرد کے ماحول کو صاف ستھرا اور پاکیزہ بنانے کی کوشش کرے۔ ظاہری طہارت یا دوسرے لفظوں میں صفائی و ستھرائی کے حوالے سے میں یہاں

---

❶ سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب فی الاستنجاء: ٤٤؛ جامع الترمذی: ٣١٠٠؛ سنن ابن ماجه: ٣٥٧۔ ❷ ٩/التوبة: ١٠٨۔

❸ سنن ابن ماجه، ابواب الطهارة وسننها، باب الاستنجاءِ بالماءِ: ٣٥٥؛ سنن بيهقى: ١/ ١٠٥؛ صححه الحاكم: ١/ ١٥٥ والذهبى۔

ایک واقعہ بیان کردوں تو اس سے اسلام میں اور اسلامی ریاست میں صفائی کی اہمیت وضرورت اجاگر ہوجائے گی۔

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مکہ مکرمہ میں صفائی کی مہم

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں تشریف لائے اور وہاں کی گلی کوچوں میں پھرنے لگے، آپ کچھ لوگوں پر گزرتے اور فرماتے: دیکھو اپنے مکان کے سامنے صحن کو جھاڑو دے کر صاف رکھو (جو حفظانِ صحت کے لیے نہایت ضروری ہے) یہاں تک کہ آپ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے سے گزرے (جو زمانہ جاہلیت میں مکہ کے ایک بڑے سردار تھے) آپ نے ان سے بھی فرمایا: ''اپنا صحن جھاڑو!'' انہوں نے کہا بہت خوب یا امیر المومنین! ہمارے خدمت گار آجائیں تو پھر جھڑواتا ہوں، پھر دوسری بار اس کے مکان کے سامنے سے گزرے دیکھا تو وہی حال ہے اس نے کچھ صفائی نہیں کرائی۔ پھر تیسری بار وہاں سے گزرے دیکھا تو وہی حال ہے اس نے کچھ نہیں کیا (کچرا کوڑا ویسا ہی پڑا ہے) آخر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے دونوں کانوں کے درمیان درہ یعنی کوڑا مارا۔ تب اس کی بیوی ہند گھر سے نکل آئی اور کہنے لگی۔ کوئی دن ایسے بھی گزرے ہیں کہ اگر تم ابوسفیان کو مارتے تو مکہ کا پیٹ تڑپ جاتا (یعنی سارے مکہ والے بگڑ جاتے کیونکہ کل وہ ان کا حکمران تھا) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''سچ ہے (مگر وہ دن گزر گئے اب ابوسفیان کی حکومت نہیں ہے، خلافتِ فاروقی کا زمانہ ہے۔ ابوسفیان بھی دوسرے لوگوں کی طرح امیر المومنین کی رعیت ہے۔'' [1]

یہ تو ہے ایک عالمی اسلامی ریاست کے خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت کا چھوٹا سا واقعہ لیکن بظاہر یہ چھوٹا سا واقعہ پکار پکار کر بتا رہا ہے کہ اسلامی ریاست میں حکمرانوں کی کیا کیا ذمہ داریاں اور فرائض ہوتے ہیں...... حتیٰ کہ صفائی جیسے مسئلہ کی دیکھ بھال بھی مرکزی حکمران کو کرنی پڑتی ہے کہ وہ مضرِ صحت چیزوں کی حکماً صفائی کراتا ہے اور تھوڑی

[1] لغات الحدیث علامہ وحیدالزمان جلدسوم باب ''ق'' ص: ٦١٠ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور۔

سی تاخیر بھی برداشت نہیں کرتا اور سابقہ دور کے حکمران کو کوڑا دے مارتا ہے۔ یہ تو ہوئی ریاست کی بات، اسی طرح ریاست کی ایک اکائی گھر اور اس میں بسنے والا ایک خاندان ہے جس کے اندرونی نظام کی ملکہ وہ عورت ہے جو اپنے میاں کی زوجیت اور قوامیت میں اس گھر کی بادشاہ اور حکمران ہے جس کے بارے میں سرورِ کائنات ﷺ کا ارشاد ہے جسے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر شخص ذمے دار ہے اور تم سب سے اس کی اپنی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ امیر (ملک میں اپنی رعایا کا) ذمے دار ہے۔ آدمی اپنے اہل خانہ کا ذمہ دار ہے (وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَوَلَدِہٖ) عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی ذمے دار ہے۔ پس (اس طرح) تم سب ذمہ دار ہو اور تم سب سے اس کی اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔'' [1]

اس حدیث میں جہاں حکمرانِ وقت کو اپنی رعایا کے جملہ معاملات کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے وہاں معاشرے کے ہر فرد کو بھی اپنے گھر کے تمام امور کا ذمے دار ٹھہرایا گیا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ گھر کی چار دیواری کے اندر رہنے والی عورت کو بھی اپنے میاں کے گھر اور اس کی اولاد کے سب فرائض ادا کرنے، اصلاح کرنے کا اور عدل وانصاف کے قیام کا ذمے دار اور اس میں کوتاہی کرنے پر باز پرس کا حق دار قرار دیا ہے۔ گھر میں عورت کے کیا فرائض ہیں اور کیا حقوق؟ یہ ایک الگ کتاب کا موضوع ہے۔ یہاں صرف گھر کو پاکیزہ رکھنے اور صاف ستھرا رکھنے کے حوالے سے گزارشات کر رہا ہوں۔

گھر کی ظاہری صفائی

گھر کی ظاہری صفائی کے حوالے سے آپ نے ابھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ پڑھا جس سے یہ معلوم ہوا کہ گھر کا چہرہ خوبصورت بنا کر رکھنا بھی اسلام کو مطلوب ہے جب صحن کو صاف ستھرا رکھنے کی اتنی تاکید ہے کہ ایک خلیفۃ المسلمین کو کوڑا استعمال کرنا پڑا تو اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پورے گھر کو صاف ستھرا رکھنے کی کتنی ضرورت ہے؟ اگر سیدہ فاطمۃ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن: ۸۹۳، صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضیلة الامام العادل: ٤٧٢٤۔

الزہرا رضی اللہ عنہا لختِ جگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کی خود صفائی کرتی تھیں۔ اور اس کے لیے بڑی مشقت برداشت کرتی تھیں۔ کیونکہ یہ خاتونِ خانہ کے فرائض میں شامل ہے پس ہر مسلمان عورت کا فرض ہے کہ وہ اپنے پورے گھر کو نہایت ہی صاف ستھرا بنا کر رکھے، ڈرائینگ روم، ڈائننگ ہال، ٹی وی لاؤنج، بیڈ رومز، کچن کو اجلا اور صاف رکھنے کا پورا پورا حق ادا کیا جائے اور اس کا حق یہ ہے کہ جہاں کوڑا، ہوا کے ذریعے گھر میں آنے والی خاک کو صاف کیا جائے، وہاں چہار سو جالوں کو بھی اتارا جائے اور صاف کیا جائے، اگر روٹی کے ٹکڑے، پس خوردہ سالن، چاول، مٹھائی وغیرہ ہو تو اس کو بھی صاف کیا جائے۔ فریج اور دیگر ایسی اشیا کی بھی ساتھ ساتھ صفائی بہت ضروری ہے، برتنوں کو بروقت دھونا اور سلیقے سے رکھنا، قالین، کارپٹ کی صفائی بستروں کی چادروں وغیرہ کی صفائی اور پھر سلیقے سے بچھانا، دھونے والے کپڑوں کو ایک مناسب جگہ پر رکھنا، بروقت دھونا، استری کرنا اور بچوں کے کپڑے تبدیل کرنا بھی صفائی کے امور میں شامل ہے۔ اسی طرح باتھ رومز کی صفائی کا اہتمام کرنا بھی از حد ضروری ہے۔ ایسی صفائی کہ گھر میں آنے والے مہمان پکار اٹھیں کہ یہ ہے صفائی جس کو بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔ غور کریں کہ اگر حکمران ملکی سطح پر صفائی کا ایسا اہتمام کریں جیسا امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں کیا تھا اور ہر عورت درج بالا سطور کو سامنے رکھ کر اپنے اپنے گھر کی صفائی کا اہتمام کرے تو کیا پچاس فیصد حفظانِ صحت کے مسائل حل نہیں ہو جائیں گے؟ اگر آپ مزید گہرائی میں اتریں اور دیکھیں کہ گھروں میں کیا کیا بیماریاں ہیں مثلاً پیٹ کا درد ہے، انتڑیوں کے مسائل ہیں، گردے مثانے کے مسائل ہیں، آنکھوں، کانوں اور دل کے مسائل ہیں، یہ کیوں؟ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اکثر بیماریاں صاف ستھری خوراک نہ ملنے اور ناقص اشیائے خوردنی کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہیں اور ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ یہ فرد کے مسائل ہیں، اور فرد اور خاندان مل کر جب معاشرہ تشکیل دیتے ہیں، تو معاشرتی امراض کا دائرہ اتنا وسیع ہو جاتا ہے کہ ان کو روکنا ڈاکٹرز کے بس میں نہیں ہوتا۔ پھر ان امراض میں سے موذی مرض جنم لیتے ہیں مثلاً ایڈز، ڈینگی وغیرہ۔ میں اس تفصیل میں نہیں جاسکتا صرف دو چیزیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں پہلی دانتوں کی صفائی سے متعلق ہے کیونکہ دانتوں کی بیماریاں

بھی اکثر ان کی صفائی نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہیں، بڑے تو یقیناً دانت اور منہ صاف رکھتے ہیں لیکن میرے نزدیک یہ ماں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو مسواک یا برش کرنا سکھائے اور ان کے دانت اور منہ صاف رکھے۔ دینِ اسلام میں اس کی کیا اہمیت ہے؟ ملاحظہ فرمائیے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ، وَمَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ)) ''مسواک منہ کی پاکیزگی اور اللہ کی رضا کا سبب ہے۔'' [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث میں مسواک کو امورِ فطرت میں شمار کیا گیا ہے وہ بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دس چیزیں فطرت سے ہیں: (1) مونچھیں کاٹنا (2) ڈاڑھی بڑھانا (3) مسواک کرنا (4) (دورانِ وضو) ناک میں پانی ڈالنا (5) ناخن تراشنا (6) انگلیوں کے جوڑ دھونا (7) بغلوں کے بال اتارنا (8) زیرِ ناف بال مونڈنا اور (9) پانی استعمال کرنا۔''

(حدیث کے ایک راوی) جناب مصعب رحمہ اللہ نے (حدیث روایت کرتے ہوئے) فرمایا: میں دسویں چیز بھول گیا ہوں، شاید کلی کرنا ہو۔ اس حدیث میں لفظِ فطرت سے مراد دینِ فطرت کے وہ امور ہیں جو تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں ان پر عمل ہوتا رہا ہے۔ اس کی اہمیت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے واضح ہے کہ جب آپ نمازِ تہجد کے لیے اٹھتے تو دانتوں کو مسواک سے صاف کرتے، اور اپنی نماز میں بھی اس کا اہتمام کرتے اور مسواک کرتے ہوئے گھر میں داخل ہوتے۔

ناخن بڑھانے کا فیشن اور اسلام

دوسری چیز یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ناخن بڑھانے کا فیشن خلافِ فطرت بھی ہے اور خلافِ اسلام بھی۔ آپ نے ابھی ایک حدیث کا مطالعہ کیا جس میں فرمایا گیا ہے کہ امورِ فطرت میں: (وَقَصُّ الْأَظْفَارِ)۔ ''ناخن تراشنا'' بھی ہے۔ یہ کیوں؟ اس لیے کہ جب ناخن بڑھ جائیں

---

[1] سنن نسائی: ۵؛ مسند احمد وسنن دارمی بحوالہ مشکوۃ المصابیح: ۳۸۱۔

تو ان میں میل کچیل جمع ہو جاتا ہے، اس لیے صفائی کا تقاضا بھی ہے کہ انہیں کاٹ دیا جائے۔ فیشن کے طور پر ناخن بڑھالینا خلافِ فطرت بھی ہے اور ان سے نہاتے وقت بدن کے زخمی ہونے کا اندیشہ بھی ہے اور کام کاج کرتے وقت ان کے ٹوٹنے کا خطرہ بھی رہتا ہے جس سے نقصان اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نیز ناخن کاٹنے سے انسان اور حیوان میں قدرتی فرق برقرار رہتا ہے۔ گھر کی ملکہ یعنی عورت کو یہ معلوم رہنا چاہیے کہ میلا کچیلا رہنا غیر مسلموں مثلاً ہندو جوگیوں یا عیسائی راہبوں کا طریقہ ہے اور یہ ان کی خود ساختہ پابندیاں ہیں جن کا کسی آسمانی شریعت سے کوئی تعلق نہیں پس گھر میں عورت کا یہ کام بھی ہے کہ وہ خلافِ فطرت امور کے خلاف مہم چلائے اور گھر کے سبھی افراد کو نظافت وطہارت کا درس دے اور بتائے کہ نظافت وطہارت نصف ایمان ہے اور یہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ رہا ہے اور یہی تعلیمات ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں اور انہیں اختیار کر کے ہی دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔

گھر کی باطنی پاکیزگی و صفائی

گھروں کے بے شمار مسائل ومشکلات ہیں ان میں ان کے مکینوں کو اکثر شکایات یہ رہتی ہیں کہ ہم نے اپنے گھر یا باتھ روم میں کالا اور گورا بابا دیکھا، سایہ دیکھا باتھ روم میں یوں ہوا، گھر پر جنات کا قبضہ ہے، فلاں پر جنات کا اثر ہے، جادو ہے، تعویذ ڈالے گئے ہیں وغیرہ وغیرہ سو باتیں جو ایک گھر میں سننے کو ملتی ہیں، پھر ایک سلسلہ دراز پیروں فقیروں کے پاس جانے اور ان کو لانے اور سرمایہ خرچ کر کے تعویز گنڈوں کا شروع ہو جاتا ہے، کالے جادو کا ڈھنڈورا پیٹا اور پٹوایا جاتا ہے۔ غرض پورے گھر کو اس کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے بالمقابل دوسرا نقطۂ نظر یہ بیان ہونا شروع ہو جاتا ہے کہ یہ سب بکواس ہے، جھوٹ ہے، ایسا ممکن نہیں ہے، بھلا ایسا بھی ہوسکتا ہے، یہ دھندا ہے، پیسے بٹورنے کا طریقہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ میرے نزدیک یہ ایک نہایت سنجیدہ مسئلہ ہے اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے اور مروجہ غیر شرعی طریقوں کو چھوڑ کر قرآن وسنت کی روشنی میں ان مسائل ومشکلات کا حل موجود ہے یہاں اس حوالے سے جملہ امور کا احاطہ مطلوب نہیں ہے، طہارت و پاکیزگی کے موضوع سے متعلق چند امور کو بطور مثال بیان کیا جاتا ہے تاکہ ان واقعات واحوال کے حقیقی اسباب سے

آگاہی حاصل ہو سکے۔

اس حوالے سے جب جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ہمارے ہاں بڑی حد تک ظاہری صفائی کا بھی اہتمام نہیں ہے، اس کی صداقت کا اندازہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے گھر کی جملہ حوالوں سے صفائی کا جائزہ لیں۔ جہاں تک تعلق ہے باطنی طہارت و پاکیزگی کا وہ اِلّا ماشاء اللہ نہ ہونے کے برابر ہے اور اسی وجہ سے بیشتر گھروں پر شیطان جن وانس کا راج ہے، جن گھروں میں باطنی طہارت کا اہتمام ہوگا وہاں آپ کو یہ مسائل نہیں ملیں گے یا بہت کم ملیں گے اب سوال یہ ہے کہ باطنی پاکیزگی کیا ہے تاکہ وہ اختیار کر کے ان مسائل و مشکلات سے بچا جا سکے۔

باطنی طہارت یہ ہے کہ خالص نیت کے ساتھ عقیدہ درست ہو، نمازیں پانچ پڑھی اور پڑھائی جائیں، فرض زکوٰۃ پورے حساب کے ساتھ ادا کی جائے، جن پر روزے فرض ہوں وہ روزے رکھیں، حج بیت اللہ اگر فرض ہو تو ادا کیا جائے، یہ ایک مسلمان کے بڑے فرائض ہیں جو اسے ادا کرنے کا حکم ہے، لیکن باطنی طہارت میں اور بھی بہت سی باتیں ہیں، مثلاً ایک چھوٹے بچے کو پکڑیں جس کے کپڑے بظاہر نہایت صاف اور اجلے ہیں لیکن اس کو مزید قریب کریں اور سونگھیں تو بدبو کے بھبکے ہیں جو اس کے کپڑوں سے اٹھ رہے ہیں جو اس کا ثبوت ہیں کہ کپڑے صاف اور اجلے ہونے کے باوجود ناپاک ہیں۔ اسی طرح دیگر جملہ معاملات کو اس پر قیاس کر لیں۔ اس مثال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جہاں ظاہری صفائی کا اہتمام ضروری ہے وہاں باطنی پاکیزگی بھی اس سے زیادہ ضروری ہے۔ لہٰذا یہ جان لینا چاہیے کہ جہاں باطنی پاکیزگی نہیں ہوگی وہاں جس طرح ظاہری غلاظت پر مکھیاں، مچھر، کیڑے مکوڑوں کا راج ہوتا ہے اسی طرح شیطان جن وانس کا راج ہوگا پھر جس طرح ظاہری میل کچیل اور غلاظتوں کا صابن، سرف، کیڑے مکوڑے مار وغیرہ ادویات سے کیا جاتا ہے اسی طرح باطنی طہارت کا انتظام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہدایات کی روشنی میں کیا جانا ضروری ہے مثلاً

باتھ روم پر شیطان کا قبضہ اور اس کا توڑ

سیدالکونین نبی اکرم ﷺ نے امتِ مسلمہ کو بتایا ہے کہ شیطانوں کی آمدورفت کی جگہ باتھ رومز ہیں ساتھ ہی بتایا کہ ان کو دفع کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ لٰہذا آپ ﷺ کا بتایا ہوا طریقہ علاج ہے، اگر وہ علاج کیا جائے تو شیطان کا قبضہ باتھ رومز پر سے ٹوٹ جائے گا۔ جیسا کہ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ بیت الخلا (شیطانوں کے) حاضر ہونے کی جگہیں ہیں۔ چنانچہ جب تم میں سے کوئی (باتھ روم میں) داخل ہو، تو اسے یوں کہنا چاہیے: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ))
''اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں ناپاک جنوں اور ناپاک جنّیوں سے۔'' [1]

اور پھر آپ ﷺ کا عمل حضرت انس رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں کہ جب آپ بیت الخلا میں داخل ہوتے تو کہتے تھے: ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ)) ''میں ناپاک جنوں اور ناپاک جنّیوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔'' [2]

ان احادیث میں ناپاک مذکر ومؤنث جنوں سے مراد شیطان جنات ہیں جو محض شرارت کے طور پر انسانوں کو تنگ کر کے خوش ہوتے ہیں، یہ شیطان اپنی ناپاک فطرت کی وجہ سے ناپاک مقامات ہی کو پسند کرتے ہیں، اس لیے بیت الخلا میں ان کا آنا جانا رہتا ہے، شیطان اس جگہ اس لیے بھی آتے ہیں کہ ہر انسان طبعی طور پر وہاں جانے پر مجبور ہوتا ہے اور وہاں اللہ کا ذکر بھی نہیں کر سکتا، اسی لیے وہاں شیطان انسان کے دل میں ہر قسم کے غلط سلط خیالات اور وسوسے آسانی سے ڈال سکتا ہے۔ شیطان کے اس شر سے بچنے کے لیے بیت الخلا میں داخل ہونے کی درج بالا دعائیں آسان طریقہ ہے اور یہ دعا بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے پڑھنی چاہیے۔

---

[1] سنن ابن ماجہ، ابواب الطهارة وسننها، باب ما يقول الرجلُ اذا دخل الخلاء: ۲۹۶؛ سنن ابی داود: ٦؛ صححه ابن خزيمه وابن حبان والحاكم والذهبی۔

[2] سنن ابن ماجہ: ۲۹۸؛ صحيح مسلم، كتاب الحيض، باب ما يقول اذا اراد دخول الخلاء: ۸۳۲؛ سنن نسائی: ۱۹۔

پیشاب سے نہ بچنے اور غیبت کی وجہ سے عذابِ قبر

طہارت وپاکیزگی کا اہتمام نہ کرنا جہاں شیاطین جن وانس کو اپنے اوپر مسلط کرنے کی دعوت دینے کے مترادف ہے وہاں اللہ کے عذاب کا موجب بھی ہے مثلاً درج ذیل احادیث کا بغور مطالعہ کریں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو ئی قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''ان دونوں (قبر والوں) کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کا عادی تھا۔'' [1]

ایک اور روایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عذابِ قبر زیادہ تر پیشاب (سے احتیاط نہ کرنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔'' [2]

اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''ان دو شخصوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب بھی کسی بڑے کام کی وجہ سے نہیں ہو رہا۔ ایک کو تو پیشاب کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اور دوسرے کو غیبت کی سزا مل رہی ہے۔'' [3]

ان احادیث میں پیشاب سے بچنے کا مطلب یہ ہے کہ جسم اور لباس کو پیشاب کے چھینٹوں سے بچایا جائے اور پیشاب سے فارغ ہونے پر پانی سے اور اگر پانی میسر نہ ہو تو مٹی سے استنجا کیا جائے اور چغلی (نمیمہ) کا مطلب یہ ہے کہ ایک انسان کی کہی ہوئی بات دوسرے کو بتائی جائے تاکہ دونوں میں جھگڑا ہو جائے یا ان میں محبت ختم ہو جائے یہ بات سچ بھی ہو تو اس طرح لگائی بجھائی کے طور پر ایک دوسرے کو جا کر بتانا سخت گناہ ہے۔ اور اگر جھوٹ ہو تو گناہ کی سنگینی اور بڑھ جاتی ہے۔ کسی کے عیوب اس کی غیر موجودگی میں بیان کرنا

---

[1] سنن ابن ماجه، باب التشديد فی البول: ٣٤٧؛ صحيح بخاری، كتاب الجنائز، باب الجريدة على القبر: ١٣٦١؛ صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول: ٦٧٧۔ [2] سنن ابن ماجه: ٣٤٨؛ مسند احمد: ٢/ ٣٨٨؛ مصنف ابن ابی شيبه: ١/ ١٢٢؛ صححه الحاكم، والذهبی، والبوصيری، وسنن نسائی: ١٣٤٤۔ [3] سنن ابن ماجه: ٣٤٩؛ مسند احمد: ٣٩/ ٥، ٣٥، ٣٦۔

بھی چغلی (غیبت) اور بڑا گناہ ہے اور یہ بھی سب کام انسان شیاطین جن وانس کے اثر سے کرتا ہے، اس لیے کہ ناپاک رہ کر ایسا شخص اس کے چکروں میں پھنس جاتا ہے۔

برتن ڈھانک کر رکھنے کا حکم

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے مشکیزوں کا منہ باندھ دیا کریں اور برتنوں کو ڈھانپ دیا کریں۔" ❶

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "برتن ڈھانپ دیا کرو، مشکیزے کا منہ باندھ دیا کرو، چراغ بجھا دیا کرو، اور دروازہ بند کر دیا کرو کیونکہ شیطان (منہ بند) مشک کو نہیں کھولتا، دروازہ نہیں کھولتا اور (ڈھانپے ہوئے) برتن کو نہیں کھولتا۔ اگر کسی برتن پر رکھنے کے لیے لکڑی (درخت کی پتلی شاخ وغیرہ) کے سوا کچھ نہ ملے تو اسے ہی اللہ کا نام لے کر رکھ دے۔ (چراغ بجھا دیا کرو) اس لیے کہ ننھی شریر چوہیا گھر کو آگ لگا کر (گھر والوں کو) جلا دیتی ہے۔" ❷

اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں برتن ڈھانپنے کا، مشک کا منہ باندھنے کا اور برتن اوندھے کر کے رکھنے کا حکم دیا۔" ❸

شریعتِ اسلامیہ اس قدر کامل و اکمل ہے اس میں روزمرہ کے ان معاملات میں بھی رہنمائی دی گئی ہے جن کی طرف عام طور پر توجہ نہیں دی جاتی، اگر آپ ان تین احادیث پر ہی غور کریں تو آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اسلام نے اپنی تعلیمات میں حفظانِ صحت کے اصولوں کو بھی مدنظر رکھا ہے، اور شیاطین جن وانس کو کنٹرول میں رکھنے کے لیے جامع ہدایات عطا فرمائی ہیں۔ اس کی ایک مثال درج بالا احادیث ہیں جس میں کھانے پینے کی چیزوں کو نقصان دہ اشیا سے محفوظ رکھنے کے لیے ڈھانپ کر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پانی میں مضر صحت اشیا، گرد وغبار وغیرہ بہت جلد مل جاتی ہیں خاص طور پر جب پانی کی مقدار کم ہو جیسے کہ

❶ سنن ابن ماجہ، باب تغطية الاناء: ٣٤١٠، ٣٤١١؛ صحیح مسلم مطولا: ٥٢٤٦۔

❷ سنن ابن ماجه، ابواب الاشربة، باب تخمير الاناء: ٣٤١٠؛ صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب استحباب تخمير الاناء......: ٥٢٤٦۔

❸ سنن ابن ماجه: ٣٤١١؛ مسند احمد: ٥٢٤٦۔

گھر کے برتنوں میں ہوتی ہے تو تھوڑی سی آلودگی بھی پانی کو ناقابل استعمال بنا سکتی ہے۔ پانی کے مشکیزے یا دورِ حاضر کے پانی رکھنے کے برتن ٹب وغیرہ کے منہ پر ڈھکن تھال یا آڑی لکڑی دینے کی حکمت یہ ہے کہ اس طرح پانی آلودگی سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کے خراب ہونے کا اندیشہ نہیں رہتا۔ برتن خواہ پانی کے ہوں یا کھانے کے ان پر ڈھکن وغیرہ رکھنا بہت ضروری ہے تا کہ ان میں گردوغبار یا کیڑے مکوڑے داخل نہ ہوسکیں کیونکہ بعض حشرات الارض شیاطین جن وانس ہوتے ہیں اور بعض خطرناک بھی ہوسکتے ہیں اور خطرناک اشیا کے بارے میں احتیاط بہت ضروری ہے، بالخصوص رات کے وقت سونے سے پہلے اس ہدایت کو عملی جامہ پہنانا تو اور زیادہ ضروری ہے کیونکہ رات کے وقت چھوٹے موٹے حشرات اپنے بلوں سے باہر نکلتے ہیں، وہ کھانے پینے کی چیزوں میں داخل ہوسکتے ہیں اس لیے رات کو برتن ڈھانکنے کا خاص طور حکم دیا گیا ہے۔ نیز رات کو برتن ڈھانکتے وقت اور دروازہ بند کرتے وقت (بسم اللہ) کہنا چاہیے، اس کی برکت سے شیاطین جن وانس کی شرارت سے اشیا محفوظ رہتی ہیں۔ شریعتِ اسلامی کی خلاف ورزی اگر کی جائے تو اس کے نقصانات بھی ہوتے ہیں مثلاً اسی حوالے سے ایک حدیث جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزوں کے منہ اوپر کی طرف موڑ کر ان کے مونہوں سے پانی پینے سے منع فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کے بعد ایک آدمی رات کو اٹھا اور اس نے (پانی پینے کے لیے) مشکیزے کا منہ الٹایا تو اس میں سے سانپ نکل آیا۔'' [1]

مغرب کے وقت گھر کے دروازے بند کر دیجیے۔ کیوں؟

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب رات کی تاریکی آجائے یا شام ہو تو اپنے بچوں کو (گھر سے باہر) مت نکلنے دو اس لیے کہ شیطان اس وقت پھیل جاتے ہیں، پھر جب ایک گھڑی رات گزر جائے تو ان کو چھوڑ دو اور دروازہ بند کر لو اور اللہ تعالیٰ کا نام لو اس لیے کہ شیطان بند دروازے نہیں کھولتا اور اپنے مشکیزوں کو باندھ دو اور اللہ کا نام لو اور اپنے برتنوں کو ڈھانپ دو اور اللہ کا نام لو، اگر کوئی برتن (یا چیز)

---

[1] سنن ابن ماجه، ابواب الاشربة: ٣٤١٩۔

ڈھانکنے کو نہ ملے تو ان پر آڑ (کے طور پر) کوئی چیز رکھ دو اور اپنے چراغوں کو بجھا دو۔'' ❶

اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے جانوروں اور بچوں کو مت چھوڑو جب آفتاب غروب ہو رہا ہو یہاں تک عشا کی تاریکی جاتی رہے کیونکہ آفتاب ڈوبنے سے عشا کی تاریکی جانے تک شیطان بھیجے جاتے ہیں۔'' ❷

ایک اور حدیث سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''برتن ڈھانپ دو اور مشک کا منہ بند کر دو۔ اس لیے کہ سال میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جس میں وبا اترتی ہے پھر وہ وبا جو برتن کھلا پاتی ہے یا مشک کھلی پاتی ہے اس میں سما جاتی ہے۔'' ❸

اور سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے مرفوعاً بیان کیا: عشا کے وقت ...... اور جناب مسدد نے روایت کیا کہ ...... شام کے وقت اپنے بچوں کو (گھروں میں) روک کر رکھا کرو۔ اس وقت جن (زمین میں) پھیل جاتے ہیں اور (بچوں کو) اچک لیتے ہیں۔'' ❹

اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک بار) ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب فرمایا، ایک شخص نے کہا: کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبیذ نہ پیش کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں نہیں۔'' چنانچہ وہ بھاگتا بھاگتا گیا اور ایک پیالہ لے آیا، اس میں نبیذ تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو نے اسے ڈھانپا کیوں نہیں؟ اس پر کوئی لکڑی ہی رکھ لیتا۔'' ❺

کھانے کے وقت بسم اللہ سے شیطان بھاگ جاتا ہے

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: انسان جب اپنے گھر میں

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب تخمیر الاناء...... : ٥٢٥٠؛ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب صفة ابلیس وجنوده: ٣٢٨٠۔

❷ صحیح مسلم: ٥٢٥٣۔ ❸ صحیح مسلم: ٥٢٥٥۔

❹ سنن ابی داود، کتاب الاشربة، باب فی ایكاء الآنیة: ٣٧٣٣؛ صحیح بخاری: ٣٣٠٤؛ صحیح مسلم: ٥٢٥٠، ٥٢٥٣۔

❺ سنن ابی داود: ٣٧٣٤؛ صحیح مسلم: ٥٢٤٤؛ صحیح بخاری: ٥٦٠٥۔

داخل ہوتے ہوئے اللہ کا نام لیتا ہے اور پھر اپنے کھانے پر بھی اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے: تمہارے لیے یہاں نہ رات کا کوئی ٹھکانہ ہے اور نہ رات کا کھانا۔ اور جب انسان (گھر میں) داخل ہوتے وقت اللہ کا ذکر نہ کرے تو شیطان کہتا ہے: تمہیں رات کا ٹھکانہ مل گیا اور جب کھانے پر بھی اللہ کا نام نہ لے تو کہتا ہے: تمہیں رات کے ٹھکانے کے ساتھ کھانا بھی مل گیا۔'' [1]

اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتے تو ہم میں سے کھانے میں کوئی ہاتھ نہ ڈالتا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ شروع نہ کر لیتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ہم آپ کے ساتھ کھانے میں شریک تھے کہ ایک بدوی آیا گویا اسے دھکیلا جا رہا تھا، پس وہ آگے بڑھا کہ کھانے میں اپنا ہاتھ ڈالے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک چھوٹی بچی آئی گویا اسے (بھی) دھکیلا جا رہا تھا، اس نے بھی آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ کھانے میں ڈالنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا اور فرمایا: ''جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو شیطان اسے اپنے لیے حلال سمجھ لیتا ہے۔ وہ اس بدوی کو لایا تا کہ اس کے ذریعے سے کھانا حاصل کر سکے، مگر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس بچی کو لایا تا کہ اس کے ذریعے سے کھانا لے سکے، تو میں نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بلاشبہ اس کا ہاتھ ان (دونوں) کے ہاتھوں کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔'' [2]

اور سیدنا امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے جبکہ ایک آدمی کھانا کھا رہا تھا اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی تھی۔ حتیٰ کہ جب اس کے کھانے سے ایک لقمہ باقی رہ گیا تو اس نے اپنے منہ کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا: (بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهُ وَآخِرَهُ) ''اللہ کے نام سے اس (کھانے) کے شروع میں اور آخر میں بھی۔'' تو نبی ﷺ ہنسنے لگے اور فرمایا: ''شیطان اس کے ساتھ کھا رہا تھا جب اس نے اللہ کا نام لیا تو جو

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الاطعمة، باب التسمية على الطعام: ٣٧٦٥؛ صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب اداب الطعام والشرب واحكامها: ٥٢٦٢۔

[2] سنن ابی داود: ٣٧٦٦؛ صحيح مسلم، كتاب الاشربة: ٥٢٥٩۔

کچھ اس کے پیٹ میں تھا اس نے قے کر کے نکال دیا۔'' [1]

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ دائیں ہاتھ سے کھائے، دائیں ہاتھ سے پیے، دائیں ہاتھ سے لے اور دائیں ہاتھ سے دے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، بائیں ہاتھ سے پیتا ہے، بائیں ہاتھ سے دیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے لیتا ہے۔'' [2]

نظرِ بد اور اس کا علاج

سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَلْعَيْنُ حَقٌّ)) ''نظر کا لگنا ایک حقیقت ہے۔'' اور یہی الفاظ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے بھی ہیں۔
نظر بد ایک ایسی حقیقت ہے جو کتاب وسنت سے ثابت ہے لیکن یہ نظر آنے والی چیز نہیں ہے دراصل بیماری کے اسباب جس طرح مادی ہوتے ہیں اسی طرح غیر مادی بھی ہوتے ہیں۔ اس کو یوں سمجھیے کہ جس طرح جدید تحقیقات کے نتیجے میں امراض کے نفسیاتی اسباب ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کیے جا چکے ہیں جو غیر مادی ہیں، اسی طرح روحانی اسباب بھی غیر مادی اسباب ہیں، پس غیر مادی امراض اور امراض کے غیر مادی اسباب کا علاج بھی غیر مادی ذرائع سے ممکن ہے جن میں موقع ومحل کے لحاظ سے مختلف ورد وظائف کے ذریعے سے علاج سنت سے ثابت ہے۔ چنانچہ نظر کا لگنا ایک حقیقت ہے اور یہ انسان کو غیر مادی طور پر متاثر کرتی ہے۔
نظر بد سے تحفظ اللہ کی پناہ میں آنے کے ذریعے سے اور اس کے کلام کا دم کرنے سے ممکن ہے۔ اب آیئے دیکھیں کہ اس کا علاج کیا ہے۔

نظرِ بد کا علاج

سیدنا عبید بن رفاعہ زرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے

---

[1] سنن ابی داود: ٣٧٦٨؛ مسند احمد: ٤/ ٣٣٦؛ سنن نسائی: ١٠١١٣؛ عمل اليوم والليلة: ٢٨٢؛ صحيحه الحاكم: ١/ ١٠٨، ١٠٩؛ مجمع الزوائد: ٥/ ٢٢۔

[2] سنن ابن ماجه، ابواب الاطعمة، باب الاكل باليمين٣٢٦٦؛ الطبراني في الاوسط: ٧/ ٣٩٧: ٦٧٧١۔

رسول ﷺ! جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کو نظر لگ جاتی ہے، میں انہیں دم کرا لیا کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں، اگر کوئی چیز تقدیر کا مقابلہ کر سکتی تو نظر اس (تقدیر) سے آگے بڑھ جاتی۔“ ❶

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں نظر کا دم کروانے کا حکم دیا۔“ ❷

اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کو دم کرتے تو یوں فرماتے تھے: ((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَآمَّةٍ)) ”میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں، ہر شیطان سے اور کیڑے مکوڑوں سے اور ہر دیوانہ کر دینے والی آنکھ سے۔“ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ہمارے جدامجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہ دعا پڑھ کر اسماعیل اور اسحق علیہما السلام کو۔“ یا فرمایا: ”اسماعیل اور یعقوب علیہما السلام کو دم کیا کرتے تھے۔“ ❸

نظر بد کا اثر بھی شیطانی اثر ہے جس کا علاج اللہ تعالیٰ سے دعا اور مسنون دم کے ذریعے سے آپ ﷺ سے ثابت ہوا۔ مریض کسی بھی قسم کا ہو اس پر قرآن کی آیات یا مسنون دعائیں پڑھ کر دم کی جا سکتی ہیں، یہ بات بھی اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ دھاگے پر دم کر کے گلے میں ڈالنا یا بازو اور کمر وغیرہ میں باندھنا منع ہے۔ خاوند کے دل میں محبت پیدا کرنے کے لیے ٹونے ٹوٹکوں کے بجائے اس کی اطاعت، اس کا احترام، اس کی خدمت اور اس سے محبت کا اظہار ہی بہترین عمل ہے۔ بعض اوقات شرکیہ ٹوٹکوں سے بظاہر فائدہ معلوم ہوتا ہے، یہ اصل میں شیطانی اثر ہوتا ہے تا کہ لوگوں کا اعتقاد ایسے کاموں پر پختہ ہو جائے۔ نظر بد کی طرح سانپ، بچھو، بھڑ وغیرہ کاٹ لے اس پر سورہ فاتحہ کا دم زیادہ بہتر ہے اسی طرح دوسری بیماریوں کے لیے بھی دم کرنا اور دم کرانا ثابت ہے، چند احادیث ملاحظہ فرمائیے۔

---

❶ سنن ابن ماجه: ٣٥١٠؛ جامع الترمذي: ٢٠٥٩؛ مصنف ابن ابي شيبه: ٧/ ٤١٤؛ صحيح مسلم: ٥٧٢٦۔ ❷ سنن ابن ماجه: ٣٥١٢؛ صحيح بخاري، كتاب الطب: ٥٧٣٨؛ صحيح مسلم: ٥٧٢٠۔

❸ سنن ابن ماجه: ٣٥٢٥؛ صحيح بخاري، كتاب احاديث الانبياء: ٣٣٧١۔

بیمار کو دم کرنا اور کرانا جائز ہے

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دم تو صرف نظر سے یا ڈنک مارنے والی چیز (سانپ، بچھو، بھڑ، مچھر، ڈینگی وغیرہ کی وجہ) سے ہوتا ہے۔'' ❶

جناب ابوبکر بن محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدہ خالدہ بنت انس ام بنی حزم ساعدیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ دم سنائے (اور دریافت کیا کہ یہ جائز ہیں یا نہیں؟) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے ساتھ دم کرنے کی اجازت دی۔'' ❷

اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں: انصار کا ایک گھرانہ، جنہیں آلِ عمرو بن حزم کہا جاتا تھا، (بچھو وغیرہ کے) ڈنک کا دم کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کرنے سے منع فرمادیا۔ انہوں نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم جھاڑوں سے منع فرمادیا ہے، حالانکہ ہم زہریلے جانور کے ڈنک کا دم کیا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے سناؤ۔'' انہوں نے دم کے الفاظ سنائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان میں کوئی حرج نہیں، یہ تو اقرار ہیں۔'' ❸

اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک آدمی کو بچھو نے ڈنک مارا تو رات بھر نہ سوسکا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ فلاں کو بچھو نے ڈنک مارا تو اسے رات بھر نیند نہیں آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر وہ شام کو یہ دعا پڑھ لیتا تو اسے صبح تک بچھو کے ڈنک کی تکلیف نہ اٹھانی پڑتی: ((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ)) ''میں اللہ کے کامل (بے نقص اور بے عیب) کلمات کے ذریعے سے (اللہ کی) پناہ میں آتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔'' ❹

---

❶ سنن ابن ماجه: ٣٥١٣۔

❷ سنن ابن ماجه: ٣٥١٤؛ الطبراني: ٢٤/ ٢٥٠: ٦٣٧۔

❸ سنن ابن ماجه: ٣٥١٥؛ صحيح مسلم، كتاب السلام: ٥٧٢٩۔

❹ سنن ابن ماجه، ابواب الطب: ٣٥١٨۔

آپ ﷺ جو دم کرتے تھے اور جو دم آپ ﷺ کو کیا جاتا تھا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ جب کسی بیمار کے پاس تشریف لے جاتے اور اس کے لیے دعا کرتے تو فرماتے:

((أَذْهِبِ الْبَأْسَ، رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا)) ❶

''بیماری دور کردے، اے لوگوں کے رب! اور شفا عطا فرما۔ تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے سوا کوئی شفا نہیں، ایسی شفا دے کہ بیماری کو بالکل نہ رہنے دے۔''

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مریض کی شفایابی کے لیے انگلی پر لعاب دہن لگا کر یوں کہتے تھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ، تُرْبَةُ أَرْضِنَا، بِرِيقَةِ بَعْضِنَا، لِيُشْفَى سَقِيمُنَا، بِإِذْنِ رَبِّنَا)) ❷

''اللہ کے نام سے، ہماری زمین کی مٹی، ہم میں سے بعض کے لعاب دہن سے مل کر، ہمارے رب کے حکم سے ہمارے مریض کی شفایابی کا ذریعہ ہوگی۔''

اور سیدنا عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے اتنا (شدید) درد ہو رہا تھا کہ میں مرا جا رہا تھا۔ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اپنا دایاں ہاتھ درد کے مقام پر رکھ کر سات بار کہہ:

((بِسْمِ اللّٰهِ، أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ)) ❸

''اللہ کے نام سے، میں اللہ کی عظمت وقدرت کی پناہ میں آتا ہوں اس کی برائی سے جو میں پاتا ہوں اور جس سے ڈرتا ہوں۔'' میں نے یہ دعا (اس

---

❶ سنن ابن ماجه: ۳۵۲۰، ۱٦۱۹۔

❷ سنن ابن ماجه: ۳۵۲۱؛ بخاری، کتاب الطب: ۵۷٤۵؛ صحیح مسلم، کتاب الطب: ۵۷۱۹؛ سنن ابی داود: ۳۸۹۵۔

❸ سنن ابن ماجه: ۳۵۲۲۔

طرح) پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی۔"

اور سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور فرمایا: "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بیمار ہو گئے ہیں؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں" جبریل علیہ السلام نے فرمایا:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ، مِنْ كُلِّ شَيْئٍ يُؤْذِيْكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْعَيْنٍ، اَوْ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ)) [1]

"میں آپ کو اللہ کے نام سے دم کرتا ہوں، آپ کو تکلیف دینے والی ہر چیز سے، ہر جان یا آگ سے، یا حاسد کے شر سے، اللہ آپ کو شفا دے میں آپ کو اللہ کے نام سے دم کرتا ہوں۔"

اور سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار تھا۔ جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ، مِنْ كُلِّ شَيْئٍ يُؤْذِيْكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْعَيْنٍ، اَوْ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ)) [2]

"میں آپ کو اللہ کے نام سے دم کرتا ہوں، آپ کو تکلیف دینے والی ہر چیز سے، جو آپ کو تکلیف دیتی ہے۔ حسد کرنے والے کے حسد سے اور ہر آنکھ سے اللہ آپ کو شفا دے۔"

اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دم کرتے وقت پھونک مارتے تھے۔" [3]

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہو جاتے تھے تو معوذ تین سورتیں پڑھ کر اپنے آپ پر پھونک مارتے تھے۔ جب آپ کا مرض شدت اختیار کر گیا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر (یہ سورتیں سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ الناس)

---

[1] سنن ابن ماجه: ۳۵۲۳۔ [2] سنن ابن ماجه: ۳۵۲۷۔
[3] سنن ابن ماجه: ۳۵۲۸۔

پڑھتی تھی، اور آپ ﷺ کا ہاتھ اس سے برکت کی امید پر (آپ ﷺ کے جسم پر) پھیرتی تھی۔'' [1]

آسیب اور جنات کے اثر کا علاج

سیدہ ام جندب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے قربانی کے دن رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے وادی کے نشیبی حصے میں کھڑے ہو کر بڑے جمرے پر کنکریاں ماریں، پھر واپس ہوئے۔ قبیلہ خشعم کی خاتون آپ کے پیچھے چل پڑی۔ اس کے پاس ایک بچہ تھا جسے آسیب کی شکایت تھی اور وہ بات نہیں کرتا تھا۔ اس خاتون نے عرض کی کہ اللہ کے رسول ﷺ! یہ میرا بیٹا ہے اور میرے گھر میں یہی باقی بچا ہے اور اسے آسیب ہے، یہ کلام نہیں کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس تھوڑا سا پانی لاؤ۔'' پانی لایا گیا۔ نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ دھوئے اور کلی کی پھر (یہ مستعمل پانی) اسے دے دیا اور فرمایا: ''کچھ پانی اسے پلا دینا، کچھ اس کے اوپر ڈال دینا اور اس کے لیے اللہ سے شفا کی دعا کرنا۔'' ام جندب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اس عورت سے ملی اور کہا: اس میں سے تھوڑا سا (متبرک پانی) مجھے بھی دے دو۔ اس نے کہا: یہ تو اس بیمار کے لیے ہے۔ ام جندب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک سال بعد اس عورت سے میری ملاقات ہوگئی تو میں نے اس لڑکے کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا: وہ صحت یاب ہو گیا ہے اور ایسا عقل مند ہو گیا ہے جو (عام) لوگوں کی طرح نہیں (بلکہ ان سے بڑھ کر عقل مند ہو گیا ہے)۔'' [2]

جادو کفر ہے اور اس کا علاج

﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا

[1] سنن ابن ماجه: ٣٥٢٩۔ [2] سنن ابن ماجه: ٣٠٣١، ٣٥٣٢۔

يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڜ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠٢﴾ ﴾ ❶

''اور لگے ان چیزوں کی پیروی کرنے جو شیاطین، سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کا نام لے کر پیش کیا کرتے تھے۔ حالانکہ سلیمان علیہ السلام نے کبھی کفر نہیں کیا۔ کفر کے مرتکب تو وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے، وہ پیچھے پڑے اس چیز کے جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر نازل کی گئی تھی، حالانکہ وہ (فرشتے) جب بھی کسی کو اس کی تعلیم دیتے تھے تو پہلے صاف طور پر متنبہ کر دیا کرتے تھے۔ دیکھ ہم محض ایک آزمائش ہیں، تو کفر میں مبتلا نہ ہو۔ پھر بھی یہ لوگ ان سے وہ چیز سیکھتے تھے جسے شوہر اور بیوی میں جدائی ڈال دے۔ ظاہر تھا اذن الٰہی کے بغیر اس ذریعے سے کسی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکتے تھے مگر اس کے باوجود وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو خود ان کے لیے نفع بخش نہیں، بلکہ نقصان دہ تھی۔ اور انہیں خوب معلوم تھا کہ جو اس چیز کا خریدار بنا اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ کتنی بری متاع ہے، جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا۔ کاش انہیں معلوم ہوتا۔ اگر وہ ایمان اور تقویٰ اختیار کرتے، تو اللہ کے ہاں اس کا بدلہ ملتا، وہ ان کے لیے زیادہ بہتر تھا، کاش انہیں خبر ہوتی''

اس آیت کی تفسیر کے لیے تو کتب تفاسیر کا مطالعہ کیجیے۔ میں نفس موضوع۔ ''جادو کفر ہے۔'' کے بارے میں چند احادیث پیش کرتا ہوں اور اس کا جو علاج شریعتِ محمدیہ ﷺ میں ہے اس کا مختصر تذکرہ کروں گا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی کاہن کے پاس گیا جو غیب کی خبر دیتا ہو اور پھر اس کی تصدیق کی...... تو وہ محمد ﷺ پر نازل کردہ دین سے بری ہوا۔'' ❷

---

❶ ٢/البقرہ: ١٠٢۔

❷ سنن ابی داود، کتاب الکھان والتّطیّر، باب فی الکھان: ٣٩٠٤۔

اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے نجوم کا کوئی علم سیکھا اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا، چنانچہ جو اس میں اپنا حصہ بڑھانا چاہتا ہے بڑھا لے۔'' [1]

اور سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ حدیبیہ میں ہمیں فجر کی نماز پڑھائی جب کہ رات کو بارش ہو چکی تھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے رب نے کیا کہا ہے؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میرے بندوں میں سے کچھ مجھ پر ایمان لائے ہیں اور کچھ کافر ہوئے ہیں۔ جنہوں نے یہ کہا کہ ہمیں اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ملی ہے، تو وہ مجھ پر ایمان لائے ہیں اور ستارے کے کافر ہوئے ہیں۔ اور جنہوں نے کہا کہ ہمیں فلاں فلاں ستارے سے بارش ملی ہے، تو وہ مجھ سے کافر ہوئے اور ستارے پر ایمان لائے۔'' [2]

اور جناب قطن بن قبیصہ رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: ''عِیَافَہ، طِیَرَہ اور طرق جادو اور کہانت میں سے ہیں۔'' طرق سے مراد پرندے اڑانا اور عیافہ سے مراد لکیریں کھینچنا ہے۔'' [3]

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''جو شخص کسی کاہن یا جادوگر کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس نے اس دین و شریعت کے ساتھ کفر کیا جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔'' [4]

ان احادیث میں کئی امور بیان ہوئے ہیں مثلاً کاہنوں یعنی مستقبل اور غیب کی خبریں بتانے والوں، نجومیوں، دست شناسوں اور اس قماش کے لوگوں کے پاس جانا، ان سے خبر دریافت کرنا اور پھر ان کی تصدیق کرنا حرام ہے، علم نجوم سے مراد وہ علم ہے جس کے ذریعے

---

[1] سنن ابی داود: ۳۹۰۵۔ [2] سنن ابی داود: ۳۹۰۶۔

[3] سنن ابی داود: ۳۹۰۷۔

[4] تاریخ بغداد ترجمہ الحسین بن عبداللّٰہ بن ابی عانة المقری: ۸/ ۶۰: ۴۱۳۴؛ کشف الاستار: ۲/ ۴۴۳؛ سنن بیہقی: ۸/ ۱۳۶؛ مسند ابی یعلیٰ: ۹/ ۲۸۰: ۵۴۰۸۔

سے غیب کی خبریں اور اوقات سعد، نحس یا امور کے مفید یا غیر مفید وغیرہ ہونے کی باتیں بتائی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں کفار ومشرکین ان کے مؤثر ہونے کا اعتقاد بھی رکھتے تھے۔ حالانکہ نہ ان سے مستقبل کے حالات معلوم ہو سکتے تھے اور نہ وہ مؤثر ہی ہوتے تھے اور نہ آج ہوتے ہیں۔ اس لیے شریعت نے اس کہانت اور جادوگری سے لوگوں کو روکا اور اس پر سخت وعید بیان فرمائی۔ اسی طرح یہ بات اچھی طرح جان لینی ضروری ہے کہ ستاروں وغیرہ کو زمین یا مخلوق میں بذاتہٖ مؤثر سمجھنا شرک ہے، ہر قسم کے واقعات وحوادث صرف اور صرف اللہ عزوجل کی مشیت وارادے سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ہاں اگر ستاروں کے ذریعے سے اوقات معلوم کیے جائیں یا راستے اور سمتیں متعین کی جائیں تو یہ بالاتفاق جائز ہے اور اسی طرح پرندوں کی آوازوں یا کسی پسندیدہ یا ناپسندیدہ چیز کو دیکھ کر فال یا بدفالی لینا قطعاً جائز نہیں ہے۔ جادو کیوں کیا جاتا تھا اور آج بھی کیوں کیا جاتا ہے اپنے بالمقابل کو نقصان پہنچانے کے لیے یا اسے اپنے نیچے رام کر لینے کے لیے اس کی جو جو صورتیں بھی ہوں وہ سب کفر وشرک کی اقسام ہیں کیونکہ کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا نفع ونقصان کے سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ؀ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ؀﴾ [1]

"اے اولاد آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لیے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی

[1] ۷/الاعراف: ۲۶۔ ۲۷۔

ہے۔شاید کہ لوگ اس سے سبق لیں۔اے بنی آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں پھر اس طرح فتنے میں مبتلا کردے جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا اور ان کے لباس ان پر سے اتروا دیے تھے تاکہ ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھولے اور وہ اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ان شیاطین کو ہم نے ان لوگوں کا سرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔"

اور رسول رحمت ﷺ نے شیطان کی چالوں اور کوشش کا ہلکا سا تعارف اس طرح کرایا جس کو سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے یوں بیان فرمایا ہے کہ: "ابلیس اپنا عرش پانی پر رکھتا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اپنے لشکر روانہ کر دیتا ہے، شیطان کے دربار میں سب سے زیادہ تقرب اسے حاصل ہوتا ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ فتنہ وفساد میں مبتلا کردے، مثلاً: ان میں سے ایک آکر یہ رپورٹ دیتا ہے کہ میں نے یہ یہ کیا ہے۔ابلیس کہتا ہے: نہیں! تجھ سے کچھ نہیں بن پڑا۔اسی طرح جب ایک اور شیطان آکر اسے یہ رپورٹ دیتا ہے کہ میں فلاں شخص کے پیچھے پڑ گیا اور اس وقت تک میں نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا جب تک اس میں اور اس کی بیوی میں جدائی نہیں ڈال دی۔ابلیس خوش ہو کر اسے اپنا مقرب بنا لیتا ہے اور اسے اپنے قریب کر لیتا ہے کہ ہاں، واقعی تو نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔" حدیث کے راوی سیدنا اعمش کہتے ہیں کہ: میرے خیال میں یہ فرمایا تھا ﴿فَيَلْتَزِمُهُ﴾ "تو شیطان اسے گلے لگا لیتا ہے۔" [1]

سوال یہ ہے کہ اگر کسی پر جادو کیا گیا ہو تو اسلام میں اس کا علاج کیا ہے۔اس کا علاج یہ قطعاً نہیں ہے کہ جس جس پر شک ہو اس پر جواباً جادو کر دیا جائے یہ بھی جہالت ہے اور کفر وشرک ہے۔اس کا قرآن وسنت میں علاج یہ ہے جو مختصراً یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

جادو بھی ایک شیطانی عمل ہے

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ قبیلۂ بنو زریق کے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان وبعثۂ سرایاہ: ۷۱۰۶، مسند احمد: ۳/ ۳۱۴؛ صحیح بخاری: ۵۶۷۳۔

ایک یہودی نے نبی ﷺ پر جادو کیا۔ اس شخص کا نام لبید بن اعصم تھا۔ حتیٰ کہ (یہ حالت ہو گئی کہ) نبی ﷺ کو یہ خیال ہوتا کہ آپ فلاں کام کر لیں گے، اور اسے نہ کر سکتے۔ ایک دن یا ایک رات کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خوب دعا کی۔ اس کے بعد فرمایا: ''عائشہ! کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جس کام کے بارے میں رہنمائی طلب کی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں میری رہنمائی فرما دی ہے۔ میرے پاس دو آدمی آئے۔ ایک میرے سر کے قریب بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پاؤں کی طرف بیٹھ گیا۔ میرے سر کے پاس بیٹھے ہوئے نے میرے پاؤں کے پاس بیٹھے ہوئے سے، پاؤں کے پاس بیٹھے ہوئے نے سر کے پاس بیٹھے ہوئے سے کہا: اس شخص کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے کہا: اس پر جادو کیا گیا ہے۔ اس نے کہا جادو کس نے کیا؟ اس نے کہا: لبید بن اعصم نے۔ اس نے کہا کس چیز میں؟ اس نے کہا: کنگھی میں، کنگھی کے ساتھ اترے ہوئے (سر کے) بالوں میں اور کھجور کے خوشے کے غلاف میں۔ اس نے کہا: وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: ذی اروان کے کنویں میں۔'' ام المومنین بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ اپنے چند صحابہ کے ہمراہ اس کنویں پر تشریف لے گئے۔ واپس آنے کے بعد فرمایا: ''قسم اللہ کی! عائشہ! اس کنویں کا پانی ایسا تھا جیسے پانی میں مہندی بھگوئی گئی ہو۔ اور کھجور کے درخت ایسے تھے جیسے شیطان کے سر۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے اسے جلا کیوں نہیں دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے شفا دے دی ہے اور میں نہیں پسند کرتا کہ لوگوں میں اس کی وجہ سے شر پھیلاؤں۔'' پھر نبی ﷺ کے حکم سے یہ چیزیں دفن کر دی گئیں۔'' [1]

اور سیدنا عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب مجھے رسول اللہ ﷺ نے طائف میں عامل مقرر فرمایا تو مجھے نماز میں (پریشان) خیالات آنے لگے حتیٰ کہ مجھے یہ بھی پتہ نہ چلتا کہ میں نماز میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ جب میں نے یہ

---

[1] سنن ابن ماجه، ابواب الطب، باب السحر: ٣٥٤٥؛ صحيح مسلم، كتاب السلام، باب السحر: ٥٧٠٣؛ صحيح بخاری، كتاب الطب، باب هل يستخرج السحر؟: ٥٧٦٥۔

صورتحال دیکھی تو میں سفر کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے (تعجب سے) فرمایا: ''ابن ابی العاص ہو؟'' میں نے کہا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم آ کیوں گئے؟ میں نے کہا: اللہ کے رسول! مجھے نماز میں ایسی صورتحال پیش آتی ہے کہ مجھے یاد نہیں رہتا کہ میں نماز میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ شیطان کی (شرارت) ہے۔ میرے قریب آؤ۔'' میں نبی ﷺ کے قریب ہو گیا اور پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔ نبی ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور میرے منہ میں تھتکارا اور آپ ﷺ نے فرمایا: (أُخْرُجْ، عَدُوَّ اللهِ) ''اللہ کے دشمن نکل جا۔'' آپ ﷺ نے تین بار اس طرح کیا پھر فرمایا: ''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری عمر گواہ ہے کہ اس کے بعد شیطان نے مجھے پریشان نہیں کیا۔'' [1]

اور سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ: اے اللہ کے رسول! شیطان میری نماز میں حائل ہو گیا ہے اور مجھے قرآن بھلا دیتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس شیطان کا نام خنزب ہے جب تجھے اس شیطان کا اثر محسوس ہو تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ اور تین بار بائیں طرف تھوک۔'' عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ایسا ہی کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس شیطان کو مجھ سے دور کر دیا۔'' [2]

قرآن پورا کا پورا شفا ہے

سب مسلمانوں کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ قرآنِ مجید سارے کا سارا شفا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى ٱلصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝٥٧﴾ [3]

''لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے۔ یہ وہ چیز

---

[1] سنن ابن ماجہ: ۳۵۴۸۔ [2] صحیح مسلم، کتاب السلام، باب التعوذ من الشیطان الوسوسۃ فی الصلوٰۃ: ۵۸۳۸۔ [3] ۱۰/ یونس: ۵۷، ۵۸۔

ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے اور جو اسے قبول کرلیں ان کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے اے نبی ﷺ کہو کہ ''یہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ یہ چیز اس نے بھیجی، اس پر تو لوگوں کو خوش ہونا چاہیے، یہ ان سب چیزوں سے بہتر ہے جنہیں لوگ سمیٹ رہے ہیں۔''

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ [1]

''ہم اس قرآن کے سلسلۂ تنزیل میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں جو ماننے والوں کے لیے تو شفا اور رحمت ہے مگر ظالموں کے لیے خسارے کے سوا اور کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا۔''

﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ﴾ [2]

''اگر ہم اس کو عجمی قرآن بنا کر بھیجتے تو یہ لوگ کہتے ''کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟'' کیا ہی عجیب بات ہے کہ کلام عجمی ہے اور مخاطب عربی'' ان سے کہو کہ یہ قرآن ایمان لانے والوں کے لیے تو ہدایت اور شفا ہے مگر جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے لیے یہ کانوں کی ڈاٹ آنکھوں کی پٹی ہے۔ ان کا حال تو ایسا ہے جیسے ان کو دور سے پکارا جا رہا ہو۔''

سرورِ عالم ﷺ نے قرآنِ مجید کی بعض سورتوں کو بطور وظیفہ اور شفا قرار دیا ہے ان میں سے (1) سورۃ الفاتحہ ہے۔ (2) سورۃ البقرہ (3) سورۃ الاخلاص (4) سورۃ الفلق (5) سورۃ الناس نیز جن سورتوں میں اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں، وعید آئی ہے، اور جہنم کا ذکر ہے یا جن، شیاطین کا تذکرہ آیا ہے، وہ سورتیں جنات کو دفعہ کرنے کے لیے مؤثر ہیں مثلاً: (1) المومنون (2) یٰسین (3) الصافات (4) الدخان (5) الجن (6) الزلزلۃ (7) القارعۃ (8) الکافرون (9) الحشر وغیرہ۔

---

[1] ١٧/ بنی اسرائیل: ٨٢۔ [2] ٤١/ حٰم السجدۃ: ٤٤۔

آیاتِ قرآنی جو شیطان کے اثرات کو دور کرنے کے لیے مؤثر ہیں

(1) آیۃ الکرسی (2) سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات۔ نیز (3) ۲/البقرہ: ۱ تا ۴ آیات (4) ۲/البقرہ: ۲۵۵ تا ۲۵۷ آیات (5) ۲/البقرہ: ۲۸۴ تا ۲۸۶ (6) ۳/آلِ عمران: ۱۸ (7) ۷/الاعراف: ۵۴ (8) ۲۳/المومنون: ۱۱۵ تا ۱۱۸ (9) ۷۲/جن: ۳ (10) ۳۷/الصافات: ۱ تا ۱۰ (11) ۵۹/الحشر: ۲۱ تا ۲۴۔ کا دم نہایت اثر انگیز ہے۔

مسنون دعائیں

(1) ذکر و اذکار پر مشتمل دعائیں (2) بسم اللہ کثرت کے ساتھ (3) صبح و شام کی مخصوص دعائیں بطور وظیفہ (4) گھر میں داخل ہوتے وقت السلام علیکم کا التزام اور گھر سے نکلنے اور داخل ہونے کی دعائیں (5) خوف و گھبراہٹ دور کرنے والی دعائیں۔ قرآنی دعائیں اور مسنون دعاؤں کی کتاب میں سے تاکید پر مبنی دعاؤں کا وظیفہ۔

یہ ہے جنت نظیر سلامتی کا گھر

جس گھر کو ظاہری صفائی کے ساتھ ساتھ باطنی طہارت و پاکیزگی سے سجا کر نہایت اجلا، شفاف اور چمکدار بنا کر رکھا گیا ہو تو ظاہر ہے کہ اس کے مکین کیسے ہوں گے؟ شاید ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ:

﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِينَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِينَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِينَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِينَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِينَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَّالذّٰكِرٰتِ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٣٥﴾﴾ [1]

”بالیقین جو مرد اور جو عورتیں مسلم ہیں، مومن ہیں، مطیع فرمان ہیں، راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں، صدقہ دینے والے ہیں، روزہ

[1] ۳۳/الاحزاب: ۳۵۔

رکھنے والے ہیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں، اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔"

ایک ایک جملے پر غور کیجیے کتنی تعریف کی گئی ہے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی، مومن مردوں اور مومن عورتوں کی، فرمانبردار مردوں اور فرمانبردار عورتوں کی، راست باز مردوں اور سچی عورتوں کی، صبر کرنے والے مردوں اور صبر کرنے والی عورتوں کی، عاجزی اختیار کرنے والے مردوں اور عاجزی اختیار کرنے والی عورتوں کی، صدقہ و خیرات کرنے والے مردوں اور صدقہ و خیرات کرنے والی عورتوں کی، روزہ رکھنے والے مردوں اور روزہ رکھنے والی عورتوں کی، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مردوں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتوں کی: ﴿وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ﴾ "اور اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مردوں اور ذکر کرنے والی عورتیں۔" صرف اسی ایک جملے کو لیں اور دیکھیں کہ اس جملے کی کیا تفسیر بیان فرمائی ہے رسول کریم ﷺ نے۔ سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب کوئی شخص رات کو بیدار ہو جائے اور اپنی بیوی کو بیدار کرے اور دونوں (اس رات) دو (دو) رکعت نماز پڑھ لیں، ((كُتِبَا مِنَ الذّٰاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَالذّٰاكِرَاتِ)) "تو وہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں میں لکھ دیے جاتے ہیں۔" [1]

ایک اور حدیث جو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رحم کرے اللہ اس شخص پر جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہے اور اپنی بیوی کو جگاتا ہے اور وہ بھی نماز پڑھتی ہے۔ اگر انکار کرتی ہے، تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتا ہے۔ اور رحم کرے اللہ تعالیٰ اس عورت پر جو رات کو اٹھتی ہے اور نماز پڑھتی ہے۔ اور اپنے شوہر کو بھی جگاتی ہے۔ اور اگر وہ انکار کرتا ہے، تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتی ہے۔"

[1] سنن ابن ماجه، ابواب اقامة الصلوات، باب ماجاء فيمن ايقظ اهله الليل: ١٣٣٥؛ السنن نسائي، كتاب التفسير، (ايت هذا) ٦/ ٤٣٢: ١١٤٠٦؛ سنن ابى داود، كتاب الوتر، باب الحث على قيام الليل: ١٤٥١، ١٣٠٩۔

اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے راستے میں چل رہے تھے کہ آپ جمدان پہاڑ پر تشریف لے آئے اور فرمایا: ''یہ جمدان ہے، تم چلتے رہو مفرِّدین سبقت لے گئے، صحابہ نے عرض کی: یہ مُفرِّدین کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((الذَّاكِرُونَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَاتِ)) ''اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں......'' [1]

ان سب صفات کے حاملین کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے بخشش اور اجرِ عظیم کا مستحق ٹھہرایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ: ﴿ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ ''ان سب کے لیے اللہ نے مغفرت اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔'' ایسے ہی گھر اللہ کا انعام اور ایسے ہی جوڑے سکون و آرام کا باعث ہوتے ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ يَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝۸۰ ﴾ [2]

''اللہ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا۔ اس نے جانوروں کی کھالوں سے تمہارے لیے ایسے مکان پیدا کیے جنہیں تم سفر اور قیام، دونوں حالتوں میں ہلکا پاتے ہو۔ اس نے جانوروں کے صوف اور اون اور بالوں سے تمہارے لیے پہننے اور برتنے کی بہت سی چیزیں پیدا کر دیں جو زندگی کی مدت مقررہ تک تمہارے کام آتی ہیں۔''

﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱ ﴾ [3]

''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں بنائیں تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے

[1] مسند احمد: ۲/ ٤١١؛ صحیح مسلم، كتاب الذكر والدعا..... باب الحث على ذكر الله تعالى: ٦٨٠٨۔ [2] ١٦/النحل: ٨٠۔ [3] ٣٠/ الروم: ٢١۔

لیے جو غور وفکر کرتے ہیں۔"

اور ایسے ہی گھر اور اس میں رہنے والے اللہ کی رحمت کے مستحق ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اہل بیت کے بارے میں فرمایا:

﴿ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ ﴾ ❶

"فرشتوں نے کہا اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ ابراہیم کے گھر والو، تم لوگوں پر تو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں اور یقینا اللہ نہایت قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے۔"

اور جن کے بارے میں سیدنا نوح علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی:

﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝ ﴾ ❷

"میرے رب مجھے اور میرے والدین کو اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں مومن کی حیثیت سے داخل ہوا ہے اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو معاف فرما دے اور ان ظالموں کے لیے ہلاکت کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ کر۔"

اور پھر ازواج مطہرات سمیت قیامت تک آنے والوں کے لیے ہدایت نامہ جاری فرمادیا کہ قرآن وسنت کو اپنا مقتدا بنالو۔

﴿ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ ❸

❶ ١١/هود:٧٣۔ ❷ ٧١/نوح:٢٨۔ ❸ ٣٣/الاحزاب:٣٤، ٣٥۔

''اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت نبی سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے۔ یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی ان باتوں کو جو تمہارے گھروں میں سنائی جاتی ہیں۔ بے شک اللہ لطیف اور باخبر ہے۔ بالیقین جو مرد اور جو عورتیں مسلم ہیں، مومن ہیں، مطیع فرمان ہیں، راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں، صدقہ دینے والے ہیں، روزہ رکھنے والے ہیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں، اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔''

③ گھر میں ہر کام کے لیے نظام الاوقات ترتیب دیجیے

تیسرا کام ایک مثالی عورت کو یہ کرنا چاہیے کہ وہ اپنے گھر کے جملہ کاموں کا نظام الاوقات ترتیب دے، جس گھر میں کام کاج اور دیگر امور کے لیے ٹائم ٹیبل نہیں گویا اس گھر کا معاملہ درست نہیں۔ ذرا آپ ہی غور کیجیے کہ جس کے سونے اور اٹھنے، ناشتہ کرنے، دوپہر اور شام کا کھانا کھانے، اور تلاوت قرآن، مطالعۂ حدیث، دینی لٹریچر، اخبار، رسالے پڑھنے یا خبریں سننے کا وقت مقرر نہیں، سکول جانے یا پہچانے اور واپس آنے کا وقت مقرر نہیں دوکان یا آفس کھولنے اور بند کرنے کا وقت طے نہیں، گھر کا سودا سلف، سبزی ترکاری یا گوشت لانے اور کھانے پکانے کا وقت مقرر نہیں، کپڑے دھونے اور نہانے کا وقت مقرر نہیں وغیرہ وغیرہ فیصلہ دیجیے کہ ایسے گھر کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اس گھر کو مثالی کہیں گے یا بے ہنگم اور پریشان حال؟ یقینا یہ گھر غیر مثالی ہے، بے ہنگم اور پریشان حال ہے۔ خدا کرے آپ کا گھر ایسا نہ ہو۔ اگر کسی کا گھر ایسا ہو تو میرا مشورہ یہ ہے کہ فوری طور پر اس گھر کی اصلاح کیجیے کیونکہ اس گھر کی فوری اصلاح کی ضرورت ہے۔ بنا بنایا نظام الاوقات اگر نافذ ہوتا تو میں اس موقع پر تجویز کر دیتا اور وہ بھی کتاب وسنت یعنی معمولاتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں۔ لیکن چونکہ اسلام میں گنجائش موجود ہے کہ آپ حسبِ حالات اپنا نظام الاوقات ترتیب دیں۔ تاہم یہاں کچھ اہم چیزیں بیان کی جاتی ہیں جن کے اوقات آپ خود مقرر کریں تا کہ یہ گھر ایک

مثالی گھر بن سکے۔

1- اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے نمازوں کے اول اور آخر اوقات مقرر فرما دیئے ہیں، ان کے اندر رہ کر نمازوں کے ادا کرنے کا اہتمام کیا جائے، سنن کا ادا کرنا مستحسن ہے۔ البتہ نوافل اور نمازِ تہجد کا اہتمام ترقی درجات کا ذریعہ ہے اور یہ کام اختیاری اور رضا کارانہ ہے۔

2- اسی طرح زکوٰۃ سال میں ایک مرتبہ ادا کرنا فرض ہے۔

(3) رمضان المبارک کے روزے اور ان کے سحر و افطار کے اوقات طے ہیں عید کی نماز سے پہلے صدقۂ فطر کا ادا کرنا ضروری ہے۔ البتہ صدقہ وخیرات حسبِ منشا ادا کرنے کی گنجائش ہے تاہم سوال کرنے والے کو گھر کے دروازے سے خالی بھیجنا مناسب نہیں ہے۔

(4) اوقاتِ حج وعمرہ کے بھی اللہ تعالیٰ نے اوقات مقرر فرما دیئے ہیں، نفلی عمرے جب چاہیں ادا کر سکتے ہیں تاہم نفلی حج بھی موسمِ حج ہی میں ہو سکے گا۔

(5) قربانی کے اوقات عید الاضحیٰ کی مناسبت سے طے ہیں۔

(6) عقیقہ اور ولیمہ کے اوقات بھی رسول اللہ ﷺ نے طے کر دیے ہیں، سات دن کے بعد بعض علما کے بقول عقیقہ نہیں خیرات تصور کی جائے گی، اور شادی کے دوسرے دن کے بعد ولیمہ نہیں دعوتِ طعام متصور ہوگی۔ باقی امورِ زندگی کے آپ اوقات طے کیجیے، مثلاً:

(7) رات سونے کے لیے اللہ نے بنائی اور دن کام کاج، روزگار کمانے کے لیے لہٰذا سونے کا وقت مقرر کیجیے جو عشا کی نماز کے فوراً بعد سب سے زیادہ مناسب وقت ہے، تاکہ صبح نماز کے بعد تجارت اور دیگر کاموں پر اثر نہ پڑے۔

(8) ناشتے، دوپہر کے کھانے اور رات کے کھانے اور پکانے کا وقت طے کیجیے یہ آپ کی صحت کے لیے از حد ضروری ہے۔

(9) نمازِ ظہر کے بعد قیلولہ (تھوڑا سا آرام) مسنون ہے۔

(10) صفائی، کپڑے دھونے، استری کرنے، کرانے کے اوقات طے ہونے چاہئیں۔

(11) قرآنِ مجید کی تلاوت، حدیث اور اسلامی لٹریچر کے مطالعے کے وقت طے کرنے چاہئیں۔ اسی طرح تلاوت سننے، دینی پروگرام دیکھنے کا وقت بھی طے ہونا چاہیے۔ باطنی

طہارت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اخلاق واطوار کو بگاڑنے والے پروگرام قطعاً نہ دیکھے جائیں۔

(12) عورتوں کے گھریلو مسائل موسم کی تبدیلی کے ساتھ پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں، مثلاً گرمی کے کپڑے سردی اور سردی کے کپڑے گرمی میں کام نہیں آتے لہٰذا ضرورت ہے کہ بچوں اور بڑوں کے بروقت کپڑے موسم کے مطابق تیار رکھے جائیں۔ اسی طرح سردیوں کے بستر وغیرہ کی بروقت تیاری کر لینی چاہیے۔

④ خاوند کے مزاج اور معمولات کا خیال رکھیے

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقام ومرتبہ کے بعد ایک مثالی عورت کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کو دنیا کی ہر چیز پر ترجیح دے، اس کی کمال درجے کی عزت واحترام کرے، اور اطاعت وفرمانبرداری کے ذریعے اس کو اپنا بنائے۔ اس موضوع پر پہلے بہت کچھ آپ پڑھ چکے ہیں یہاں دوبارہ صرف یاددہانی اور تاکید کے لیے یہ عنوان باندھا گیا ہے جس میں یہ کہنا مطلوب ہے کہ خاوند کی صرف اطاعت وفرمانبرداری ہی مطلوب نہیں ہے بلکہ اس کا مزاج شناس بننا ہے کہ وہ اپنے لیے کپڑے کیسے پسند کرتے ہیں، کب کپڑے تبدیل کرتے ہیں، اپنی رفیق سفر کو کیسا دیکھنا چاہتے ہیں، بیٹوں اور بیٹیوں کو کیسا رکھنا چاہتے ہیں، اپنے والدین، بہن، بھائیوں اور رشتہ داروں کی آمد کے موقع پر گھر کو کیسا سجا ہوا چاہتے ہیں، اور ان کا کیسا احترام واکرام ان کو مطلوب ہے اور رفیق سفر کے والدین، اور دیگر رشتہ داروں کو وہ کس نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے ساتھ کیسا سلوک ان کو مطلوب ہے۔ یہ سب مزاج سے متعلق امور ہیں جن کو سمجھنا اور ان کی منشا کو پورا کرنا ایک مثالی عورت کا کام ہے۔ اسی طرح خاوند کی آنکھ، ابرو، چہرے کے خدوخال، ہاتھ اور جسم کی کسی حرکت کے اشارات کو جاننا اور اس پر عمل کرنا ایک دانا وبینا اور زیرک عورت کا کام ہے۔ اسی طرح میاں بیوی کے اپنے ذاتی امور ومعاملات ہیں جو اپنے اپنے مزاج ہیں مزاج میں ہم آہنگی نہ ہونے کے باوجود مرد کے مزاج پر اپنے مزاج کو قربان کر دینا بھی ایک مثالی عورت کی شان ہے۔ اتنا ہی اہم معاملہ شوہر کے معمولات کا ہے۔ اسکے معمولات کیا ہیں؟ دوکان، دفتر وغیرہ جانے کا وقت کیا ہے؟ بروقت باتھ روم کی ضروریات کو پورا کرنا، استری شدہ نئے کپڑے تیار کر کے دینا، ناشتہ کرانا، گھر کے

دروازے تک جا کر ان کو رخصت کرنا، دن بھر رابطہ رکھنا شام واپسی پر گھر کے دروازے پر ان کا استقبال کرنا یہ ایک مثالی خاتون کا کام ہے۔ اسی طرح دیگر زندگی کے جملہ دینی معمولات ہوں معاشی و معاشرتی معمولات ان کو جاننا اور ان کو پورا کرنا یا کرانا پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں شرکت کرنا شریکِ حیات کا فرض ہے۔ ان معمولات کی تفصیل میں جانے کی اس لیے ضرورت نہیں ہے کہ جو عورت اپنے خاوند کے ساتھ لپٹ اور چمٹ کر رہنے والی ہو وہ اچھی طرح اپنے خاوند کے معمولات کو جانتی اور اس میں اس کی مددگار ہوتی ہے۔ سید الکونین محمد ﷺ نے جنتی مردوں کے کچھ اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہاری عورتوں میں سے جنتی وہ ہیں جو ٹوٹ کر اپنے خاوند سے محبت کرنے والی، اور بکثرت بچے پیدا کرنے والی ہیں۔ یہ ایسی عورتیں ہیں جب انہیں اپنے خاوند کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ خاوند کے پاس آ کر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ کر کہے، میں اس وقت تک نہیں سوؤں گی جب تک آپ راضی وخوش نہیں ہو جاتے۔'' [1]

⑤ بچوں کی تعلیم وتربیت پر اپنی پوری توجہ مرکوز کیجیے

یقیناً دورِ حاضر کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے آپ بچوں کی تعلیم کے حوالے سے اپنے فرائض بخوبی ادا کر رہی ہوں گی۔ بچوں کو بروقت تیار کرتی سکول وکالج یا یونیورسٹی بھیجتی ہوں گی، یہ نہایت قابل تعریف کام ہے، اور اگر خدانخواستہ اس کام میں آپ یا آپ کے میاں غفلت کا مظاہرہ کر رہے ہیں تو سمجھ لیجیے کہ دنیا کی دوڑ میں آپ کی اولاد بہت پیچھے رہ جائے گی۔ اگر ایسی صورتحال ہو تو سر جوڑ کر آپ میاں بیوی بیٹھیں اور بچوں کی تعلیم کے حوالے سے غور وفکر کریں اور قابل عمل کوئی فارمولا طے کریں، میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو تعلیم سے آراستہ وپیراستہ کرے۔ اس وقت دراصل میرا موضوع یہ ہے کہ اولاد کی تعلیم کا ایسا انتظام کریں جس سے ان کی صحیح خطوط پر تربیت ہو اور یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ اولاد بڑی سے

---

[1] كتاب احكام النساء، للحافظ عبدالرحمن بن علي بن الجوزي، منشورات المكتبة العربيه بيروت طبع اول، ص: ٣١١ مزید دیکھیے الترغيب والترهيب: ٣/ ٥٧؛ مجمع الزوائد: ٤/ ٣١٢؛ المطالب العالية: ٢/ ٣٣۔

بڑی جدید تعلیم حاصل کر لے اور وہ اعلیٰ تربیت یافتہ ہو۔ معاشرے میں نظر دوڑا کر دیکھیں تو بہت سے بظاہر پڑھے لکھے لوگ ملیں گے مگر ہوں گے ان پڑھ لوگوں سے زیادہ جاہل، اجڈ اور نالائق۔ آپ فیصلہ کیجیے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کا تعارف ہے نہ واسطہ اور شریعتِ اسلامی کا مذاق اڑاتا ہو، جس کو حلال وحرام کی تمیز نہ ہو تو کسی بھی شعبے میں اس کی ڈاکٹریٹ کی ڈگری کی حیثیت کیا ہے؟ کہ جب وہ بوسیدہ ہوگا تو قیامت کے دن اس کے پلے کیا ہوگا؟ اس لیے ضروری ہے کہ اپنی اولاد کو بتایا جائے کہ اللہ کسے کہتے ہیں؟ اس نے کیا کیا پیدا کیا ہے؟ انبیا کیوں آئے تھے، ان کی تعلیمات کیا تھیں؟ محمد کریم ﷺ کا مقام کیا ہے؟ قرآن اللہ کی کتاب ہے اور اس کے اندر انسانوں کو نظامِ زندگی عطا کیا گیا ہے اور رسول رحمت ﷺ اس کتاب کے شارح ہیں اور شریعتِ محمدی ہمارے لیے حرفِ آخر ہے وغیرہ وغیرہ۔ بس اولاد کا تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور قرآن وسنت کے ساتھ جوڑ دیجیے تاکہ وہ پکے اور سچے مسلمان بن جائیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو حکم دیا ہے کہ

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝ ﴾ [1]

”اے لوگوں جو ایمان لائے ہو۔ بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ جس پر نہایت تند خو اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے اسے بجا لاتے ہیں۔“

جس کا مطلب مفسرین نے بایں الفاظ بیان کیا ہے کہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے عمل کرو، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو اور اپنے اہل وعیال کو بھی حکم دو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں، اس سے اللہ تعالیٰ تم سب کو جہنم کی آگ سے نجات عطا فرما دے گا۔ اس کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تم خود بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے اہل وعیال کو بھی اللہ تعالیٰ کے

---

[1] ٦٦/التحریم: ٦۔

ساتھ وابستہ ہو جانے کی وصیت کرو۔ اور بھی اس کی تفسیر ہے کہ: تم اپنی بیوی اور اولاد کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دو اور اس کی نافرمانی سے منع کرو، اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کے لیے ان کی نگرانی کرو، انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کا حکم بھی دو اور اس سلسلے میں ان کی مدد بھی کرو۔ اور اگر انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھو تو انہیں اس پر زجر و توبیخ کرو۔ اور اس آیت کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال، قرابت داروں، لونڈیوں اور غلاموں کو دینی امور کی تعلیم دے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کیا ہے یا جن سے منع فرمایا ہے۔ مزید ارشاد ہے۔

﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴾ [1]

''اپنے اہل و عیال کو نماز کی تلقین کرو اور خود بھی اس کے پابند رہو۔ ہم تم سے کوئی رزق نہیں چاہتے، رزق تو ہم ہی تمہیں دے رہے ہیں اور انجام کی بھلائی تقویٰ ہی کے لیے ہے۔''

یہ پہلی آیتِ کریمہ کی عملی تفسیر ہے یعنی اہل و عیال کو نمازِ پنجگانہ کا پابند بنا کر انہیں عذابِ الٰہی سے بچا لیں اور خود بھی اس کی پابندی کریں۔ امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے جناب زید بن اسلم کی اپنے باپ سے روایت کو بیان کیا ہے کہ میں اور یرفا (غلام کا نام) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس رات بسر کرتے تھے، آپ رات کو اٹھ کر ایک خاص وقت میں نماز پڑھا کرتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ نہ اٹھتے تو ہم کہتے کہ آج آپ حسبِ معمول قیام نہیں فرمائیں گے اور جب بیدار ہوتے تو اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے تھے اور پھر اس وقت اس آیتِ کریمہ کی تلاوت فرماتے: ﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ﴾ ''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور اس پر قائم رہو۔'' [2]

قرآن مجید کی اس آیت کی وہ احادیث بہترین تفسیر ہیں جو سیدنا عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ اور وہ (شعیب) اپنے دادا (سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ

---

[1] ۲۰/ طٰهٰ: ۱۳۲۔ [2] تفسیر ابن ابی حاتم: ۷: ۲٤٤۲۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کی تلقین کرو اور جب دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں (اور نماز میں سستی کریں) تو اس پر انہیں سرزنش کرو اور ان کے درمیان بستروں میں تفریق کردو۔'' [1]

اور جناب عبدالملک بن ربیع بن سبرہ عن ابیہ عن جدہ (یعنی سیدنا سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کا حکم دو اور جب دس سال کا ہو جائے (اور نماز نہ پڑھے) تو اسے مارو۔'' [2]

بچوں کی تربیت والدین اور اساتذہ کی ذمہ داری ہے

ان احادیث میں اولاد کی تربیت کا ذمہ دار والدین کو ٹھہرایا گیا ہے اور دو اہم امور احادیث میں بیان ہوئے ہیں اولاً نماز، یہ حکم بچوں اور بچیوں کے لیے یکساں ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ شعور کی عمر کو پہنچتے ہی شریعت کے احکامات ونواہی دیگر آداب کی تلقین ومشق کا عمل شروع ہو جائے تا کہ بالغ ہونے تک بچے اس کے خوب عادی ہو جائیں۔ اسلام نے نہایت حکیمانہ انداز اختیار کیا ہے کہ بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کا حکم دو اور یہ عمل مسلسل تین سال تک جاری رکھو گویا تین سال والدین کے لیے امتحان کے ہیں، دینی گھرانے تو اپنی اولاد کو جب بولنا سکھاتے ہیں تو لفظ اللہ ان کی زبان سے کہلواتے ہیں، کلمہ طیبہ وغیرہ سکھاتے ہیں، بڑے جب نماز پڑھتے ہیں تو بچے پہلے رکوع یا سجدے میں پڑے ہوتے ہیں غرض والدین بچوں کو سات سال سے باقاعدہ نماز کی تربیت دیں، وضو کرنا سکھائیں، وضو کی دعائیں، کھانے پینے کے آداب اور دعائیں، نماز کا طریقہ اور اس کی دعائیں وغیرہ اچھی طرح سکھائیں اور یاد کرائیں۔ اور اس حوالے سے خود ان کے سامنے اپنا عملی نمونہ پیش کریں اور ان کو زبانی تلقین بھی کرتے رہیں۔ اس میں قرآن کی تعلیم ناظرہ ہو یا حفظ کرنے والے قاری، قاریہ یا استاذ کا بھی بڑا عمل دخل ہے۔ ظاہر بات ہے کہ بچوں کو نماز کی یہ تعلیم وتلقین وہی

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الصلوٰۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلوٰۃ: ٤٩٥؛ مسند احمد: ٢/ ١٨٠، ١٨٢۔ [2] سنن ابی داود: ٤٩٤؛ جامع الترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء متی یؤمر الصبی بالصلوٰۃ: ٤٠٧؛ صحیحہ ابن خزیمہ: ١٠٠٢؛ الحاکم علی شرط مسلم: ١/ ٢٠١ ووافقہ الذهبی۔

والدین اوراساتذہ کر سکتے ہیں جو خود نماز کے پابند ہوں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں یہ تصور ہی نہیں تھا کہ کوئی مسلمان بھی ہو اور پھر وہ نماز نہ پڑھے، لیکن بدقسمتی سے آج کل مسلمان معاشروں میں اساتذہ ووالدین کی اکثریت فریضۂ نماز سے غافل ہے۔ ان حالات میں بچوں کو نماز کے سیکھنے اور پڑھنے کی ترغیب وتلقین کون کرے؟ اس حدیث سے نماز کی اہمیت واضح ہے۔ نماز کے سوا دوسرا کوئی شرعی عمل ایسا نہیں ہے کہ جس کے بارے میں یہ حکم ہو کہ سات سال کی عمر کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اس کے کرنے کی تلقین وتاکید کی جائے اور دس سال کی عمر کو پہنچ کر نہ کرنے کی صورت میں مارا جائے۔ جب ایک بچے کے بارے میں اسلام یہ تقاضا کرتا ہے تو بڑوں کے بارے میں اس کا کیا حکم ہوگا مختصراً یہ اسلام کی تعلیم ہے جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بندے اور کفر کے درمیان (تعلق قائم کرنے والا عمل) ترکِ نماز ہے۔ [1]

اور حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بندے اور مشرک کے درمیان محض ترکِ نماز ہی (رابطہ) ہے۔ جب اس نے نماز چھوڑ دی تو وہ مشرک ہوگیا۔“ [2]

اور سنن ابی داؤد کے الفاظ یہ ہیں: ((بَيْنَ الْعَبْدِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ)) ”بندے اور کفر کے درمیان فرق نماز چھوڑ دینا ہے۔“ [3]

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكَ الصَّلٰوةِ)) [4]

”آدمی اور شرک وکفر کے درمیان (فرق) نماز کا ترک کرنا ہے۔“

اور قرآن مجید میں ہے کہ

---

[1] سنن ابن ماجه، ابواب اقامة الصلوات والسنة فيها، باب فيمن ترك الصلوٰة: ١٠٧٨۔

[2] سنن ابن ماجه: ١٠٧٩۔ [3] سنن ابی داود، کتاب السنه، باب فی رد الارجاء: ٤٦٧٨۔ [4] صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان اطلاق اثم الكفر من ترك الصلوٰة: ٢٤٦، ٢٤٧؛ جامع الترمذی: ٢٦١٨؛ سنن نسائی: ٤٦٣۔

﴿ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝٣١ ﴾ [1]

''اللہ کی طرف رجوع کرتے رہو اور ڈرو اس سے اور نماز قائم کرو اور نہ ہو جاؤ مشرکین میں سے۔''

نماز نہ پڑھنے والے شخص کے بارے میں متقدمین اسلاف اہلِ علم کے اقوال ان کی احادیث کی روشنی میں مختلف ہیں تاہم بہت سخت بھی ہیں۔ مثلاً امام مالک اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ (يُقْتَلُ تَارِكُ الصَّلوٰةِ) یعنی تارکِ صلوٰۃ کو قتل کر دیا جائے۔ ائمہ کرام مکحول، حماد بن یزید اور وکیع بن جراح کہتے ہیں: ''اس سے توبہ کرائی جائے، اگر وہ توبہ کر لے تو درست ورنہ قتل کر دیا جائے۔'' امام زہری کہتے ہیں: ''وہ فاسق ہے، اس کو سخت سزا دے کر جیل میں ڈال دیا جائے (اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کا کہنا ہے کہ تارکِ صلاۃ کو قید کیا جائے اور جسمانی سزا دی جائے حتیٰ کہ وہ نماز پڑھنے لگے) اور ائمہ کرام ابراہیم نخعی، ابوسختیانی، عبداللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم اور علماء کی ایک جماعت کا قول یہ ہے: ''جو شخص شرعی عذر کے بغیر نماز نہیں پڑھتا، حتیٰ کہ نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو ایسا شخص کافر ہے۔'' [2]

پس ان گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ والدین سختی کے ساتھ خود بھی نمازوں کی پابندی کریں اور تین سال کے اندر اولاد کو بھی اس کا عادی بنا دیں اور اگر اس کے باوجود وہ دس سال کی عمر کے بعد نماز نہیں پڑھتے تو اس پر ان کی سرزنش کرنا ضروری ہے اور حسبِ ضرورت ان کو نماز جیسے کام کے لیے مارنا بھی شریعت کا تقاضا ہے اور لفظ: (وَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا) ''(نماز نہ پڑھے) تو اسے مارو'' سے کسی مسلمان کو خوفزدہ نہیں ہو جانا چاہیے کیونکہ یہ بھی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے ایسا حکم ڈاکٹر کے نشتر کا درجہ رکھتا ہے جو مریض کو صحت یاب بنانے کے لیے از حد ضروری ہوتا ہے۔ بچوں کو نماز نہ پڑھنے پر سزا دینے کے آداب ہیں، ایسی سزا جو سخت نہ ہو اور چہرے پر بھی نہ مارا جائے بس اصلاح مطلوب ہے نہ کہ کوئی حد جاری کرنا۔ بہرحال اسلام میں سزا کا تصور موجود ہے مگر بے تکا نہیں۔

---

[1] ۳۰/ الروم: ۳۱۔ [2] عون المعبود شرح ابی داود: ۲/ ۱۱۵ طبع جدید۔

اس حدیث سے دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ جب بچے دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کے بستر الگ کر دیے جائیں چاہے وہ حقیقی بھائی ہوں یا بہنیں یا بھائی بہن ملے جلے، شریعت کے اس حکم کی کیا کیا حکمتیں ہو سکتی ہیں؟ یہ ایک الگ موضوع ہے تاہم اس کی ایک حکمت یہ ہے کہ شعور کی ابتدائی عمر ہی سے بچوں کو ایسی مجلس و محفل سے دور کر دیا جائے، جس سے ان کی خیالات اور عادات و اطوار کے بگڑنے اور پراگندہ ہونے کا خطرہ ہو۔ گویا یہ حکمِ نبوی ﷺ منکرات کے اثرات سے بچنے اور اولاد کو بچانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ بالعموم دیکھا گیا ہے لوگ اولاد میں سے بیٹیوں پر بیٹوں کو ترجیح دیتے ہیں یا بعض کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں یہ ایک بہت بڑی خرابی کی جڑ ہے جو بعض اوقات تباہ کن شکل اختیار کر جاتی ہے میں زیادہ تفصیلات میں نہیں جاؤں گا البتہ لڑکیوں کی تربیت اور اولاد کے اندر عدل کے حوالے سے کچھ عرض کروں گا۔

بیٹیوں کو آداب سکھانا اور اولاد میں عدل

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے تین بیٹیوں کی پرورش کی، انہیں (حسنِ معاشرت کا) ادب سکھایا، ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرتا رہا، تو اس کے لیے جنت ہے۔'' [1]

اور سہیل نے اسی سند سے مذکورہ بالا حدیث کے ہم معنی بیان کرتے ہوئے کہا: جس نے تین بہنوں یا تین بیٹیوں یا دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی تربیت کی۔'' [2]

اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے دو بچیوں کی پرورش و تربیت کی حتیٰ کہ وہ بالغ ہو گئیں، قیامت والے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ میں اور وہ دو انگلیوں کی طرح (قریب قریب) ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں ملائیں (یعنی ملا کر دکھایا کہ اس طرح ہم دونوں ساتھ ساتھ ہوں گے۔'' [3]

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی فضل من عال یتامیٰ: ٥١٤٧۔

[2] سنن ابی داود: ٥١٤٨۔ [3] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والادب، باب فضل الاحسان الی البنات: ٦٦٩٥۔

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک مسکین عورت اپنی دو بیٹیاں اٹھائے ہوئے آئی۔ میں نے اسے کھانے کے لیے تین کھجوریں دیں۔ پس اس نے دو کھجوریں تو اپنی دو بیٹیوں کو دے دیں اور ایک کھجور اس نے کھانے کے لیے اپنے منہ کی طرف بڑھائی تو وہ بھی اس سے اس کی بیٹیوں نے کھانے کے لیے مانگ لی، چنانچہ اس نے وہ کھجور بھی جسے وہ خود کھانا چاہتی تھی، اس کے دو حصے کر کے اپنی دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دی۔ مجھے اس کی یہ بات بڑی اچھی لگی۔ میں نے اس واقعے کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی وجہ سے اس کے لیے جنت واجب فرما دی ہے (یا یہ فرمایا) کہ اس کی وجہ سے اسے جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا ہے۔'' [1]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے والد مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور جا کر عرض کیا، کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو بطور عطیہ ایک غلام دیا ہے جو میرا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: ''کیا تو نے اپنی سب اولاد کو اس کی مثل عطیہ دیا ہے؟'' انہوں نے کہا: نہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پس تو اس سے واپس لے لے۔'' ایک اور روایت میں ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''کیا تو نے ایسا اپنی تمام اولاد کے ساتھ کیا ہے؟'' انہوں نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔'' پس میرے باپ واپس آئے اور وہ دیا ہوا صدقہ (عطیہ) واپس لے لیا۔'' ایک اور روایت میں ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''اے بشیر! کیا اس کے علاوہ بھی تیری اولاد ہے؟'' انہوں نے کہا، ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کیا تو نے ان سب کو اس کی مثل عطیہ دیا ہے؟'' انہوں نے کہا، نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تب تو مجھے اس پر گواہ مت بنا اس لیے کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔'' ایک اور روایت میں ہے: ''تو مجھے ظلم پر گواہ مت بنا۔'' ایک اور روایت میں ہے۔ ''تو میرے علاوہ کسی اور کو اس پر گواہ بنا۔'' پھر فرمایا: ''کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ ساری اولاد تیرے ساتھ نیکی کرنے میں برابر ہو؟'' انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پس پھر یہ کام نہ کر (یعنی

---

[1] صحیح مسلم: ٦٦٩٤۔

صرف ایک بیٹے کو عطیہ نہ دے)۔'' [1]

ظلم سے ظلم ہی جنم پاتا ہے

ان احادیث میں والدین کے لیے ایک عمدہ، اور ارفع و اعلیٰ سبق ہے کہ وہ اولاد کے معاملات میں عدل کا دامن نہ چھوڑیں اگر وہ اولاد میں کوئی فرق ملحوظ رکھ کر ظلم کریں گے تو ظلم سے ظلم ہی جنم پالے گا۔ اس لیے والدین پر واجب ہے کہ عطیہ و ہدیہ کے سلسلے میں بھی سب اولاد لڑکے لڑکیوں میں بلا امتیاز برابری رکھیں۔ اور اگر کوئی بچی، بچہ زیادہ خدمت کرتا ہو تو وہ اس کی اپنی سعادت ہے جس کا اجر اسے اللہ کے ہاں ملے گا۔ علاوہ ازیں اسے ماں باپ کی شفقت اور دعائیں بھی زیادہ حاصل ہوں گی، لیکن والدین مالی لحاظ سے اسے دوسروں پر ترجیح نہیں دے سکتے، اگر ایسا کریں گے تو یہ ظلم ہوگا۔ اگر کوئی شخص اپنی اولاد کو عطیہ دینا چاہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ لڑکے لڑکی، خدمت گزار و غیر خدمت گزار، چھوٹے بڑے، عالم جاہل، اور عاقل غبی وغیرہ میں کوئی تمیز نہ کرے، کسی کو محروم نہ رکھے اور جس قدر ممکن ہو سب کو برابر دے۔ نیز اگر عطیے اور ہدیے کی بجائے کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی جائیداد تقسیم کرنا چاہے اگرچہ شرعاً یہ پسندیدہ نہیں اور تجربہ شاہد ہے کہ ایسے والدین مسائل میں گھر جاتے ہیں۔ تو اس صورت میں ورثے کے بارے میں اللہ کے احکام کی پابندی لازمی ہوگی، اگر پابندی نہ کی گئی تو زندگی میں تقسیم اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حصوں میں کمی بیشی کرنے کا ایک حیلہ قرار پائے گی جو کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔ اور اسی طرح اولاد میں سے کسی بچے کو عاق کہہ کر محروم کرنا بھی جائز نہیں۔'' [2]

یہ بات تو واضح ہے کہ اولاد سے مساویانہ سلوک کیا جائے جہاں تک روزمرہ کی ضروریات کا مسئلہ ہے، اس میں برابری یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کی ضروریات کے مطابق

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الهبة باب الهبة للولد: ٢٥٨٦؛ صحیح مسلم، کتاب الهبات، باب کراهة تفضیل بعض الاولاد فی الهبة: حدیث نمبر: ٤١٧٧، ٤١٧٨؛ سنن ابن ماجه: ٢٣٧٥، ٢٣٧٦؛ سنن ابی داود: ٣٥٤٥؛ سنن نسائی: ٣٦٤١، ٣٦٨٢ تا ٣٦٨٤۔ [2] ملخص، المغنی لابن قدامه، کتاب الهبة والعطیه ... وفتح الباری، کتاب الهبة وفضلها۔

دیا جائے، مثلاً: جس بچے کو لباس کی ضرورت ہو اسے لباس مہیا کیا جائے۔ جسے علاج کی ضرورت ہو اس کا علاج کرایا جائے۔ جو بچہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہے اس کو اس کے مواقع فراہم کیے جائیں، لیکن یہ بات اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ وراثت کے حصول میں اسلام نے بوجوہ فرق رکھا ہے لیکن عطیے میں فرق نہیں رکھا لہٰذا عطیات میں برابری ضروری ہے۔ والدین کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اولاد سے برابر حسنِ سلوک کا فائدہ یہ ہوگا کہ سب بچوں کے دل میں والدین کی محبت برابر ہوگی، لہٰذا وہ بھی برابر کا احترام اور خدمت کرنے کی کوشش کریں گے۔

تربیتِ اولاد کے لیے آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے بڑھ کر عمدہ اخلاق کے مالک تھے۔ آپ ﷺ نے ایک روز مجھے کسی کام کے لیے بھیجا، میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جاؤں گا، حالانکہ میرے دل میں تھا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے مجھے جو بھی فرمایا ہے میں اس کے لیے جاؤں گا۔ کہتے ہیں: پس میں نکلا حتیٰ کہ بچوں کے پاس سے میرا گزر ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے۔ تو اچانک (کیا دیکھتا ہوں کہ) رسول اللہ ﷺ مجھے میرے پیچھے سے میری گدی پکڑے ہوئے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ ہنس رہے تھے۔ فرمایا: ''اُنیس! ادھر جاؤ جہاں کا میں نے تمہیں کہا ہے۔'' میں نے عرض کیا: ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ! جا رہا ہوں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا! قسم اللہ کی! میں نے سات سال آپ ﷺ کی خدمت کی ہے یا نو سال، مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے مجھے کسی کام پر جو میں نے کیا ہو،: ''تو نے ایسا کیوں کیا؟'' یا کوئی کام جو میں نے چھوڑ دیا ہو، کہ ''ایسے ایسے کیوں نہیں کیا۔'' [1]

اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی مدینہ منورہ میں دس سال

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الحلم واخلاق النبی ﷺ: ٤٧٧٣؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب حسن خلقه ﷺ: حدیث ٦٠١٥ مزید دیکھیے: ٦٠١١، ٦٠١٣، ٦٠١٦۔

تک خدمت کی جبکہ میں نوخیز لڑکا تھا۔ میرے سب کام اس معیار کے نہیں ہوتے تھے جیسے میرے حبیب ﷺ کی خواہش ہوتی تھی (اس کے باوجود) آپ نے مجھے کبھی اف تک نہیں کہا اور نہ یوں کہا: تو نے یہ کیوں کیا؟ اور اس طرح کیوں نہیں کیا؟ [1]

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (كَخْ كَخْ اِرْمِ بِهَا) ''ہیں ہیں، اسے پھینک دو۔ ''تمہیں معلوم نہیں کہ ہم صدقے کی چیز نہیں کھاتے۔'' ایک روایت میں (اس طرح) ہے، ''ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں۔'' [2]

اور سیدنا ابو حفص عمر بن ابی سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد، رسول اللہ ﷺ کے پروردہ (یعنی ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے) سے روایت ہے کہ میں بچہ اور رسول اللہ ﷺ کے زیر پرورش تھا اور میرا ہاتھ (کھاتے وقت) پیالے میں گھومتا تھا، تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰهَ تَعَالٰى، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ)) [3]

''اے لڑکے! اللہ کا نام لو (بسم اللہ) دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ، اور اپنے قریب سے کھاؤ۔'' پس اس کے بعد میرے کھانے کا طریقہ یہی رہا۔''

آپ نے دیکھا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے دس سال آپ کی خدمت کی مگر کبھی یہ نوبت نہیں آئی کہ آپ نے انہیں مارا یا ڈانٹا ہو۔ اسی طرح آپ نے پڑھا کہ آپ نے اپنے نواسے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو کس کمال درجے کی حکمت کے ساتھ ''صدقہ'' کی کھجور کھانے سے منع فرمایا: (كَخْ كَخْ) ہیں ہیں'' اسے دو زیروں کے ساتھ بھی پڑھا جا سکتا ہے (كِخٍ كِخٍ) یہ بچوں کو ناپسندیدہ کاموں اور چیزوں سے روکنے کے لیے ڈانٹ ڈپٹ کا کلمہ ہے۔ آپ اس وقت

---

[1] سنن ابی داود: ٤٧٧٤؛ مسند احمد: ٣/ ١٩٥۔ [2] صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب ما یذکر فی الصدقۃ للنبی ﷺ: ١٤٨٥، ١٤٩١؛ صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب تحریم الزکوٰۃ علی النبی ﷺ: ٢٤٧٤۔ [3] صحیح بخاری، کتاب الاطعمۃ باب التسمیۃ علی الطعام والاکل بالیمین: ٥٣٧٦ تا ٥٣٧٩؛ صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام والشراب واحکامھا: ٥٢٦٩۔

بچے تھے اس حدیث سے تعلیم وتربیت کا پہلو واضح ہے۔لہٰذا بچوں کو جن چیزوں سے روکنا ضروری ہے،والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کا خیال رکھیں اور انہیں ان چیزوں سے روکتے اور سمجھاتے رہیں۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ اور آپ کی آل کے لیے صدقہ حلال نہیں تھا۔اہل بیت نبوی ﷺ دو قسم کے ہیں،ایک ازواجِ مطہرات جو نص قرآنی سے ثابت ہے جیسے ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۚ﴾ [1]

''اپنے گھروں میں ٹک کر رہو۔اور سابق دور جاہلیت کی سج دھج نہ دکھاتی پھرو،نماز قائم کرو،زکوۃ دو،اور اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کرو۔''

اور دوسرے وہ جن کو نبی ﷺ سے خاندانی قرابت ہے ان میں بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں۔جن میں آل علی،آلِ عقیل،آلِ جعفر،آل عباس اور آلِ حارث شامل ہیں۔اس دوسری قسم پر صدقہ حرام ہے۔اس طرح آپ نے دیکھا کہ عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہما جو بچے اور آپ کے زیر سایہ تھے کو کتنے مختصر اور جامع کلمات میں سمجھایا کہ ''بچے اللہ کا نام لو یعنی بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھاؤ اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ۔'' وہ بیان کرتے ہیں کہ اس ہدایت ورہنمائی کے بعد میرے کھانے کا طریقہ وہی رہا جو آپ ﷺ نے تعلیم فرمایا تھا۔

⑥ رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک

رشتہ دار قریب کے ہوں یا دور کے ایک مسلمان مرد اور عورت ان کے حقوق ادا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔قریبی رشتہ داروں کے ساتھ مسلمان کا وہی برتاؤ ہونا چاہیے جو والدین،اولاد اور بھائیوں سے ہوتا ہے،وہ خالہ کو ماں کا درجہ دیتے ہیں،چچا کو باپ کی حیثیت دی جاتی ہے، جس طرح والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جاتا ہے ماموں اور چچا کے لیے بھی اطاعت وفرمانبرداری کے وہی جذبات ہونے ضروری ہیں،غرضیکہ جس کے ساتھ بھی اس کی کسی انداز

---

[1] ۳۳/ الاحزاب: ۳۳۔

کی قرابت داری ہے، چاہے وہ مومن ہے یا کافر، ان کے ساتھ تعلقات جوڑتا اوران کے ادب واحترام کوملحوظ رکھتا ہے اوراسے اولاد ووالدین کے حقوق وآداب کی طرح لازم اورضروری گردانتا ہے۔ بڑے کی عزت کرتا ہے، اورچھوٹے پررحم، بیماروں کی بیمار پرسی کرتا ہے اورمصیبت زدہ کی ہمدردی وغمخواری، کوئی حادثہ سے دوچار ہوجائے توتعزیت وتسلی کے لیے جاتا ہے وہ اس سے قطع تعلق کرتے رہیں تویہ تعلقات جوڑتا رہتا ہے، ان کے لیے نرم پہلو رکھتا ہے، چاہے اس پرظلم وستم اورسختی کریں اوریہ سب کچھ اس لیے کرتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اوررسول اللہ ﷺ کا یہی حکم ہے۔ قرآن مجید کی چند آیات ملاحظہ فرمایئے۔

قرابت داری قرآن کی روشنی میں

﴿ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ﴾ [1]

"ماں باپ کے ساتھ، رشتے داروں کے ساتھ، یتیموں اورمسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا اورلوگوں سے بھلی بات کرنا۔"

﴿ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآىِٕلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ﴾ [2]

"اوراللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اوریتیموں پر، مسکینوں اورمسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پراورغلاموں کی رہائی پر خرچ کرے۔"

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ا۟لْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [3]

"تم پرفرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آئے اوروہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہوں تووالدین اوررشتے داروں کے لیے معروف طریقے سے وصیت کرے۔ یہ حق ہے متقی لوگوں پر۔"

---

[1] ۲/البقرہ:۸۳۔ [2] ۲/البقرہ:۱۷۷۔ [3] ۲/البقرہ:۱۸۰۔

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴾ [1]

''لوگ پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں؟ جواب دو کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اپنے والدین پر، رشتے داروں پر، یتیموں پر اور مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو اور جو بھلائی بھی تم کرو گے، اللہ اس سے باخبر ہوگا۔''

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ [2]

''لوگو، اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد وعورت دنیا میں پھیلا دیے۔ اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو، اور رشتہ وقرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔''

﴿وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴾ [3]

''اور جب تقسیم کے موقع پر کنبہ کے لوگ اور یتیم اور مسکین آئیں تو اس مال میں سے ان کو بھی کچھ دو اور ان کے ساتھ بھلے مانسوں کی سی بات کرو۔''

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ﴾ [4]

---

[1] ٢/البقرہ:٢١٥۔ [2] ٤/النسآء: ١۔
[3] ٤/النسآء:٨۔ [4] ٤/النسآء: ٣٦۔

''ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے اور ان لونڈی اور غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں احسان کا معاملہ رکھو۔''

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝٩٠ ﴾ ❶

''اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو۔''

﴿ وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝٢٦ ﴾ ❷

''رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو ان کا حق دو فضول خرچی نہ کرو۔''

﴿ وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝٢٢ ﴾ ❸

''تم میں سے جو صاحب فضل اور صاحب قدرت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ اپنے رشتہ دار، مسکین اور مہاجر فی سبیل اللہ لوگوں کی مدد نہ کریں گے۔ انہیں معاف کر دینا چاہیے اور درگزر کرنا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے؟ اور اللہ کی صفت یہ ہے کہ وہ غفور اور رحیم ہے۔''

﴿ فَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝٣٨ ﴾ ❹

''پس (اے مومن) رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین و مسافر کو (اس کا حق) یہ طریقہ بہتر ہے کہ ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہوں، اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔''

---

❶ ١٦/ النحل: ٩٠۔ ❷ ١٧/ بنی اسرائیل: ٢٦۔
❸ ٢٤/ النور: ٢٢۔ ❹ ٣٠/ الروم: ٣٨۔

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓىِٕكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا۝۶﴾ ❶

''بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لیے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں، مگر کتاب اللہ کی رو سے عام مومنین ومہاجرین کی بہ نسبت رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں البتہ اپنے رفیقوں کے ساتھ تم کوئی بھلائی (کرنا چاہو تو) کر سکتے ہو۔ یہ حکم کتاب الٰہی میں لکھا ہوا ہے۔''

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ۝۲۲﴾ ❷

''اب کیا تم لوگوں سے اس کے سوا کچھ اور توقع کی جا سکتی ہے کہ اگر تم الٹے منہ پھر گئے تو زمین میں فساد کرو گے اور آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹو گے۔''

صلہ رحمی حدیث کی روشنی میں

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک نے مخلوق کو پیدا فرمایا جب اللہ پاک اس سے ذرا فارغ ہوا تو رشتہ داری کھڑی ہو گئی اور اس نے اللہ پاک کے تہبند کو پکڑ لیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہٹ جا۔ اس نے کہا، یہ اس شخص کا مقام ہے جو تیرے ساتھ قطع رحمی سے پناہ مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں اس شخص کو (اپنے ساتھ) ملاؤں جو تجھ کو ملائے اور میں اس شخص سے قطع تعلق کروں جو تجھ سے قطع تعلق کرے؟ اس نے جواب دیا، پروردگار درست ہے، اللہ پاک نے فرمایا: ''پس یہ تیرے لیے ہے۔'' ❸

اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رشتہ داری

---

❶ ۳۳/الاحزاب:۶۔ ❷ ۴۷/محمد:۲۲۔

❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب وتقطعوا ارحامکم: ۴۸۳۰؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والادب: ۶۵۱۸۔

یعنی رحم کا لفظ رحمان سے مشتق ہے، اللہ پاک نے اعلان فرمادیا کہ جو تجھے ملائے گا میں اسے (اپنے ساتھ) ملاؤں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اس سے قطع تعلق کروں گا۔'' ❶

اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رشتہ داری عرش کے ساتھ معلق ہے، وہ اعلان کرتی ہے کہ جو مجھے ملائے گا اسے اللہ پاک (اپنے ساتھ) ملائے گا اور جو مجھے توڑے گا اللہ پاک اس سے قطع تعلق کرے گا۔'' ❷

اور سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قطع رحمی کرنے والا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' ❸

اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو بدلے میں صلہ رحمی کرتا ہے البتہ وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا ہے جس سے صلہ رحمی نہیں کی جاتی، مگر وہ صلہ رحمی کرتا ہے۔'' ❹

اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں میں اللہ ہوں اور میں رحمٰن ہوں، میں نے رشتہ داری کو پیدا کیا اور میں نے اس کے لیے اپنے نام سے نام نکالا پس جو شخص رشتہ داری کو ملائے گا میں اس کو ملاؤں گا اور جو شخص رشتہ داری کو توڑے گا میں اس کو توڑوں گا۔'' ❺

اور سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زیادتی کرنے اور قطع رحمی کرنے کے سوا کوئی ایسا گناہ نہیں ہے کہ اللہ پاک اس کے کرنے والے کو دنیا میں بھی جلد سزا دے اور آخرت میں بھی اسے سزا سے ہمکنار کرے۔'' ❻

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من وصل وصله الله: ٥٩٨٨۔

❷ صحیح بخاری: ٥٩٧٩؛ صحیح مسلم، باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها: ٦٥١٩۔ ❸ صحیح بخاری، باب اثم القاطع: ٥٩٨٤؛ صحیح مسلم: ٦٥٢٢۔

❹ صحیح بخاری: ٥٩٩١۔ ❺ سنن ابی داود، کتاب الزکوٰة، باب فی صلة الرحم: ١٦٩٤؛ جامع الترمذی: ١٩٠٧؛ مصنف ابن ابی شیبة: ٨/ ٣٤٧، ٣٤٨۔

❻ سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی النهی عن البغی: ٤٩٠٢؛ جامع الترمذی: ٢٥١١؛ سنن ابن ماجه: ٤٢١١؛ صحیحه ابن حبان: ٢٠٣٩و ٢٠٤٠؛ الحاکم: ٢/ ٣٥٦و ٤/ ١٦٢، ١٦٣۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں اضافہ ہو اور اس کی عمر میں اضافہ ہو تو وہ صلہ رحمی کرے۔'' [1]

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے بیان کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے کچھ رشتہ دار ہیں میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں، میں ان سے درگزر کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت سے پیش آتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تیری بات درست ہے تو گویا تو ان کے منہ میں گرم خاکستر ڈال رہا ہے اور اللہ پاک کی جانب سے تیرے ساتھ ہمیشہ (ایک فرشتہ) ان کے خلاف مددگار رہے گا جب تک تو اس کی پابندی کرے گا۔'' [2]

اور سیدنا بہز بن حکیم اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا، میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں کس کے ساتھ احسان کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی والدہ کے ساتھ۔'' میں نے عرض کیا، پھر کس سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی والدہ سے۔'' میں نے کہا پھر کس سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی والدہ سے۔'' میں نے عرض کیا پھر کس سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے والد سے پھر قریبی رشتہ داروں سے علیٰ حسب المراتب۔'' [3]

اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بلاشبہ میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے، کیا میرے لیے توبہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تیری والدہ ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا، کیا تیری خالہ ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من بسط له فی الرزق الصلة الرحم: ٥٩٨٥ و ٥٩٨٦؛ صحیح مسلم: ٦٥٢٤۔

[2] صحیح مسلم: ٦٥٢٥۔ [3] جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی بر الوالدین: ١٨٩٧؛ سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی برالوالدین: ٥١٣٩؛ صححه الحاکم: ٣/ ٦٤٢ و ٤/ ١٥٠۔

سے اچھا سلوک کر۔'' ❶

قرآن مجید کی درج بالا آیات کا پھر ایک بار مطالعہ ممکن ہو تو کسی تفسیر کی مدد سے ان آیات کو سمجھیں اور جن احادیث کا آپ نے مطالعہ کیا ہے وہ صلہ رحمی کے باب میں بڑی واضح ہیں۔ اب میں یہاں صرف چند احادیث درج کر رہا ہوں جن میں قرابت داروں پر خرچ کرنے کی ترغیب اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ سیدہ زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کیا میری جانب سے اپنے خاوند پر اور اپنے زیر کفالت یتیموں پر خرچ کرنا، صدقے کے طور پر کافی ہو سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس خاتون کو دو ثواب ملیں گے، صدقہ کرنے کا ثواب اور رشتے داروں (سے نیکی) کا ثواب۔'' ❷

اور ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیا میرے لیے یہ صدقہ کافی (اور درست) ہوگا کہ میں اپنے خاوند کو صدقہ دے دوں کیونکہ وہ نادار ہیں اور اپنے یتیم بھتیجوں کو دے دوں اور میں ان کا فلاں فلاں خرچ برداشت کرتی ہوں اور ہر حال میں (ان سے مالی تعاون کرتی ہوں) راوی نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں۔'' راوی نے کہا: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہاتھوں سے کمائی کرنے والی (ہنر مند خاتون) تھیں۔'' ❸

اور سیدنا سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین کو صدقہ دینا صرف صدقہ ہے، اور رشتے داروں کو (صدقہ دینا) دو نیکیاں ہیں: صدقہ بھی، اور صلہ رحمی بھی۔'' ❹

صحیح مسلم میں ہے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مکے کے راستے میں ایک دیہاتی ملا،

❶ جامع الترمذی بحواله مشكوة: ١٩٣٥۔ ❷ سنن ابن ماجه، ابواب الزكوٰة، باب الصدقة على قرابة: ١٨٣٤؛ صحيح بخارى: ١٤٦٦؛ صحيح مسلم: ١٠٠٠۔
❸ سنن ابن ماجه: ١٨٣٥۔ ❹ سنن ابن ماجه: ١٨٤٤۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کو سلام کیا اور جس گدھے پر خود سوار تھے اس پر سوار کیا اور اپنے سر کا عمامہ اس کو دیا۔ جناب عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تم سے بھلائی کرے، دیہاتی تھوڑے میں بھی خوش ہو جاتے ہیں (اس کو اس قدر دینا کیا ضروری تھا؟) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس کا باپ، میرے باپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''بڑی نیکی یہ ہے کہ لڑکا اپنے باپ کے دوستوں سے اچھا سلوک کرے۔'' [1]

ایک اور حدیث میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ مکہ کو جب جاتے تو اپنے ساتھ تفریح کے لیے ایک گدھا بھی رکھتے، جب اونٹ کی سواری سے تھک جاتے تو گدھے پر سوار ہوتے اور سر پر باندھنے کے لیے اپنے ساتھ ایک عمامہ (پگ) رکھتے۔ ایک دن وہ گدھے پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ اتنے میں ایک بدوی نکلا۔ سیدنا عبداللہ نے کہا: تو فلاں کا بیٹا، اور فلاں کا پوتا ہے۔ اس نے جواب دیا: ہاں۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کو گدھا دے دیا اور کہا: اس پر سوار ہو اور عمامہ بھی دے دیا اور کہا: اپنے سر پر باندھ۔ سیدنا عبداللہ کے بعض ساتھی کہنے لگے: اللہ تمہیں معاف کرے آپ نے اپنی تفریح کے لیے مخصوص گدھا بھی اس کو دے دیا اور عمامہ بھی جو اپنے سر پر باندھتے تھے۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی باپ کے مرنے کے بعد اپنے باپ کے دوستوں سے اچھا سلوک کرے۔'' اور (بتایا کہ) اس دیہاتی کا باپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔'' [2]

مغربی نظام عورت کے حقوق کا استیصال کر رہا ہے

درج بالا قرآنی آیات اور مذکورہ احادیث میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کا جو مقام بیان فرمایا ہے، یہ اسلام کے نظام کی ایک جھلک ہے، اسلام کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ وہ مرد کو قوامیت عطا کر کے اس کو پابند کرتا ہے کہ وہ اپنی بیوی اور بچوں کے اخراجات کا

---

[1] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والادب: ٦٥١٣، جامع الترمذى: ٥١٤٣۔

[2] صحيح مسلم: ٦٥١٥۔

ذمہ دار ہے اور یہ اخراجات اس کی استطاعت کے مطابق اس پر عائد کیے گئے ہیں۔ عورت کے ذمے مرد یا بچوں کا خرچ نہیں، اس لیے مرد کا بیوی بچوں پر خرچ کرنا زکوٰۃ شمار نہیں ہو سکتا۔ عورت کو اپنے والدین سے جو میراث ملی ہو، یا اس نے کوئی جائیداد بنائی ہو یا نفع بخش کاروبار سے کوئی آمدنی ہو، یہ کل اثاثہ جات اور آمدنی خالصتاً عورت کی ہے نہ مرد کا اس میں کوئی حصہ ہے اور نہ عورت کی زندگی میں وہ بچوں کا حق اور حصہ ہے۔ اس لیے یہ مغربی نظام کا تحفہ ہے کہ شادی اس عورت سے کی جائے جو مالدار ہو ملازم ہو کیونکہ گاڑی کے دونوں پہیے جب تک نہیں چلیں گے زندگی کا نظام نہیں چلے گا لہٰذا عورت جہاں مالدار ہو وہاں اس کی کوئی مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ ہو تاکہ جاری اخراجات میں وہ برابر کی شریک اور ذمہ دار ہو۔ مغرب کے اس نقطۂ نظر نے مرد کے 50 فیصد فرائض کم کر کے عورت کے کندھے پر ڈال دیئے ہیں جو بدترین ظلم کی ایک مثال ہے، اس لیے ہم با آواز بلند عورت تک اسلام کا یہ پیغام پہنچانا چاہتے ہیں کہ وہ براہِ راست قرآن وسنت کا مطالعہ کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ اسلام نے عورت کو جو حقوق عطا کیے ہیں اس میں ایک حق یہ ہے کہ وہ فکرِ معاش سے آزاد ہے اور یہ نظامِ عدل کا ایک جز ہے کہ وہ اپنے گھر کی ملکہ اور گھر کے نظام کی ذمہ دار ہے۔ فکرِ معاش کی ذمہ داری بھی اگر اس پر لاد دی جائے تو دوہری ذمے داری اس پر ظلمِ عظیم ہوگا۔ اور مغرب نے عورت کو فکرِ معاش کی ذمے داری میں شریک کر کے اس پر ظلمِ عظیم کیا ہے اور اس طرح وہ عورت کے حقوق کا استیصال کر رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مغربی نظام کے اس ظلم کو آشکارا کیا جائے اور ظلمِ عظیم سے اسے نجات دلوائی جائے۔ اس مسئلہ کا ایک دوسرا پہلو بھی اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ اگر عورت مالدار ہے اور اس کا خاوند غریب تو کیا عورت اپنی زکوٰۃ وصدقات مرد کو دے سکتی ہے اور کیا وہ اپنی اولاد پر خرچ کر سکتی ہے؟ جی ہاں، عورت اپنے غریب خاوند کو زکوٰۃ بھی دے سکتی ہے اور اس کے بچوں پر بھی خرچ کر سکتی ہے اس لیے کہ بیوی کا خاوند پر خرچ کرنا اور بچوں کا خرچ برداشت کرنا صدقہ ہے مگر مرد اپنی زکوٰۃ وعشر بیوی کو بطور نان نفقہ اور اپنے بچوں پر خرچ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اس مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ جن افراد کا نان ونفقہ شرعاً زکوٰۃ وصدقات دینے والے کے ذمے ہے، انہیں دینے سے زکوٰۃ وصدقات ادا نہیں ہوتے اس

کے علاوہ زکوٰۃ وصدقات جس طرح کسی اجنبی کو دینے سے ادا ہو جاتے ہیں، اسی طرح اپنے عزیز واقارب کو دینے سے بھی ادا ہو جاتے ہیں، بلکہ زیادہ ثواب کا باعث ہوتے ہیں اس لیے زکوٰۃ اور صدقہ دینے میں اپنے عزیز واقارب کو زیادہ اہمیت دینی چاہیے۔

⑦ پڑوسیوں کے حقوق کا اہتمام

اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے پڑوسیوں کے بارے میں فرمایا

﴿ ... وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ ﴾ [1]

''اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسائے سے، پہلو کے ساتھی، (سب کے حقوق وآداب کی ادائیگی کرو)''

قرآن وحدیث کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمسایہ کے ساتھ اس طرح احسان کرو کہ وہ مدد مانگے تو اس کی امداد کرو، بیمار ہو جائے تو بیمار پرسی کرو، خوشی کی حالت میں ہو تو مبارکباد دو، مصیبت زدہ ہو جائے تو تسلی دلاؤ، ضرورتمند ہے تو اس کی مالی امداد کرو، اسے السلام علیکم کہنے میں پہل کرو، بات نرمی سے کرو، اس کی اولاد کے ساتھ گفتگو میں نرمی اختیار کرو، اس کے دین ودنیا کی درستی میں اس کی رہنمائی کرو، ہر انداز میں اس کی جانب کا لحاظ رکھو، اس کے مال کی حفاظت کرو، اور اس کی لغزشوں سے درگزر کرو، اس کے عیوب کی تلاش میں نہ رہو، کسی جگہ اور گزرگاہوں میں اس کی تنگی کا باعث نہ بنو، پرنالہ اس کی طرف ڈال کر اسے تنگ نہ کرو، اسی طرح کوڑا کرکٹ پھینک کر اس کو ایذا نہ دو، یہ سب باتیں ہمسایہ کے ساتھ احسان اور سلوک کے ذیل میں آتی ہیں جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ ﴾ ''اور رشتے دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں (کے ساتھ احسان کرو)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ﴿ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ ﴾ سے مراد وہ ہمسایہ ہے جو آپ کا رشتے دار بھی ہو، اور ﴿ وَالْجَارِ الْجُنُبِ ﴾ سے مراد وہ ہمسایہ ہے جو آپ کا رشتے دار نہ ہو۔ اور ﴿ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ ﴾ سے مراد ہم نشین دوست بھی ہے اور ایسا شخص بھی جو کسی وقت ساتھ

---

[1] ٤/النسآء: ٣٦۔

ہو جائے مثلاً کاروبار میں شراکت رکھنے والا، بازار میں قریب کا دوکاندار، تعلیمی ادارے میں ہم مکتب یا ہم جماعت، ہوسٹل میں ہم کمرہ یا عمارت میں رہائش پذیر کوئی شخص، ایک ہی کارخانے میں کام کرنے والا کارکن، اسی طرح آپ کے ساتھ بازار میں چلنے والا کوئی شخص یا آپ کے ساتھ کسی دوکان سے سودا خریدنے والا کوئی دوسرا خریدار، آپ کے ساتھ بیٹھا ہوا یا سفر کے دوران میں کوئی شخص آپ کا ہمسفر ہو۔ یہ عارضی ہمسائیگی کا بھی تقاضا ہے کہ مسلمان حتی الامکان اس کے ساتھ نیک برتاؤ کرے اور اسے تکلیف دینے سے اجتناب کرے۔ یہ حقوقِ ہمسائیگی سب کے لیے ہیں خواہ پڑوسی مسلمان ہو یا کافر، ہمسایہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا بھی شرعی فریضہ ہے، اہل علم کا بیان ہے کہ غیر مسلم ہمسائے کا صرف ایک حق ہے، یعنی حق ہمسائیگی اور مسلمان ہمسائے کے دو حق ہیں۔ ایک حقِ ہمسائیگی اور دوسرا حقِ اسلام، جبکہ مسلمان رشتہ دار ہمسائے کے تین حقوق ہوتے ہیں۔ حقِ ہمسائیگی، حقِ اسلام اور حقِ قرابت۔ آیئے اس باب کی چند احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں۔

ہمسائے کے حقوق کی اہمیت

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! ایماندار نہیں ہے، اللہ کی قسم! ایماندار نہیں ہے، اللہ کی قسم ایماندار نہیں ہے، (آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے) دریافت کیا گیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کون ایماندار نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ شخص جس کا پڑوسی اس کے فتنوں سے امن میں نہیں ہے۔'' [1]

اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں ہے۔'' [2]

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جبرائیل علیہ السلام پڑوسی کے بارے میں ہمیشہ مجھے وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اثم من لا یامَنُ جارهُ بوائقه: ٦٠١٦؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان: ١٧٠، ١٧١۔

[2] صحیح مسلم، تحریم ایذاءِ الجار: ١٧٢۔

خیال کیا کہ وہ اسے ضرور وارث بنائیں گے۔'' ❶

اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے جبریل علیہ السلام پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کی ہمیشہ تاکید کرتے رہے حتیٰ کہ میں گمان کرنے لگا کہ وہ اسے وراثت میں بھی شریک کردیں گے۔'' ❷

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جبرائیل علیہ السلام مجھے ہمیشہ پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ وہ پڑوسی کو بھی وارث قرار دے دیں گے۔'' ❸

اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ شخص مومن نہیں جو سیر ہوکر کھائے اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا رہے۔'' ❹

اور سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن اول جھگڑے والے دونوں پڑوسی ہوں گے۔'' اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ پر، اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ جو شخص اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ ہمسائے کو دکھ نہ دے اور جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ خیر کے لفظ بولے یا خاموش رہے۔'' ❺

بندے کی اللہ اور اس کے رسول سے محبت اور....

سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی قراد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن وضو

---

❶ صحيح بخاري: ٦٠١٤؛ صحيح مسلم: ٦٦٨٥؛ ابوداود: ٥١٥١؛ ترمذي: ١٩٤٢؛ سنن ابن ماجه: ٣٦٧٣۔ ❷ سنن ابن ماجه، كتاب الادب: ٣٦٧٤؛ مسند احمد: ٢/ ٤٤٥۔ ❸ صحيح بخاري، كتاب الادب: ٦٠١٥؛ صحيح مسلم: ٦٦٨٧؛ مسند احمد: ٢/ ١٦٠۔

❹ سنن بيهقي في شعب الايمان بحواله مشكوة: ٤٩٩١۔

❺ سنن ابن ماجه، كتاب الادب: ٣٦٧٢؛ صحيح بخاري: ٦٠١٩، ٦١٣٥، ٦١٧٦؛ صحيح مسلم: ١٧٤؛ سنن ابي داود: ٥١٥٤۔

کیا، آپ کے صحابۂ کرام (آپ ﷺ کے اعضا سے گرنے والے) وضو کے پانی کو اپنے جسم پر مل رہے تھے۔ نبی ﷺ نے ان سے دریافت کیا، تم اس طرح کیوں کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت (کا اظہار) ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو پسند ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کرے یا اس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول محبت کریں تو اسے چاہیے کہ (1) جب بات کرے تو سچی کرے (2) اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو امانت کا حق ادا کرے (3) اور اپنے ہمسائے سے اچھا سلوک کرے۔'' [1]

بہترین پڑوسی کی حقیقی پہچان

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ پاک کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے رفقا کے ساتھ اچھا رہے اور اللہ پاک کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا رہے۔'' [2]

اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نے نبی ﷺ سے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے کیسے معلوم ہو کہ میں نے نیکی کی ہے یا بدی؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تو سنے کہ تیرے پڑوسی کہہ رہے ہیں کہ تو نے اچھا کام کیا ہے تو واقعی تو نے اچھا کام کیا ہے اور جب تو ان سے سنے وہ کہہ رہے ہیں کہ تو نے غلط کام کیا ہے تو واقعی تو نے غلط کام کیا ہے۔'' [3]

بدترین پڑوسی کا تعارف

سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: ''زنا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے

---

[1] سنن بیہقی فی شعب الایمان بحوالہ مشکوۃ: ٤٩٩٠۔

[2] مسند احمد: ٢/ ١٦٧، ١٦٨؛ جامع الترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی حق الجوار: ١٩٤٤۔ [3] سنن ابن ماجہ، ابواب الزھد: ٤٢٢٣؛ مسند احمد: ١: ٤٠٢؛ مصنف عبدالرزاق: ٨/ ١١: ١٩٧٤٩؛ صحیحہ ابن حبان: ٢٠٥٧۔

اسے حرام قرار دیا ہے، اس لیے یہ روزِ قیامت تک حرام ہے، سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''اگر کوئی شخص دس عورتوں سے زنا کرے، اس سے کہیں زیادہ بڑا گناہ یہ ہے کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چوری کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے، لہٰذا یہ حرام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اگر کوئی شخص دس گھروں سے بھی چوری کرے تو اس سے کہیں زیادہ بڑا گناہ یہ ہے کہ اپنے پڑوسی کی چوری کرے۔'' [1]

اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ کہ تو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے، حالانکہ اس نے تجھے پیدا فرمایا ہے، میں نے عرض کی: پھر کون سا؟ فرمایا: ''اپنے بچے کو اس خدشے سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا۔ میں نے عرض کی پھر کون سا؟ فرمایا: ''یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرے۔'' [2]

بُرے پڑوسی کا علاج

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا، اس نے اپنے ہمسائے کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جاؤ اور صبر کرو۔'' وہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو یا تین بار آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جا اپنا سامان راستے پر ڈال دے۔'' چنانچہ اس نے اپنا مال متاع راستے پر ڈال دیا۔ لوگ اس سے پوچھنے لگے (کہ کیا ہوا؟) تو اس نے انہیں اپنے ہمسائے کا سلوک بتایا۔ تو لوگ اسے لعنت ملامت کرنے لگے۔ اللہ اس کے ساتھ ایسے کرے اور ایسے کرے۔ تو وہ ہمسایہ اس کے پاس آیا اور اس سے بولا: اپنے گھر میں واپس چلے جاؤ (آیندہ) میری طرف سے کوئی ناپسندیدہ سلوک نہیں دیکھو گے۔'' [3]

---

[1] مسند احمد: ٦: ٨؛ المعجم الکبیر الطبرانی: ٢/ ٢٥٦، ٢٥٧: ٦٠٥۔

[2] صحیح بخاری، کتاب التفسیر: ٤٧٦١؛ صحیح مسلم: ٢٥٧، ٢٥٨؛ ابوداود: ٢٣١٠؛ ترمذی: ٣١٨٢؛ نسائی: ٤٠٢٤۔

[3] سنن ابی داود، کتاب الادب: ٥١٥٣؛ البخاری فی الادب المفرد: ١٢٤؛ صححه الحاکم علی شرط مسلم: ٤: ١٦٥، ١٦٦۔

حسنِ سلوک کی چند صورتیں

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے مسلمان عورتو! تم اپنی ہمسائی کے لیے کوئی چیز معمولی نہ سمجھو، چاہے بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔'' [1]

اور سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب آپ گوشت پکائیں تو اس کا شوربا زیادہ بنائیں اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھیں۔'' [2]

اور سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں میرے جانی دوست (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے وصیت کی کہ جب تو گوشت پکائے تو شوربا زیادہ رکھ اور اپنے ہمسایہ کے گھر کو دیکھ پس ان کو اس میں سے بھیج۔'' [3]

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دو پڑوسی ہیں۔ میں ان دونوں میں سے (پہلے) کس کو ہدیہ دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان میں سے اس کو دے جس کا دروازہ تیرے قریب ہے۔'' [4]

اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم سے کوئی بھائی اجازت چاہے کہ تمہاری دیوار میں لکڑی گاڑ لے، تو اسے مت روکو۔'' تو سامعین نے گردنیں جھکا لیں۔ سیدنا ابوہریرہ کہنے لگے: کیا بات ہے کہ تم اس سے اعراض کرنے لگے ہو۔ میں اسے تمہارے کندھوں پر ٹکاؤں گا۔'' [5]

---

[1] صحيح بخارى، كتاب الهبة، باب فضل الهبة: ٢٥٦٦، ٦٠١٧۔

[2] صحيح مسلم، كتاب الادب، باب الوصية بالجار: ٦٦٨٨؛ جامع الترمذى: ١٨٣٣؛ سنن ابن ماجه: ٣٣٦٢۔ [3] صحيح مسلم: ٦٦٨٩۔

[4] صحيح بخارى: كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب بمن بدأ بالهدية: ٢٥٩٥؛ مسند احمد: ٦/ ١٧٥؛ سنن ابى داود، كتاب الادب: ٥١٥٥۔

[5] سنن ابى داود، كتاب القضا، باب فى القضا: ٣٦٣٤؛ صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب غرز الخشبة فى جدار الجار: ٤١٣٠؛ صحيح بخارى، كتاب المظالم، باب لايمنع جار جارهٗ ان يغرز خشبة فى جداره: ٢٤٦٣؛ جامع الترمذى، ابواب الاحكام، باب ما جاء فى الرجل يضع على حائط جاره خشبا: ١٣٥٣۔

اور............ ''جس کسی دیوار میں اس کا پڑوسی حصہ دار ہو یا کوئی اور شریک ہو تو وہ اسے فروخت کرنے سے پہلے اس (پڑوسی یا شریک) پر پیش کرے۔'' [1]

پس کتاب وسنت کی ان تصریحات سے یہ بات واضح ہے کہ پڑوسیوں کے بہت حقوق ہیں، ان کا جاننا بھی ضروری ہے اور ان پر عمل کرنا بھی ازحد ضروری ہے۔ میں ایک مسلم خاتون کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس بات پر غور کرے کہ انسانی زندگی میں خوشی کے لمحات بھی آتے رہتے ہیں اور غمی کے بھی، رشتہ دار اگر قریب کے ہیں تو وہ ضرور ان مواقع پر پہنچیں گے اور اگر دور کے ہیں تو ظاہر ہے پڑوسی اور اہل محلہ اور شہری ہی سب سے پہلے خوشی غمی میں پہنچتے ہیں۔ اگر آپ اور آپ کے گھر کے لوگ کسی کی خوشی اور غمی میں شرکت کریں گے تو ایسے مواقع پر لوگ بھی آپ کی خوشی اور غمی میں برابر کے شریک ہوں گے بصورت دیگر پڑوسیوں اور اہل محلہ کا آپ کے ہاں نہ پہنچنا اس بات کا ثبوت ہوگا کہ آپ کے تعلقات لوگوں سے خوشگوار نہیں ہیں اور یہ الازم ہوگا آپ کی بدنامی اور ناکام زندگی کا۔ اس لیے اسلام کا بنیادی تقاضا ہے کہ پڑوسیوں کے ساتھ نہایت اچھے تعلقات قائم کریں اور محلے میں ایک مثالی عورت کا مقام حاصل کریں۔ اس لیے بھی خوشگوار تعلقات ضروری ہیں کہ یہ آپ کی اور آپ کے گھر کی معاشرتی ضرورت ہے۔

⑧ مہمانوں کا اکرام مثالی عورت کی پہچان ہے

''مہمان نوازی'' کے حوالے سے کتاب کے آغاز میں'' سرکارِ رسالتمآب ﷺ کی عدم موجودگی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے میزبانی کا حق ادا کیا۔'' کے عنوان سے آپ نے پڑھا اس کا دہرانا مطلوب نہیں بلکہ اس سے ہٹ کر چند اہم امور کی طرف توجہ دلانا مطلوب ہے جس سے مہمانوں اور میزبانوں کے تعلقات میں استحکام پیدا ہوتا ہے اور یہ تعلقات مزید نشوونما پاتے ہیں۔ چند اہم امور درج ذیل ہیں۔

جو لوگ بلا تکلف، بلا دعوت، انفرادی اور اجتماعی طور پر ایک دوسرے کے گھر کھانا کھا سکتے ہیں، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] مستدرک حاکم وصححہ۔

﴿ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ط لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ط فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ [1]

''کوئی حرج نہیں اگر کوئی اندھا یا لنگڑا یا مریض (کسی کے گھر سے کھالے) اور نہ تمہارے اوپر اس میں کوئی مضائقہ ہے کہ اپنے گھروں سے کھاؤ، اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماں نانی کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھر سے یا اپنی بہنوں کے گھر سے، یا اپنے چچاؤں کے گھر سے، یا اپنی پھوپھیوں کے گھر سے یا اپنے ماموؤں کے گھر سے یا اپنی خالاؤں کے گھر سے، یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہاری سپردگی میں ہوں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔ البتہ جب گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو دعائے خیر، اللہ کی طرف سے مقرر فرمائی ہوئی، بڑی بابرکت اور پاکیزہ۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے آیات بیان کرتا ہے توقع ہے کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو گے۔''

یہ لوگ جب اور جس وقت چاہیں ایک دوسرے کے گھر سے کھانا کھا سکتے ہیں، اور بوقت ضرورت مانگ کر لے اور کھا سکتے ہیں لہٰذا ان کے لیے کسی بڑے تکلف کی ضرورت نہیں ہوتی البتہ ان کے علاوہ جو مہمان آئیں ان کے لیے حسبِ استطاعت کچھ اہتمام کرنا ناگزیر ہے مثلاً کوئی مہمان آئے تو اس کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ پرجوش استقبال کیا جائے، دوسرا یہ کہ پانی کا حسبِ ضرورت وموسم اہتمام کیا جائے، تیسرا ہاتھ، منہ، وضو وغیرہ کے لیے

[1] ۲۴/النور: ٦١۔

باتھ روم کے راستے کی طرف اشارہ کر دیا جائے، چوتھا یہ کہ پہلا کھانا یا ایک دن کا کھانا پورے اہتمام کے ساتھ حسبِ استطاعت پیش کیا جائے اور اگر یہ کھانا اجتماعی طور پر مرد مردوں میں اور خواتین عورتوں میں مل کر کھائیں تو بہت اچھا ہے، یہ اہلِ خانہ اور مہمانوں سب کے لیے اجتماعی کھانے کا عمدہ طریقہ ہے، انفرادی طور پر بھی کھانے کی اگرچہ اجازت ہے، پانچواں تقاضا یہ ہے کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے بھی اور کھانے کے بعد بھی پانی، صابن، تولیہ کا اہتمام مثالی خاتونِ خانہ کی ذمہ داری ہے، دورانِ کھانا ٹشو پیپر وقت کی ایک اٹل ضرورت ہے جس کا اہتمام ضروری ہے، چھٹے میزان کو چاہیے کہ کھانا سادہ بنائے، اتنا بنائے کہ کم نہ پڑے، اندازے سے زیادہ نہ بنائے کہ فضول خرچی کی ذیل میں آ جائے، میزبان مہمانوں کے سامنے سے کھانا جلدی نہ اٹھائے، کھانا کھانے کے بعد جب مہمان رخصت ہونے لگیں تو میزبان گھر کے باہر جا کر ان کو رخصت کرے۔ یہ تو ضروری آداب ہیں جب مہمان گھر میں آئیں۔ لیکن قریبی دور دور کے رشتے داروں، اور دوستوں کو کبھی کبھی گھر پر دعوت دے کر بلانا بھی باہمی محبت ومودت کو فروغ دینے کا باعث ہے، اسی طرح دعوتِ ولیمہ وعقیقہ کا معاملہ ہے کہ ایسی سب دعوتوں میں صرف امرا کو ہی نہ بلایا جائے بلکہ امرا وغربا کو مشترک بلایا جائے، البتہ اس کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ اپنی دعوت میں متقی اور پرہیز گار لوگوں کو دعوت دی جائے، فساق وفجار کو نہ بلایا جائے۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”صرف مومن آدمی کی صحبت اختیار کر اور تیرا کھانا بھی کوئی متقی ہی کھائے۔“ [1]

مہمانوں کی حیثیت سے اگر مثالی خاتون یا خاندان کسی کے گھر میں بطور مہمان جائیں تو ان کے لیے بھی مناسب ہے کہ اپنی آمد کی اطلاع میزبانوں تک پہنچا دیں یا اگر کسی نے دعوت پر بلایا ہے تو گھر کے صرف وہ لوگ جائیں جن کو بلایا گیا ہے، وقت مقررہ پر جانا چاہیے نہ پہلے جانا اچھا ہے اور نہ کھانا کھانے کے بعد زیادہ دیر بیٹھنا اچھا ہے، کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا زیادہ بہتر ہے، جب تک میزبان کھانے کی اجازت نہ دے تب تک کھانا شروع نہ کیا

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الادب، باب من یومر ان یجالس: ٤٨٣٢؛ جامع الترمذی: ٢٣٩٥؛ صحیحه ابن حبان: ٢٠٤٩، ٢٠٥٠۔

جائے، کھانا بسم اللہ پڑھ کر دائیں ہاتھ سے، اپنی پلیٹ میں سامنے کی طرف سے کھانا چاہیے، کھانے پر کسی بھی قسم کا عیب لگانا جائز نہیں، اگر کوئی دعوت دے تو اس کو قبول کرنا چاہیے اِلّا یہ کہ کوئی معقول عذر ہو، امراء دعوت دیں یا غربا سب کا یکساں احترام کیا جائے اور دعوت کو قبول کر لیا جائے اسی طرح قریب اور دور کے رشتہ دار کی تفریق بھی نہ کی جائے، اسلام کا یہ ضابطہ یاد رکھا جائے کہ جس کی دعوت پہلے پہنچے اس کو اولیت دی جائے، میزبان کے گھر تواضع وانکساری کا دامن نہ چھوڑا جائے اور میزبان جہاں بٹھائے وہیں بیٹھنا چاہیے۔ آپ اگر بحیثیت مہمان گئے ہیں تو ایک دن سے تین دن میزبانوں کے لیے مختص کریں شاید زیادہ رہنے سے وہ تکلیف محسوس کریں۔ ویسے بھی اسلام نے میزبانوں کو محدود بستروں کے رکھنے کا حکم دیا ہے۔ کھانا کھانے اور دودھ اور پانی پینے یا روزہ افطار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور میزبانوں کے لیے دعا ضرور کی جائے۔ ہاں، ایسے مواقع پر دونوں (میاں، بیوی کے) خاندانوں کے بزرگ اور عمر رسیدہ لوگوں کے علاوہ کسی قوم کا کوئی معزز ومحترم شخص دعوت میں شریک ہو تو اسلامی تعلیمات کے اندر رہتے ہوئے ان کا خصوصی اکرام بھی مطلوب ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اِذَا اَتَاكُمْ كَرِيْمُ قَوْمٍ فَاَكْرِمُوْهُ)) ''جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تو اس کی عزت کرو۔'' [1]

پس یہ سارے احکامات وآداب سب کے لیے ہیں اور یکساں طور پر ان کا خیال رکھنا سب کا فرض ہے۔ لیکن یہاں چونکہ ایک مثالی خاتون مخاطب ہے اس لیے اس کو خصوصی طور پر ان سطور میں پیغام پہنچانا ضروری ہے بعض اوقات، مہمانوں کے چلے جانے کے بعد اور دعوتوں سے فراغت کے بعد گھر میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر بڑے بڑے مسائل اٹھ کھڑے ہوتے ہیں جن کو کنٹرول کرنا خاصا مشکل ہو جاتا ہے۔ مثلاً خاوند کے مزاج کے مطابق بیوی نے ان کے والدین، بہن اور بھائیوں یا قریبی رشتے داروں کی دیکھ بھال یا خاطر تواضع ان کی منشا کے مطابق نہیں کی، یا بیڈ شیٹیں، پردے اور صفائی کا خیال نہیں رکھا یا جاتے وقت ان کو

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الادب، ٣٧١٢؛ سنن بيهقى: ١٦٨/٨؛ الحاكم: ٢٩٢/٤۔

تحفے تحائف کا معقول انتظام نہیں کیا وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح یہ مسائل بعض اوقات سر اٹھاتے ہیں کہ اچھا بیوی کے والدین آئے تھے یا بہن بھائی وغیرہ تو ان کے ساتھ تو یہ سلوک کیا گیا لیکن میرے والدین، بہن بھائی اعزہ واقربا کے ساتھ یہ سلوک روا رکھا گیا وغیرہ وغیرہ۔ اس لیے ایک مثالی خاتون کو یہ اور ان جیسی دیگر باتوں کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیے تاکہ فتنہ وفساد کا کوئی دروازہ نہ کھلنے پائے۔

⑨ حسنِ خلق مثالی عورت کا زیور ہے

ابھی جن آٹھ مثالی کاموں کا آپ نے مطالعہ کیا ہے ان کا اگر التزام کرلیا جائے تب بھی کسی کو مثالی نہیں کہا جاسکتا جب تک کہ وہ حسنِ اخلاق سے متصف نہ ہو۔ عادات وخصائل، انسانی نفس میں ایک راسخ کیفیت کا نام ہیں، جس سے اختیاری طور پر اچھے یا برے کام سرزد ہوتے رہتے ہیں اور طبعی طور پر اس میں اچھی اور بری تعلیم وتربیت کا اثر ہوتا ہے۔ اگر اس میں حق، نیکی، خیر، اور خوبی کو ترجیح دینا اور اپنا حسن اخلاق شامل کردیا جائے اور یہ کام مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بچی کی طبیعت بن جائیں تو اچھے کام آسانی اور بغیر کسی تکلف ومشقت کے ہوجاتے ہیں۔ یہی افعالِ حسنہ جو بلاتکلف ومشقت عمل میں آتے ہیں، "اخلاقِ حسنہ" کہلاتے ہیں۔ جیسا کہ (1) صبر وتحمل (2) توکل علی اللہ (3) خود اعتمادی (4) ایثار وقربانی (5) نیکی وبھلائی (6) عدل وانصاف (7) رحمت وشفقت (8) حیا وشرم (9) احسان (10) صدق وصفا (11) جود وکرم (12) عجز وانکساری، جیسی صفاتِ عالیہ ہیں جنہیں اخلاقِ فاضلہ اور کمالاتِ نفسانیہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح اگر ان عادات کی مناسب تعلیم وتربیت کا اہتمام نہ کیا جائے اور اس میں پوشیدہ بھلائی کے عناصر کو برانگیختہ نہ کیا جائے، یا اس کی تربیت بری ہوجائے اور اسے قبیح چیز محبوب اور خوبصورت چیز ناپسند محسوس ہونے لگے اور پھر گھٹیا اور ناقص اقوال وافعال بلاتکلف اور بغیر مشقت کے اس سے صادر ہونے لگیں تو یہ بری عادات کہلاتی ہیں اور یہ اقوال وافعال جو اس سے صادر ہوئے اخلاقِ سیئہ کہلاتے ہیں مثلاً (1) ظلم (2) تکبر (3) حسد (4) دھوکہ بازی (5) ریا، نمود ونمائش (6) خود پسندی اور غرور (7) سستی وکاہلی (8) خیانت وبددیانتی (9) جھوٹ وتہمت طرازی (10) لالچ

(11) سختی (12) فحاشی و عریانی۔

اسلام نے اچھی عادات اپنانے اور مسلمانوں میں ان کی تربیت اور تزکیۂ نفوس پر زور دیا ہے اور بندے کے ایمان واسلام میں اس کے ذاتی فضائل اور اخلاق حسنہ کو لازم ٹھہرایا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے حسنِ خلق کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے ارشاد ہے:

﴿ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝ ﴾ 1

''بیشک تم اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر ہو۔''

اور آپ ﷺ کو اچھے اخلاق و عادات کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝ ﴾ 2

''اور اے نبی ﷺ نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اس نیکی سے رفع کرو جو بہترین ہو۔ تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی ہوگی وہ جگری دوست بن گیا ہے''

یہاں چند احادیث حسنِ اخلاق کے بارے میں مطالعہ کیجیے، باقی رہیں اخلاقِ حسنہ، اور اخلاقِ سیئہ کی تفصیلات۔ ان کا ضمناً تذکرہ کر دیا ہے، ان صفاتِ حسنہ وسیئہ کی تفصیلات کے لیے اس موضوع پر کسی مستقل کتاب کا مطالعہ کریں، ہم صرف ایک صفتِ جمیلہ ''صبر و تحمل'' کا اس کتاب کے آخر میں تذکرہ کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

اخلاقِ حسنہ، حدیث کی روشنی میں

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے، نرمی کرنے کو محبوب جانتا ہے اور نرمی کرنے میں جو عطیہ دیتا ہے، وہ سختی پر نہیں دیتا بلکہ اس کے علاوہ پر بھی نہیں دیتا۔'' 3

اور صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

---

1 ٦٨/القلم: ٤۔ 2 ٤١/حم السجدہ: ٣٤۔

3 صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والادب فضل الرفق: ٦٦٠٤۔

''نرمی اختیار کر! خود کو سختی اور فحش باتوں سے دور رکھ بلاشبہ نرمی جس میں بھی ہوتی ہے اس کو زینت عطا کرتی ہے اور نرمی جس سے بھی نکل جاتی ہے اس کو معیوب بنا دیتی ہے۔'' ❶

اور سیدنا جریر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص نرمی سے محروم ہو گیا وہ ہر قسم کی بھلائی سے محروم ہو گیا۔'' ❷

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ تم میں سے مجھے زیادہ محبوب وہ ہیں جن کے تم میں سے اخلاق اچھے ہیں۔'' ❸

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے بہتر (لوگ) وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔'' ❹

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص نرمی کا حصہ عطا کیا گیا وہ دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں کا حصہ دیا گیا اور جو شخص نرمی سے محروم کیا گیا وہ دنیا اور آخرت کی بھلائیوں سے محروم کیا گیا۔'' ❺

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حیا ایمان میں سے ہے اور ایمان جنت میں لے جائے گا اور فحش باتیں بد خلقی ہیں اور بد خلقی دوزخ میں لے جائے گی۔'' ❻

اور مزینہ قبیلہ کے ایک شخص کا بیان ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! انسان کو جو کچھ عطا کیا گیا ہے اس میں سب سے بہتر چیز کون سی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا خلق۔'' ❼

اور سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ

---

❶ صحیح مسلم: ٦٦٠٣۔ ❷ صحیح مسلم: ٦٥٩٩؛ سنن ابی داود: ٤٨٠٩؛ سنن ابن ماجه: ٣٦٨٧۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ٣٧٥٩ مزید دیکھیے: ٣٥٥٩۔ ❹ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ٣٥٥٩؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشمائله: ٦٠٣٣۔

❺ شرح السنه بحواله مشکوٰة: ٥٠٧٥۔

❻ مسند احمد وجامع الترمذی، بحواله مشکوٰة: ٥٠٧٦۔

❼ سنن بیهقی فی شعب الایمان: بحواله مشکوٰة: ٥٠٧٧۔

زیادہ وزنی عمل (جسے) قیامت کے دن مومن (شخص) کے ترازو میں رکھا جائے گا (وہ) اچھا خلق ہے اور بلاشبہ اللہ پاک اس شخص کو برا جانتا ہے جو فحش کلام (اور) اول فول بکتا ہے۔'' ❶

اور سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تو جہاں بھی ہو اللہ سے ڈر اور اگر برا کام ہو جائے تو اس کے بعد اچھا عمل کر۔ اچھا عمل برے عمل کو ختم کر دے گا اور لوگوں کے ساتھ اچھے خلق کے ساتھ معاملہ کر۔'' ❷

اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے: ((اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَأَحْسِنْ خُلُقِيْ)) ''اے اللہ تو نے میری پیدائش کو بہتر بنایا پس میرے اخلاق کو بہتر بنا۔'' ❸

اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ پاک جب کسی خاندان کو نرمی عطا کرتا ہے تو انہیں فائدہ پہنچاتا ہے اور جب اسے نرمی سے محروم کرتا ہے تو اسے نقصان پہنچاتا ہے۔'' ❹

اور سیدنا حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کون لوگ جنتی ہیں؟ وہ لوگ جو ضعیف ہیں، عاجزی کرنے والے ہیں، اگر وہ اللہ کی قسم اٹھا (کر کوئی بات کہہ) دیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرماتے ہیں۔ میں تمہیں نہ بتاؤں کہ دوزخی کون ہیں؟ وہ لوگ جو جھگڑالو، بداخلاق، بخیل اور متکبر ہیں۔'' ❺

اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''بلاشبہ مومن اپنے حسنِ اخلاق (عمدہ عادات) کی بنا پر روزہ دار، شب زندہ دار کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔'' ❻

---

❶ سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق: ٤٨٠١؛ مسند ابی یعلی: ١٤٧٦ وفی المصنف: ٨/ ٣٢٨؛ الحاکم: ١/ ٦٠، ٦١۔

❷ مسند احمد، جامع الترمذی وسنن دارمی بحواله مشکوٰة: ٥٠٨٣۔

❸ مسند احمد: بحواله مشکوٰة: ٥٠٩٩۔ ❹ شرح السنة بحواله مشکوٰة: ٥٠٧٥۔

❺ صحیح مسلم، کتاب صفة جهنم واهلها، باب اهل الجنة واهل النار: ٧١٨٧۔

❻ سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق، ٤٧٩٨؛ مسند احمد: ٦/ ١٣٢ وصححه ابن حبان: ١٩٢٧؛ الحاکم: ١/ ٦٠۔

اورسیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میزان میں حسنِ خلق سے بڑھ کر اور کوئی چیز بھاری نہیں ہوگی۔'' ❶

اورسیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں ذمہ دار ہوں ایک محل کا جنت کی ایک جانب میں، اس شخص کے لیے جو جھگڑا چھوڑ دے اگرچہ حق پر ہو۔ اور ایک محل کا، جنت کے درمیان میں، اس شخص کے لیے جو جھوٹ چھوڑ دے اگرچہ مزاح ہی میں ہو، اور جنت کی اعلیٰ منازل میں ایک محل کا اس شخص کے لیے جو اپنے اخلاق کو عمدہ بنالے۔'' ❷

اورسیدنا حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ترش رو بدمزاج جنت میں داخل نہیں ہوگا اور نہ تکبر سے چلنے والا۔'' اور جواظ کا مفہوم یہ ہے، سخت مزاج، بدخلق۔'' ❸

اورسیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل رفیق اور نرمی سے موصوف ہے، اسے نرمی اور نرم خوئی پسند ہے، وہ اس پر وہ کچھ عنایت فرماتا ہے جو درشتی اور کرختگی پر نہیں دیتا۔'' ❹

اورجناب مقدام بن شریح رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جنگل میں جانا کیسا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ٹیلوں کی طرف نکل جایا کرتے تھے۔ آپ نے ایک بار ارادہ کیا کہ جنگل میں جائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹنی بھیجی جس پر ابھی سواری نہیں ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ نرمی اختیار کرو، بلاشبہ نرمی جس چیز میں بھی ہو وہ اسے مزین اور خوبصورت بنادیتی ہے اور جس چیز سے نکال لی جائے اسے

❶ سنن ابی داود: ٤٧٩٩، جامع الترمذی، باب ما جاء فی حسن الخلق: ٢٠٠٣، صحیحه ابن حبان: ١٩٢١۔ ❷ سنن ابی داود: ٤٨٠٠؛ سنن بیہقی: ٢٤٩/١٠۔
❸ سنن ابی داود: ٤٨٠١، مسند ابی یعلیٰ: ١٤٧٦؛ المصنف: ٣٢٨/٨؛ الحاکم: ٦٠/١، ٦١۔ ❹ سنن ابی داود: ٤٨٠٧؛ البخاری فی الادب المفرد: ٤٧٢؛ صحیح مسلم: ٦٦٠١۔

بدصورت اور بھدا بنا دیتی ہے۔'' ابن صباح نے اپنی حدیث میں واضح کیا کہ (مُحَرَّمَةٌ) سے مراد ایسی اونٹنی ہے جس پر باقاعدہ سواری نہ ہوئی ہو۔'' [1]

اور سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نیکی تو اچھا اخلاق ہے، اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تجھے یہ ناگوار ہو کہ لوگ اس سے باخبر ہوں۔'' [2]

اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سے عمل، انسانوں کے زیادہ جنت میں جانے کا سبب بنیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کا ڈر اور حسنِ اخلاق۔ پھر پوچھا گیا، کون سی چیزیں انسانوں کے زیادہ جہنم میں جانے کا سبب ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''منہ اور شرمگاہ۔'' [3]

اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہیں۔ اور تم میں سے سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو تم میں اپنی عورتوں کے حق میں سب سے بہتر ہیں۔'' [4]

اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے روز مجھے سب سے زیادہ محبوب اور ہم نشین کے اعتبار سے میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو تم میں سے اخلاق میں سب سے زیادہ اچھا ہوگا۔ اور تم میں سے مجھے زیادہ ناپسند اور مجھ سے سب سے زیادہ دور قیامت کے روز وہ ہوں گے جو بہت باتونی، تصنع سے باتیں کرنے والے اور تکبر سے باچھیں کھول کھول کر گفتگو کرنے والے ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باتونی اور تصنع سے باتیں کرنے والے تو ہم جان گئے یہ

---

[1] سنن ابی داود: ٤٨٠٨، ٢٤٧٨؛ البخاری فی الادب المفرد: ٥٨٠ وفی مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ: ٨/ ٣٢٢، ٣٢٣۔ [2] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تفسیر البر والاثم: ٦٥١٦؛ جامع الترمذی: ٢٣٨٩۔

[3] جامع الترمذی، ابواب البر والصلة: ٢٠٠٤؛ صحیح ابن حبان (موارد): ١٩٢١۔

[4] جامع الترمذی، ابواب الرضاعة، باب فی حق المرأة علی زوجها: ١١٦٢؛ صححه ابن حبان (موارد): ١٩٢٦؛ الحاکم: ١/ ٣۔

(مُتَفَیْهِقُوْنَ) کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تکبر کرنے والے۔'' (اَلثَّرْثَارُ) باتوں اور تکلف سے گفتگو کرنے والا (مُتَشَدِّقٌ) اپنے آپ کو فصیح اور اعلیٰ گفتگو کا حامل ظاہر کرنے کے لئے، گال پھلا کر لوگوں سے لمبی گفتگو کرنے والا۔ (مُتَفَیْهِقٌ) اس کی اصل فَهْقٌ ہے، جس کے معنی بھرنے کے ہیں۔ یہ وہ شخص ہے جو بات کرتے ہوئے منہ بھر لیتا اور چوڑا کر لیتا ہے اور دوسروں پر اپنی بڑائی اور برتری جتلانے کے لیے متکبرانہ انداز سے عجیب و غریب باتیں کرتا ہے۔ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسنِ خُلق کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ خندہ روئی، سخاوت سے کام لینا اور کسی کو تکلیف نہ پہنچانا ہے۔'' 1

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں ایسے لوگوں کی خبر نہ دوں جو جہنم کی آگ پر یا جہنم کی آگ ان پر حرام ہے؟ یہ ہر اس شخص پر حرام ہے جو لوگوں کے قریب رہنے والا، آسانی کرنے والا، نرمی کرنے والا اور نرم خو ہے۔'' 2

اور سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''کسی اچھے عمل کو معمولی نہ سمجھو اگرچہ اپنے بھائی سے کشادہ پیشانی سے ملاقات ہو۔'' 3

اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''ہر اچھا کام صدقہ ہے اور یہ بھی اچھے کام میں داخل ہے کہ آپ اپنے (مسلمان) بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کریں اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈالیں۔'' 4

اور سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا اپنے (مسلمان) بھائی کے ساتھ مسکرانا صدقہ ہے......۔'' 5

یہ احادیث اپنے مفہوم کے اعتبار سے واضح ہیں، اس لیے ہم نے ان کی توضیح و تشریح کو

---

1 جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی معالی الاخلاق: ۲۰۱۸۔

2 جامع الترمذی، ابواب صفة یوم القیامه، باب کان النبی ﷺ فی مهنة اهله: ۲۴۸۸؛ صحیحه ابن حبان (موارد): ۱۰۹۶، ۱۰۹۷۔

3 صحیح مسلم، کتاب الادب، باب اللقاء بوجه طلق: ۶۶۹۰، ۱۹۱۰، ۱۹۱۱۔

4 مسند احمد وجامع الترمذی: بحواله مشکوٰة: ۱۹۱۰۔

5 جامع الترمذی: بحواله مشکوٰة: ۱۹۱۱۔

ضروری نہیں سمجھا جن خواتین وحضرات کو مزید کچھ سمجھنے کی ضرورت ہو تو وہ شروحاتِ حدیث کی طرف رجوع کریں، امید ہے سخت سے سخت دل، بدگوئی میں بہت آگے نکل جانے والے لوگ بھی ان احادیث کا مطالعہ کریں گے تو ان کے دل نرم ہوں گے اور وہ یقیناً نرمی اختیار کریں گے اور اس آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ کر ہر ممکن اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کا عزم کریں گے۔ ان شاء اللہ

⑩ صبر وشکر اور اس کے معانی

انسانی زندگی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو قدم قدم پر خوشیاں بھی ہیں اور غم بھی، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کا حاصل یہ ہے کہ انسان خوشی کے وقت شکر بجالائے اور غم واندوہ کے وقت صبر وتحمل سے کام لے۔ یہ موضوع اپنی نوعیت کا منفرد موضوع ہے اس لیے ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے صبر وشکر کے معانی ومفہوم پر مزید غور کریں (صبر) کا لفظ قرآن وحدیث میں کثرت کے ساتھ آیا ہے، لغتِ عرب میں "اَلصَّبْرُ" کے معنی ہیں کسی کو تنگی کی حالت میں روک رکھنا چنانچہ "صَبَرْتُ الدَّابَّةَ" کے معنی ہوں گے کہ میں نے جانور کو چارہ کھلائے بغیر باندھ رکھا "صَبَرْتُ فُلَانًا" میں نے اسے زبردستی قسم کھلائی۔ لہٰذا "اَلصَّبْرُ" کے معنی ہوئے "عقل وشریعت دونوں یا ان میں سے کسی ایک کے تقاضے کے مطابق اپنے آپ کو روک رکھنا۔ پس صبر ایک عام لفظ ہے جس کے معنی مختلف مواقع کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ جس کو پانچ درجوں میں بیان کیا جا سکتا ہے (1) صابر: یعنی صبر کرنے والا یہ عام لفظ ہے (2) مُصْطَبِرٌ: وہ جو صبر کے حصول میں لگا ہوا اور اس میں مبتلا ہو (3) اور مُتَصَبِّرٌ: جو بقوت صبر سے کام لے اور اپنے آپ کو اس پر مجبور کرے اور (4) صُبُوْرٌ: جو بڑا صبر کرنے والا ہو کہ اس کا صبر دوسروں سے بڑھ کر ہو اور (5) صَبَّارٌ: وہ جو بلا کا صابر ہو۔ بڑا صبر کرنے والا۔ بڑا تحمل کرنے والا، بڑا قائم رہنے والا۔ صَبَّارٌ: اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ اس میں مجاہدہ یعنی بزور اپنے آپ کو صبر پر آمادہ اور مجبور کیا جا رہا ہو۔ صَبَّارٌ اور صَبُوْرٌ میں فرق یہ ہے کہ صبّار، مقدار اور کمیت کے اعتبار سے اور صبور، وصف اور کیفیت کے لحاظ سے ہے۔ پس یہ لفظ کسی مصیبت پر نفس کو کنٹرول کیا جا رہا ہو تو اس کے لیے صبر کے سوا کوئی اور نام نہیں ہوگا اور

''جَزَعٌ'' گھبراہٹ اس کی ضد ہوگا۔ اور اگر صبر کا لفظ جنگ کے موقع پر بولا جائے تو اس کے معنی شجاعت و بہادری کے ہوں گے اور ''جُبْنٌ'' (بزدلی) اس کی ضد ہوگا۔ اور اگر کسی حادثے کے موقع پر یہ لفظ استعمال ہوگا جس سے غم اور ملال دلوں پر چھایا ہوا ہو تو اس وقت کہا جائے گا ''رَحْبُ الصَّدْرِ'' (کشادہ دلی) یعنی کشادہ دلی سے اس حادثہ کو انگیز کیا۔ اور اس کی ضد ''ضَجَرٌ'' (تنگ دلی) کا لفظ ہوگا۔ اور اگر بات کو روکے رکھنے کے لیے یہ لفظ بولا جائے گا تو کِتمانٌ چھپانا سے موسوم ہوگا اور ''مَذَلٌ'' (تنگ دل ہو کر راز فاش کر دینا) اس کی ضد ہوگا۔ اللہ جل جلالہ نے ان سب باتوں کو ''صبر'' سے موسوم فرمایا ہے جس کا مختصر تذکرہ آگے آرہا ہے۔ اس تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ صبر کے معنی، صبر و تحمل، سہنا، برداشت کرنا، جمے رہنا، حق پر ڈٹ جانا، مضبوط اور قائم رہنا اور اپنے نفس کو اس طرح روکے رکھنا جس طرح عقل و شرع کا تقاضا ہے۔ اس حوالے سے قرآن مجید کی چند آیات کا مطالعہ فرمائیے۔

صبر قرآن کی روشنی میں

① ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾﴾ [1]

''نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے، اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے

[1] ۲/ البقرہ: ۱۷۷۔

اور زکوٰۃ دے۔ اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راست باز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔"

② ﴿الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ 1

"جن کا حال یہ ہے کہ اللہ کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں، جو مصیبت بھی ان پر آتی ہے اس پر صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اور جو کچھ رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں:۔"

③ ﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ 2

"بالیقین جو مرد اور جو عورتیں مسلم ہیں، مومن ہیں، مطیع فرمان ہیں، راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں، صدقہ دینے والے ہیں، روزہ رکھنے والے ہیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں، اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔"

④ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ 3

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر سے کام لو، باطل پرستوں کے مقابلہ میں پامردی دکھاؤ، حق کی خدمت کے لیے کمربستہ رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو، امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔۔۔"

1 ٢٢/ الحج: ٣٥۔ 2 ٣٣/الاحزاب: ٣٥۔ 3 ٣/آل عمران: ٢٠٠۔

⑤ ﴿ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَ اصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴾ ❶

''وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان ساری چیزوں کا جو آسمان وزمین کے درمیان ہیں، پس تم اس کی بندگی کرو اور اسی کی بندگی پر ثابت قدم رہو۔ کیا ہے کوئی ہستی تمہارے علم میں اس کی ہم پایہ۔''

⑥ ﴿ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴾ ❷

''باپ نے یہ داستان سن کر کہا'' دراصل تمہارے نفس نے تمہارے لیے ایک اور بڑی بات کو سہل بنا دیا ہے اچھا اس پر بھی صبر کروں گا اور بخوبی کروں گا کیا بعید کہ اللہ ان سب کو مجھ سے لا ملائے، وہ سب کچھ جانتا اور اس کے سب کام حکمت پر مبنی ہیں۔''

⑦ ﴿ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَ هُوَ مَكْظُوْمٌ ﴾ ❸

''اچھا اپنے رب کا فیصلہ صادر ہونے تک صبر کرو اور مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کی طرح نہ ہو، جب اس نے پکارا اس حال میں کہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔''

⑧ ﴿ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴾ ❹

''ہم اس سے پہلے موسیٰ کو بھی اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیج چکے ہیں۔ اسے بھی ہم نے حکم دیا تھا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لا اور انہیں تاریخ الٰہی کے سبق آموز واقعات سنا کر نصیحت کر۔ ان واقعات میں بڑی نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو صبر اور شکر کرنے والا ہو۔''

---

❶ ١٩/مریم: ٦٥۔ ❷ ١٢/یوسف: ٨٣۔
❸ ٦٨/القلم: ٤٨۔ ❹ ١٤/ابراهیم: ٥۔

⑨ ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴾ ❶

''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ کشتی سمندر میں اللہ کے فضل سے چلتی ہے تاکہ وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے؟ درحقیقت اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو صبر اور شکر کرنے والا ہو۔''

⑩ ﴿ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴾ ❷

''مگر انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب! ہمارے سفر کی مسافتیں لمبی کر دے۔ انہوں نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا۔ آخر کار ہم نے انہیں افسانہ بنا کر رکھ دیا اور انہیں بالکل تتر بتر کر ڈالا۔ یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو بڑا صابر وشاکر ہو۔''

⑪ ﴿ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴾ ❸

''اللہ جب چاہے ہوا کو ساکن کر دے اور یہ سمندر کی پیٹھ پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔ اس میں بڑی نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو کمال درجہ صبر وشکر کرنے والا ہو۔''

⑫ ﴿ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴾ ❹

''آج ان کے صبر کا میں نے یہ پھل دیا ہے کہ وہ کامیاب ہیں۔''

⑬ ﴿ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴾ ❺

''صبر اور نماز سے کام لو، بے شک نماز ایک سخت مشکل کام ہے مگر ان فرمانبردار بندوں کے لیے مشکل نہیں ہے۔''

---

❶ ۳۱/لقمان: ۳۱۔ ❷ ۳۴/سبا: ۱۹۔ ❸ ۴۲/الشوری: ۳۳۔
❹ ۲۳/المومنون: ۱۱۱۔ ❺ ۲/البقرہ: ۴۵۔

⑭ ﴿ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ ﴾ ❶

’’ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔ انہیں خوشخبری دے دو ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔‘‘

⑮ ﴿ وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝ ﴾ ❷

’’اے نبی ﷺ! صبر سے کام کیے جاؤ اور تمہارا یہ صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے ان لوگوں کی حرکات پر رنج نہ کرو اور نہ ان کی چال بازیوں پر دل تنگ ہو۔‘‘

⑯ ﴿ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ ﴾ ❸

’’بیٹا نماز قائم کر، نیکی کا حکم دے، بدی سے منع کر اور جو مصیبت بھی پڑے اس پر صبر کر۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔‘‘

⑰ ﴿ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَ لَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ ❹

’’جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور ہم ضرور صبر سے کام لینے والوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق دیں گے۔‘‘

---

❶ ۲/البقرہ:۱۵۵ تا ۱۵۷۔ ❷ ۱۶/ النحل:۱۲۷۔

❸ ۳۱/لقمان:۱۷۔ ❹ ۱۶/النحل:۹۶۔

⑱ ﴿قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝﴾ ❶

"(اے نبی ﷺ) کہو کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو اپنے رب سے ڈرو جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک رویہ اختیار کیا ہے ان کے لئے بھلائی ہے اور خدا کی زمین وسیع ہے۔ صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔"

⑲ ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ۝﴾ ❷

"ہم ضرور تم لوگوں کو آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ تمہارے حالات کی جانچ کریں اور دیکھ لیں کہ تم میں مجاہد اور ثابت قدم کون ہیں۔"

⑳ ﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ۚ﴾ ❸

"اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ صبر سے کام لو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

شکر اور اس کی اقسام

عربی لغت میں "اَلشُّكْرُ" کے معنی کسی نعمت کا تصور اور اس کے اظہار کے ہیں۔ اس لفظ کو "كَشْرٌ" سے مقلوب بھی مانا گیا ہے، جس کے معنی کشف یعنی کھولنے کے ہیں۔ شکر کی ضد کفر ہے۔ جس کے معنی نعمت کو بھلا دینے اور اسے چھپا رکھنے کے ہیں اور "دَابَّةٌ شَكُوْرٌ" اس چوپائے کو کہتے ہیں جو اپنے موٹاپے سے یہ ظاہر کر رہا ہو کہ اس کے مالک نے اس کی خوب پرورش اور حفاظت کی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ "عَيْنٌ شَكْرٰى" سے ماخوذ ہے جس کے

❶ ۳۹/الزمر:۱۰۔ ❷ ۴۷ محمد: ۳۱۔ ❸ ۸/الانفال:۴۶۔

معنی آنسوؤں سے بھرپور آنکھ کے ہیں، اس لحاظ سے شکر کے معنی ہوں گے انعام کرنے والے کے ذکر سے بھر جانا۔ شکر کی تین قسمیں ہیں (1) شکر قلبی، یعنی نعمتوں کا تصور کرنا (2) شکر لسانی، یعنی زبان سے انعام کرنے والے (منعم) کی تعریف کرنا (3) شکر بالجوارح، یعنی بقدر استحقاق نعمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس کا بدلہ (مکافات) دینے کی کوشش کرنا۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ شکر پانچ بنیادوں پر مبنی ہے اولاً (1) شکر کرنے والا اس کے سامنے بچھ، جھک جائے یعنی فرمانبردار ہو جائے جس کا شکر کرنا مطلوب ہے، (2) دوسرے اس سے محبت کرے، (3) تیسرے اس کی نعمت کا معترف ہو، (4) چوتھے اس نعمت کی بنا پر اس کی ثنا یعنی تعریف کرے، اور (5) پانچویں اس نعمت کو ایسی جگہ استعمال میں نہ لائے جہاں وہ ناپسند کرے۔ یہ پانچ باتیں شکر کی اساس ہیں، اگر ان میں سے ایک بھی معدوم ہوئی تو شکر کے فوائد میں سے ایک فائدہ ضائع ہو گیا۔ شکر سے متعلق بھی چند آیاتِ قرآنی ملاحظہ فرمائیے۔

شکر قرآن کی روشنی میں

① ﴿ اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا ؕ وَقَلِيۡلٌ مِّنۡ عِبَادِىَ الشَّكُوۡرُ ۝۱۳ ﴾ [1]

''اے آل داود! عمل کرو شکر کے طریقے پر میرے بندوں میں کم ہی شکر گزار ہیں۔''

② ﴿ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنۡ قَوۡلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِىۡۤ اَنۡ اَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ الَّتِىۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَىَّ وَعَلٰى وَالِدَىَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰٮهُ وَاَدۡخِلۡنِىۡ بِرَحۡمَتِكَ فِىۡ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيۡنَ ۝۱۹ ﴾ [2]

''تو وہ اس کی بات سے ہنستا ہوا مسکرایا اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کرتا رہوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے اور ایسا عمل صالح کروں جو تجھے پسند آئے اور اپنی رحمت سے مجھ کو اپنے صالح بندوں میں داخل کر۔''

③ ﴿ قَالَ الَّذِىۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡكِتٰبِ اَنَا اٰتِيۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ يَّرۡتَدَّ اِلَيۡكَ

[1] ۳۴/سبا:۱۳۔ [2] ۲۷/النمل:۱۹۔

طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۫ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾ ❶

''اس نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا، میں اسے تیرے پاس اس سے پہلے لے آتا ہوں کہ تیری آنکھ تیری طرف جھپکے۔ پس جب اس نے اسے اپنے پاس پڑا ہوا دیکھا تو اس نے کہا یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کافر نعمت بن جاتا ہوں، اور جو کوئی شکر کرتا ہے اس کا شکر اس کے اپنے ہی لیے مفید ہے ورنہ کوئی ناشکری کرے تو میرا رب بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ بزرگ ہے۔''

④ ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ړ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۵﴾ ❷

''ہم نے انسان کو تاکیدی حکم دیا وہ اپنے والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرے۔ اس کی ماں نے مشقت اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور مشقت اٹھا کر ہی اس کو جنا، اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس مہینے لگ گئے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری طاقت کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو اس نے کہا کہ اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائیں۔ اور ایسے نیک اعمال کروں جس سے تو راضی ہو اور میری اولاد کو بھی نیک بنا کر مجھے سکھ دے۔ میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور تابع فرمان بندوں میں سے ہوں۔''

⑤ ﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ ❸

❶ ۲۷/النمل: ۴۰۔ ❷ ۴۶/الاحقاف: ۱۵۔ ❸ ۲/البقرہ: ۱۸۵۔

’’اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار واعتراف کرو اور شکر گزار بنو۔‘‘

⑥ ﴿وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْــًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝﴾ [1]

’’اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اس نے تمہیں کان دیے، آنکھیں دیں، اور سوچنے کے لیے دل دیے، اس لیے کہ تم شکر گزار بنو۔‘‘

⑦ ﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝﴾ [2]

’’وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں سننے اور دیکھنے کی قوتیں دیں اور سوچنے کو دل دیے مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔‘‘

⑧ ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝﴾ [3]

’’ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی کہ اللہ کا شکر گزار ہو۔ جو کوئی شکر کرے اس کا شکر اس کے اپنے ہی لیے مفید ہے۔ جو کفر کرے تو حقیقت میں اللہ بے نیاز اور آپ سے آپ محمود ہے۔‘‘

⑨ ﴿رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝﴾ [4]

’’پروردگار یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں لہٰذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انہیں کھانے کو پھل دے شاید یہ شکر گزار بنیں۔‘‘

⑩ ﴿الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ۭ﴾ [5]

---

[1] ١٦/النحل:٧٨۔ [2] ٢٣/المومنين:٧٨۔ [3] ٣١/لقمان:١٢۔

[4] ١٤/ابراهيم:٣٧۔ [5] ٢/البقره:١٥٦۔

''جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔''

⑪ ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ ﴾ ❶

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم حقیقت میں اللہ ہی کی بندگی کرنیوالے ہو تو جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہیں بے تکلف کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔''

⑫ ﴿ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ ﴾ ❷

''پس اے لوگو! اللہ نے جو کچھ حلال اور پاک رزق تم کو بخشا ہے اسے کھاؤ اور اللہ کے احسان کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرنے والے ہو۔''

⑬ ﴿ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ ﴾ ❸

''تم اللہ کے سوا بتوں ہی کی تو عبادت کرتے ہو اور سراسر جھوٹ گھڑتے ہو۔ درحقیقت اللہ کے سوا جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ تمہیں کوئی رزق بھی دینے کا اختیار نہیں رکھتے، اللہ سے رزق مانگو اور اسی کی بندگی کرو اور اس کا شکر ادا کرو اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔''

⑭ ﴿ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ۝ ﴾ ❹

''کھاؤ اپنے رب کا رزق اور شکر بجالاؤ اس کا پاکیزہ شہر ہے اور بخشنے والا رب ہے۔''

❶ ۲/البقرہ:۱۷۲۔ ❷ ۱٦/النحل: ۱۱٤۔
❸ ۲۹/ العنکبوت:۱۷۔ ❹ ۳٤/سبا:۱۵۔

⑮ ﴿ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَ سَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ۝ ﴾ [1]

”محمد ﷺ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں، پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔ البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انہیں وہ اس کی جزا دے گا۔ کوئی ذی روح اللہ کے اذن کے بغیر نہیں مر سکتا۔ موت کا وقت تو لکھا ہوا ہے۔ جو شخص ثواب دنیا کے ارادہ سے کام کرے گا تو اس کو ہم دنیا ہی میں سے دیں گے اور جو ثواب آخرت کے ارادے سے کام کرے گا وہ آخرت کا ثواب پائے گا اور شکر کرنے والوں کو ہم انکی جزا ضرور دیں گے۔“

⑯ ﴿ وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝ ﴾ [2]

”دراصل ہم نے اس طرح ان لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمائش میں ڈالا ہے۔ تاکہ وہ انہیں دیکھ کر کہیں کیا یہ ہیں وہ لوگ جن پر ہمارے درمیان اللہ کا فضل و کرم ہوا ہے؟ ہاں کیا خدا اپنے شکر گزار بندوں کو ان سے زیادہ نہیں جانتا ہے؟“

⑰ ﴿ وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىِٕكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ ﴾ [3]

”اور جو آخرت کا خواہش مند ہو اور اس کے لیے سعی کرے جیسی کہ اس کے

[1] ۳/آلِ عمران: ١٤٤، ١٤٥۔ [2] ٦/الانعام: ٥٣۔ [3] ١٧/بنی اسرائیل: ١٩۔

لیے سعی کرنی چاہیے اور ہو وہ مومن تو ایسے شخص کی سعی مشکور ہوگی۔''

(18) ﴿إِنَّ هَٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا ﴿٢٢﴾﴾ ❶

''بلاشبہ یہ تمہارے لیے ہمیشہ کا بدلہ ہے اور تمہاری کوشش ہمیشہ قدر کی ہوئی ہے۔''

(19) ﴿نِّعْمَةً مِّنْ عِندِنَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَن شَكَرَ ﴿٣٥﴾﴾ ❷

''اپنی طرف سے انعام کرتے ہوئے یہ جزا دیتے ہیں ہم ہر اس شخص کو جو شکر گزار ہوتا ہے۔''

صبر و شکر حدیث کی روشنی میں

(1) ''ابو مالک، حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پاکیزگی نصف ایمان ہے (یعنی اجر وثواب میں آدھے ایمان کے برابر ہے) الحمد للہ کہنا میزان کو بھر دیتا ہے (یعنی بہت وزنی عمل ہے جس کے اجر وثواب سے میزان اعمال بھاری ہو جائے گی) اور سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنا، یہ آسمان و زمین کے درمیانی خلا کو بھر دیتا ہے اور نماز روشنی ہے۔ (جس سے اسے دنیا میں حق کی طرف رہنمائی ملتی ہے اور آخرت میں پل صراط سے گزرتے وقت بھی یہ روشنی مومن کے کام آئے گی) اور صدقہ دلیل ہے (اس بات پر کہ اس کا ادا کرنے والا مومن ہے) صبر روشنی ہے۔ قرآن تیرے لیے حجت (دلیل) ہے (اگر اس پر صحیح عمل کیا جائے بصورت دیگر) تیرے خلاف دلیل ہے۔ ہر ایک صبح اپنے کاموں میں نکلنے والا ہے اور وہ اپنے نفس کا سودا کرتا ہے۔ پس اسے (عذاب سے) آزاد کرنے والا ہے یا اس کو (اللہ کی رحمت سے محروم کر کے) ہلاک کرنے والا ہے۔'' ❸

(2) ''حضرت ابو سعید سعد بن سنان خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ طلب کیا تو آپ نے انہیں عطا کیا۔ انہوں نے پھر سوال کیا آپ نے پھر عطا کیا، حتیٰ کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا ختم ہو گیا۔ آپ نے جس وقت ہر چیز جو آپ

---

❶ ٧٦/ الدهر: ٢٢۔ ❷ ٥٤/ القمر: ٣٥۔

❸ صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب فضل الطهور: ٥٣٤؛ جامع الترمذي: ٣٥١٧۔

کے ہاتھ میں تھی خرچ کر دی تو ان سے فرمایا میرے پاس جو مال بھی ہوتا ہے میں تم سے ہرگز بچا کر نہیں رکھتا اور جو شخص سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ اسے (لوگوں سے) بے نیاز کر دیتا ہے جو صبر کا دامن پکڑتا ہے، اللہ اسے صبر کی توفیق دے دیتا ہے۔ اور کوئی شخص ایسا عطیہ نہیں دیا گیا، جو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع ہو۔'' [1]

③ ''حضرت ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہو، (اس پر اللہ کا) شکر کرتا ہے، تو (یہ شکر کرنا بھی) اس کے لیے بہتر ہے۔ (یعنی اس میں اجر ہے) اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، تو یہ (صبر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے) [2]

④ ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بیمار ہو گئے اور اضطراب اور بے چینی آپ پر چھا گئی تو (آپ کی صاحبزادی) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے نکلا، ہائے ابا جان کی تکلیف! آپ نے یہ سن کر فرمایا، ''تمہارے باپ پر آج کے بعد بے چینی نہیں ہوگی، جب آپ وفات پا گئے تو حضرت فاطمہ نے فرمایا، ہائے ابا جان، رب نے انہیں بلایا تو انہوں نے رب کی پکار پر لبیک کہا، ہائے ابا جان جنت الفردوس ان کا ٹھکانہ ہے۔ ہائے ابا جان! جبریل کو ہم آپ کی موت کی خبر دیں گے۔ جب آپ کو دفنایا گیا، تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (صحابہ رضی اللہ عنہم سے) پوچھا، کیا تمہارے نفسوں نے یہ گوارا کر لیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے جسد اطہر) پر مٹی ڈالو؟'' [3]

⑤ ''حضرت ابو زید، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ میرے بیٹے کا آخری وقت ہے آپ تشریف لائیے۔ آپ نے پیغام

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الاستعفاف عن المسئلة: ٦٤٦٩، ٦٤٧٠؛ صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل التعفف والصبر: ٢٤٢٤؛ سنن ابی داود: ١٦٤٤؛ جامع الترمذی: ٢٠٢٤؛ سنن نسائی: ٢٥٨٧۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب المومن امرۂ کله خیر: ٧٥٠٠۔

[3] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاته: ٤٤٦٢۔

بھیجا کہ وہ سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ لے وہ بھی اسی کا ہے اور جو دے وہ بھی اسی کا ہے۔ اس کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے، اس لئے انہیں چاہیے کہ صبر کریں اور اللہ سے ثواب کی امید رکھیں۔" صاحبزادی نے پھر پیغام بھیجا اور قسم دیتے ہوئے کہا آپ ضرور تشریف لائیں۔ چنانچہ آپ، سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور کچھ آدمیوں کے ہمراہ وہاں تشریف لے گئے۔ بچہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے اپنی گود میں بٹھالیا جب کہ اس کی جان بے چین اور مضطرب تھی۔ (اس کی یہ حالت دیکھ کر) آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، یہ جذبۂ شفقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل میں رکھا ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ جن بندوں کے دلوں میں چاہا اور اللہ تعالیٰ اپنے انہی بندوں پر رحم فرماتا ہے جو (دوسروں پر) مہربان ہوتے ہیں۔" 1

⑥ "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر پر بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا: "اللہ سے ڈر اور صبر کر۔" اس نے کہا مجھ سے دور ہو جا! تجھے وہ مصیبت نہیں پہنچی جو مجھے پہنچی ہے۔ اس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچانا۔ (اس لیے فرطِ غم میں اس نے نازیبا انداز اختیار کیا) بعد میں اس کو بتلایا گیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ چنانچہ (یہ سن کر) وہ آپ کے دروازے پر آئی اور وہاں دربانوں کو نہیں پایا (آ کر) اس نے کہا کہ میں نے آپ کو نہیں پہچانا آپ نے اس سے (پھر وعظ کرتے ہوئے) فرمایا صبر تو یہی ہے کہ صدمے کے آغاز میں کیا جائے۔ (بعد میں تو صبر آ ہی جاتا ہے)۔" مسلم کی ایک اور روایت ہے کہ وہ اپنے بچے (کی) قبر پر رو رہی تھی۔ 2

---

1 صحیح بخاری، کتاب الجنائز: باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت ببکاء اھلہ علیہ: ١٢٨٤؛ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت: ٢١٣٥؛ سنن ابی داود: ٣١٢٥؛ سنن نسائی: ١٨٦٧؛ ابن ماجہ: ١٥٨۔

2 صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور: ١٢٨٣؛ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الصبر علی المصیبۃ عند الصدمۃ الاولیٰ: ٢١٤٠؛ ابوداود: ٣١٢٤؛ ترمذی: ٩٨٨؛ نسائی: ١٨٦٨۔

⑦ ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا وہ مومن بندہ جس کی محبوب ترین چیز میں واپس لے لوں لیکن وہ اس پر ثواب کی نیت سے (صبر و رضا کا مظاہرہ کرے) اس کے لیے میرے پاس جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں ہے۔'' ❶

⑧ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں پوچھا تو آپ نے انہیں بتلایا کہ یہ عذاب تھا جس پر اللہ تعالیٰ چاہتا اسے نازل فرماتا۔ اب اللہ نے اس کو مومنوں کے لیے رحمت کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ پس جو بندہ طاعون (کی بیماری) میں مبتلا ہو جائے اور وہ اپنے (طاعون زدہ) شہر میں صبر کرتا ہوا ثوابِ آخرت کی نیت سے ٹھہرا رہے اسے یقین ہو کہ اسے وہی کچھ پہنچے گا جو اللہ نے اس کے لیے لکھ دیا ہے، تو ایسے شخص کے لیے شہید کی مثل اجر ہے۔'' ❷

⑨ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میں اپنے بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں کے ذریعے سے (آنکھوں سے محروم کر کے) آزماؤں پس وہ اس پر صبر کرے تو میں اس کے بدلے اسے جنت دوں گا۔'' ❸

⑩ حضرت عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں تجھے جنتی عورت نہ دکھلاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں ضرور دکھلایئے۔ انہوں نے فرمایا: یہ کالی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے۔ جس سے میں ننگی ہو جاتی ہوں۔ آپ میرے لیے اللہ سے دعا فرمائیں۔ (کہ اس بیماری سے نجات مل جائے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر چاہے تو اس بیماری پر صبر کر، اس کے بدلے تیرے لیے جنت ہے۔ اور اگر تو چاہے تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تجھے اس بیماری سے عافیت دے دے۔'' اس نے کہا: میں صبر ہی اختیار کرتی ہوں۔ تاہم (دورے کے وقت) میں ننگی ہو جاتی

---

❶ صحيح بخاری، کتاب الرقاق، باب العمل الذی يبتغى به وجه الله تعالى: ٦٤٢٤۔

❷ صحيح بخاری، كتاب الطب، باب اجر الصابر فی الطاعون: ٥٧٣٤۔

❸ صحيح بخاری، كتاب المرضى، باب فضل من ذهب بصره: ٥٦٥٣۔

ہوں۔ آپ اللہ سے یہ دعا فرما دیں کہ میں ننگی نہ ہوا کروں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے یہ دعا فرمائی۔" [1]

(11) "ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ گویا میں رسول اللہ ﷺ کو انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، جس کو اس کی قوم نے مار مار کر لہولہان کر دیا اور وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتا ہوا کہہ رہا ہے۔ یا اللہ! میری قوم کو ہدایت دے دے۔ اس لئے کہ وہ بے علم ہے۔" [2]

(12) حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "مسلمانوں کو جو بھی تکان، بیماری، فکر، غم اور تکلیف پہنچتی ہے۔ حتیٰ کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو اسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔" [3]

(13) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ کو بخار تھا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! بلاشبہ آپ کو شدید بخار ہوتا ہے آپ نے فرمایا: "ہاں مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تمہارے دو آدمیوں کو۔" میں نے کہا: آپ کے لیے اجر بھی دگنا ہے۔ آپ نے فرمایا: "ہاں! یہ ایسا ہی ہے۔ جو بھی مسلمان، اسے کوئی تکلیف پہنچے کانٹا لگے یا اس سے بڑی تکلیف آئے، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی برائیاں دور فرما دیتا ہے۔ اور اس کے گناہ اس طرح گرتے ہیں جیسے (پت جھڑ کے موسم میں) درخت سے اس کے پتے گرتے ہیں۔" [4]

(14) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس کے

---

[1] صحيح بخاری، کتاب المرضیٰ، باب فضل من يصرع من الريح: ٥٦٥٢؛ صحيح مسلم، کتاب البر والصلة، باب ثواب المومن فی مايصبه من مرض: ٦٥٧١۔

[2] صحيح بخاری، کتاب احاديث الانبياء باب: ٣٤٧٧؛ صحيح مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة احد: ٤٦٤٦؛ سنن ابن ماجه: ٤٠٢٥۔

[3] صحيح بخاری، کتاب المرضیٰ، باب ما جاء فی کفارة المرض: ٥٦٤١، ٥٦٤٢؛ صحيح مسلم، کتاب البر، باب ثواب المومن فيما يصيبة من مرض......: ٦٥٦٨؛ جامع الترمذی: ٩٦٦۔

[4] صحيح بخاری، باب شدة المرض: ٥٦٤٧؛ صحيح مسلم: ٦٥٥٩۔

ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو مصیبت سے دوچار کر دیتا ہے۔'' [1]

(15) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف کی وجہ سے جو اسے پہنچی ہو موت کی آرزو نہ کرے۔ اور اگر (اس کے بغیر) چارہ نہ ہو تو اس طرح دعا کرے، اے اللہ! تو مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو اور اس وقت مجھے فوت کر دے جب وفات میرے لیے بہتر ہو۔'' [2]

(16) حضرت ابو عبداللہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی جبکہ آپ خانہ کعبہ کے سائے میں ایک چادر کا تکیہ بنائے استراحت فرما تھے۔ ہم نے کہا، آپ ہمارے لئے اللہ سے دعا کیوں نہیں فرماتے، ہمارے لئے دعا کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: ''(تمہیں معلوم ہونا چاہیے) کہ تم سے پہلے لوگوں کا (یہ حال ہوتا تھا کہ) آدمی پکڑ کر لایا جاتا، اس کے لیے زمین میں گڑھا کھود کر اس میں اس کو کھڑا کر دیا جاتا، پھر اس کے سر پر آرہ چلا کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے، اور لوہے کی کنگھیاں اس کے جسم پر پھیری جاتیں، جس سے اس کا گوشت اور ہڈیاں تک متاثر ہوتیں۔ لیکن یہ (آزمائشیں) اسے اس کے دین سے نہ پھیرتیں۔ (اس لئے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے) اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس معاملے کو ضرور مکمل فرمائے گا (دین اسلام کو غالب کرے گا۔) یہاں تک کہ ایک سوار (مسافر) صنعاء سے حضر موت تک (اکیلا) سفر کرے گا لیکن اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر اور اسی طرح اسے بکریوں پر بھیڑیے کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا۔ لیکن تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔'' [3]

(17) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حنین کا دن تھا (یعنی جنگ حنین کا واقعہ ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت کی تقسیم میں کچھ لوگوں کو (تالیف قلب کے طور پر) ترجیح دی (یعنی انہیں دوسرے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ یا اچھا مال عطا کیا) پس آپ

---

[1] صحیح بخاری: ٥٦٤٥۔ [2] صحیح بخاری، باب تمنی المریض الموت: ٥٦٧١؛ صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب کراھة تمنی الموت لضر نزل بہ: ٦٨١٤؛ جامع الترمذی: ٩٧١؛ سنن نسائی: ١٨٢٠۔

[3] صحیح بخاری، کتاب علامات النبوة، باب علامات النبوة فی الاسلام: ٣٦١٢۔

نے اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیئے اور عیینہ بن حصن کو بھی اسکے مثل دیئے۔ اور بعض اشراف عرب کو آپ نے عطیے دیئے اور انہیں بھی اس روز تقسیم میں ترجیح دی۔ ایک شخص نے یہ دیکھ کر) کہا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل کے تقاضے پورے نہیں کئے گئے اور اللہ کی رضامندی اس میں پیش نظر نہیں رکھی گئی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور ان سے آگاہ کروں گا چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس شخص نے جو کچھ کہا تھا، عرض کیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا حتیٰ کہ وہ ایسے ہو گیا جیسے سرخ رنگ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''پھر کون انصاف کرے گا جب اللہ اور اس کا رسول انصاف نہیں کرے گا؟'' پھر مزید فرمایا: ''اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں اس سے بھی زیادہ ایذائیں پہنچائی گئیں۔ لیکن انہوں نے صبر کیا۔'' پس میں نے کہا: یقیناً میں آئندہ آپ تک کوئی بات نہیں پہنچاؤں گا۔ [1]

(18) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو (اسکے گناہوں کی سزا) جلد ہی دنیا میں دے دیتا ہے۔ (یعنی تکلیفوں اور آزمائشوں کے ذریعے سے اس کے گناہوں کی معافی کا سامان پیدا کر دیتا ہے) اور جب اپنے بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے اس کے گناہ کی سزا (دنیا میں) روک لیتا ہے، یہاں تک کہ قیامت والے دن اس کو پوری سزا دے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا بدلے میں بڑائی آزمائش میں بڑائی کے ساتھ ہے۔ (یعنی آزمائش جتنی عظیم ہوگی، بدلہ بھی اس قدر عظیم ہوگا) اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو پسند کرتا ہے تو ان کو آزمائش سے دو چار فرما دیتا ہے پس جو (اس سے) راضی ہوتا ہے، اس کے لئے، (اللہ کی) رضا ہے اور جو (اس کی وجہ سے اللہ سے) ناراض ہوتا ہے، اس کے لئے (اللہ کی) ناراضی ہے۔'' [2]

(19) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''طاقت ور وہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماکان النبی ﷺ یعطی المؤلفة قلوبھم: ۳۱۵۰؛ صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب اعطاء المؤلفة قلوبھم: ۲۴۴۷۔

[2] جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء: ۲۳۹۶۔

نہیں ہے جو پچھاڑ دے اصل طاقت ور (پہلوان) وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔" [1]

⑳ سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور دو آدمی ایک دوسرے کو گالی گلوچ دے رہے تھے۔ ان میں سے ایک کا چہرہ (مارے غصے کے) سرخ ہو گیا اور اسکی رگیں پھول گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اسے دیکھ کر) فرمایا: "میں ایک کلمہ جانتا ہوں اگر یہ شخص اسے پڑھ لے تو اس کا غصہ دور ہو جائے اگر یہ شخص کہے ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ)) (میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں) تو اس کا جوش وغضب دور ہو جائے گا۔" لوگوں نے اس سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شیطان مردود سے پناہ مانگو۔" [2]

㉑ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: "جو شخص غصے کو پی جائے، جب کہ وہ اسے نافذ کرنے پر قادر بھی ہو، اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اسے تمام مخلوقات کے سامنے بلائے گا اور اسے کہے گا کہ وہ جس حور عین کو چاہے اپنے لیے پسند کر لے۔" [3]

㉒ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی، مجھے وصیت فرمائیے، آپ نے فرمایا: "غصہ نہ کیا کرو اس نے کئی مرتبہ اپنی درخواست دہرائی۔ آپ نے ہر مرتبہ اسے یہی وصیت کی غصہ مت کیا کرو۔" [4]

㉓ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن مرد اور مومن عورت پر اس کی جان، اولاد، مال میں آزمائشیں آتی رہتی ہیں (جن سے ان کے صغیرہ

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الادب، باب الحذر من الغضب: ٦١١٤؛ صحيح مسلم، كتاب البر، باب فضل من يملك نفسه عند الغضب......: ٦٦٤٣۔

[2] صحيح بخاری، كتاب بدء الخلق باب صفة ابليس وجنوده: ٣٢٨٢؛ صحيح مسلم: ٦٦٤٦؛ سنن ابی داود: ٤٧٨١۔

[3] سنن ابی داود، كتاب الادب، باب من كظم غيضًا: ٤٧٧٧؛ جامع الترمذی، كتاب البر والصلة، باب فی كظم الغيظ: ٦١١٦۔

[4] صحيح بخاری، كتاب الادب: ٦١١٦۔

گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں اور کبیرہ گناہوں سے مومن ویسے ہی اجتناب کرتے ہیں) یہاں تک کہ جب وہ اللہ کو ملتے ہیں (ان کو موت آتی ہے) تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔'' [1]

(24) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عیینہ بن حصن آئے اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس ٹھہرے۔ یہ حر ان لوگوں میں سے تھے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا (جب کہ وہ خلیفہ تھے) قرب خاص حاصل تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہم نشین اور مشیر قراء (اہل علم) ہوتے تھے۔ چاہے وہ ادھیڑ عمر کے ہوں یا جوان۔ پس عیینہ نے اپنے برادر زاد (بھتیجے) سے کہا اے بھتیجے! تجھے اس خلیفہ کے ہاں خاص مرتبہ حاصل ہے۔ پس میرے لئے بھی اس سے ملاقات کی اجازت طلب کر۔ چنانچہ انہوں نے اجازت طلب کی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت مرحمت فرمادی۔ جب عیینہ اندر آئے تو حضرت عمر سے کہنے لگے اے ابن خطاب! اللہ کی قسم! تو ہمیں زیادہ عطیے دیتا ہے اور نہ ہمارے بارے میں عدل کے ساتھ فیصلے کرتا ہے۔ یہ (سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ غضب ناک ہو گئے حتیٰ کہ انہوں نے اسے مارنے کا ارادہ کیا۔ حر بن قیس نے ان سے کہا: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے کہا ہے کہ عفوو درگزر اختیار کریں، نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے اعراض کریں (الاعراف ۷:۱۹۹) اور یہ (میرا چچا بھی) جاہلوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم! جس وقت حر نے اس آیت کی تلاوت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اسے سن کر) ذرا آگے نہ بڑھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کی کتاب کے پاس ٹھہر جانے والے (یعنی اس کے حکم پر عمل پیرا) تھے۔ [2]

(25) ''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے بعد (ناروا) ترجیح دینے کا عمل ہوگا اور ایسے کام ہوں گے جنہیں تم برا سمجھو گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یارسول اللہ! (ان حالات میں) آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔؟ (یعنی ہم کیا کریں) آپ نے فرمایا: ''تم وہ حق ادا کرو جو تمہارے ذمے ہوں اور جو تمہارے حق

---

[1] جامع الترمذی، ابواب الزهد باب ماجاء في الصبر على البلاء: ۲۳۹۹؛ ابن حبان (موارد):٦٩٧؛ الحاكم: ٤/ ٣١٤، ٣١٥۔

[2] صحيح بخاری، كتاب التفسير، سورة الاعراف: ٥٦٤٢۔

(دوسروں کے ذمہ ہوں) ان کا سوال اللہ سے کرو۔'' [1]

(26) حضرت ابو یحییٰ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت کہ ایک انصاری آدمی نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے عامل نہیں بناتے (کسی سرکاری کام پر مقرر نہیں فرماتے) جس طرح فلاں شخص کو آپ نے عامل بنایا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''بلاشبہ تم میرے بعد اس صورتحال سے دوچار ہوگے کہ دوسروں کو ترجیح دی جائے گی پس تم صبر کرنا، یہاں تک کہ مجھے (قیامت والے دن) حوض پر ملو۔'' [2]

(27) ابو ابراہیم حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض ان ایام میں جن میں آپ کا مقابلہ دشمن سے ہوا، انتظار فرمایا (یعنی لڑائی کو مؤخر فرمایا) یہاں تک کہ جب سورج ڈھل گیا تو آپ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''لوگو! دشمن سے ملاقات (لڑائی) کی آرزو مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت (سلامتی) مانگو۔ لیکن جب موقع آجائے کہ تمہاری دشمن سے مڈبھیڑ ہوجائے تو ثابت قدمی سے لڑو! یہ بات جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: ''اے کتاب (قرآن مجید) کے اتارنے والے، بادلوں کو چلانے والے (دشمن کے) لشکروں کو شکست دینے والے! ان کو شکست فاش سے دوچار فرما اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔'' [3]

(28) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص ایسے انسان کی جانب دیکھے، جسے اس پر مال اور شکل وصورت کے لحاظ سے برتری حاصل ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ایسے شخص کی طرف دیکھے جو اس سے کم تر ہے۔ (بخاری ومسلم) اور مسلم کی روایت میں ہے: ''اپنے سے کم تر کی طرف دیکھو اور اپنے سے برتر کی طرف نہ دیکھو (یہ انداز) اس لائق ہوگا کہ تم اللہ کی ان نعمتوں کو حقیر نہ سمجھوگے جو

---

[1] صحیح بخاری: ۳۶۰۳؛ صحیح مسلم، کتاب الامارہ: ٤۷۷٥؛ جامع الترمذی: ۲۱۹۰۔ [2] صحیح بخاری کتاب الفتن: ۷۰٥۷؛ صحیح مسلم: ٤۷۷۹۔

[3] صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب الجنة تحت بارقة السيف: ۷٤۸۹، ٦۳۹۲، ٤۱۱٥، ۲۹۳۳؛ صحیح مسلم، کتاب الجهاد: ٤٥٤۳؛ سنن ابی داود: ۲٦۳۱؛ جامع الترمذی: ۱٦۷۸؛ سنن ابن ماجه: ۲۷۹٦۔

تم پر ہیں۔'' ❶

㉙ حضرت عبدالرحمن حُبُلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا جبکہ ان سے ایک شخص نے کہا کہ کیا ہم فقیر مہاجر نہیں ہیں؟ عبداللہ نے اس سے پوچھا تیری بیوی ہے، جس کے ساتھ تو رہتا ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ عبداللہ نے پوچھا کہ تیرے پاس رہائش کے لیے گھر ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ عبداللہ نے کہا کیا تو مالدار ہے؟ اس نے بتایا میرا ایک خادم بھی ہے۔ انہوں نے کہا تو بادشاہوں میں سے ہے۔ عبدالرحمن نے بیان کیا تین شخص عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس آئے جبکہ میں بھی وہاں موجود تھا۔ انہوں نے کہا اے ابومحمد! اللہ کی قسم! ہمیں کسی چیز پر قدرت حاصل نہیں ہے۔ نہ خرچ ہے، نہ چار پائے اور نہ ہی سامان، انہوں نے ان سے دریافت کیا۔ تم کیا چاہتے ہو؟ اگر تم کچھ چاہتے ہو تو ہمارے پاس آنا، ہم تمہیں (اس قدر مال) عطا کریں گے جس سے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی کردے گا۔ اور اگر تم پسند کرو گے تو ہم تمہارا معاملہ (بیت المال) کے رئیس کے سپرد کردیں گے۔ اور تم اسی حالت پر صبر کرتے ہو (تو ٹھیک ہے) بلاشبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''بلاشبہ فقیر مہاجرین قیامت کے دن مالدار لوگوں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ انہوں نے کہا بس ہم صبر کرتے ہیں۔ ہم (اس کے بعد) کسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گے۔'' ❷

㉚ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے گھر میں داخل ہوا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کے گھر والے بھوکے ہیں تو وہ جنگل کی طرف چل دیا (تاکہ وہ تضرع وآہ زاری کے ساتھ سوال کرے) جب اس کی بیوی نے (خاوند کے ہاتھ کو خالی) دیکھا تو وہ کھڑی ہوئی۔ اس نے چکی پر اس کے اوپر کے حصہ کو رکھا اور تندور میں آگ جلائی پھر اس نے دعا کی۔ اے اللہ! ہمیں رزق عطا کر۔ چنانچہ عورت نے دیکھا ''صحنک'' (آٹے سے) بھری ہوئی ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ عورت تندور کی جانب گئی تو اس نے دیکھا کہ

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الرقاق: ۲٤۹۰؛ صحیح مسلم، کتاب الرقاق: ۷٤۲۸، ۷٤۳۰۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب الزھد: ۷٤٦۳۔

تندور (روٹیوں سے) بھرا ہوا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (جب) اس عورت کا خاوند واپس آیا تو اس نے دریافت کیا میرے بعد تم نے کسی چیز کو پایا ہے؟ اس کی بیوی نے جواب دیا ہاں! اپنے پروردگار کی جانب سے پایا ہے۔ وہ شخص (تعجب کے ساتھ) چکی کی جانب کھڑا ہوا (اسے اٹھایا تاکہ حقیقت جان سکے) اس نے یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ سنایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر وہ اسے نہ اٹھاتا تو قیامت کے دن تک چکی چلتی رہتی۔'' [1]

''صبر و شکر'' کے بارے میں آپ نے چند قرآنی آیات اور احادیث کا مطالعہ کیا، صبر و شکر کو عورتوں کا زیور قرار دینے کا مطلب قطعاً یہ نہیں ہے کہ مرد صبر و شکر کا دامن اگر چھوڑ دیں تو کوئی حرج نہیں، جس طرح عورتوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ صبر و شکر کا دامن مضبوطی سے تھام لیں اس سے بڑھ کر مردوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مجسم صبر و شکر بن کر رہیں۔ غور کیجیے کہ ہم پر شکر کیوں لازم ہے اور صبر کیوں ضروری ہے؟ شکر اس لیے ضروری ہے کہ تخلیق کائنات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے، یعنی اس کو وہ اعلیٰ درجے کا جسم عطا کیا ہے جو کسی جاندار مخلوق کو نہیں دیا گیا اور اسے فکر و فہم اور علم و عقل کی وہ بلند پایہ قابلیتیں بخشی گئی ہیں جو کسی دوسری مخلوق کو نہیں بخشی گئیں۔ اس لیے ارشاد فرمایا۔

﴿ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ ﴾ [2]

''جو چیز بھی اس نے بنائی خوب ہی بنائی۔ اس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی، پھر اس کی نسل ایک ایسے ست سے چلائی جو حقیر پانی کی طرح کا ہے، پھر اس کو نک سک سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی، اور تم کو کان دیے، آنکھیں دیں اور دل دیے۔ تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔''

یعنی کائنات کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے خوب ہی بنایا، لیکن انسان کی تخلیق کا آغاز مٹی سے کیا پھر نک سک سے پاک کیا ور اسکے اندر اپنی روح پھونکی۔ اور کان، آنکھیں اور دل

[1] مسند احمد بحوالہ مشکوۃ: ۵۳۱۱۔ [2] ۳۲/السجدہ۔۷ تا ۹۔

دیئے، یہ عظیم القدر، بلند پایہ اوصاف اس لیے عطا کیے کہ آنکھوں سے دیکھو تو چشم بصیرت سے دیکھو نہ کہ اندھے بن کر رہو۔ کان سے سنو تو گوش ہوش کے ساتھ نہ کہ بہرے بن کر رہ جاؤ اور دل سے حقائق کا ادراک کرو اور ان کو سمجھو اور صحیح راہ فکر و عمل اختیار کرو دوسرے الفاظ میں جانوروں کی سی زندگی بسر نہ کرو کہ اپنی ساری صلاحیتیں صرف اپنی حیوانیت کی پرورش کے وسائل فراہم کرنے میں صرف کر دو۔ بلکہ اس کا شکر ادا کرو کہ اس نے خوبصورت جسم عطا کیا، چہرہ، ابرو، آنکھیں، پلکیں، ناک، سونگھنے کی حس، کان، ہونٹ، داڑھیں، دانت، سر اور ان پر بال عطا کیے۔ بازو، ہاتھ پاؤں، انگلیاں، اور جوڑوں میں لچک کی قوت عطا فرمائی، دل و دماغ، گردے، پھیپھڑے، جگر مثانہ، اور انتڑیوں کا پورا نظام عطا کیا۔ بول و براز کے راستے اور بطن اور جسم سے فاسد مادوں کے اخراج کا نظام رکھا۔ پھر صحت جیسی عظیم نعمت سے نوازا۔ میاں بیوی کا جوڑا بنایا۔ بیٹے اور بیٹیاں عطا کیں۔ گھر اور گھریلو ضروریات پوری کیں۔ ملازمت، زراعت، زمینداره، کاروبار، دفتر، فیکٹریاں حسب حالات و ضروریات عنایت فرمائیں۔ کیا کچھ عطا نہیں فرمایا ذرا غور کیجئے کیا اللہ نے یہ اور دیگر کیا کیا انعامات عطا فرمائے۔ کیا ان انعامات و احسانات کا شکر ادا کرنا ہمارے لیے ضروری نہیں ہے؟ کیا خوب ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ﴾ تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔'' دراصل یہ ارشاد فرما کر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو شکر ادا کرنے اور کرتے رہنے کی طرف متوجہ فرمایا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ شکر گزار بندے کیسے ہوتے ہیں اور ساتھ ان کی اتباع کرنے کا حکم دیا۔ ارشاد ہے:

﴿إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٠﴾ شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٢١﴾ وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٢٢﴾ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٣﴾﴾ [1]

''واقعہ یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی ذات سے ایک پوری امت تھا، اللہ کا مطیع فرمان اور یک سو۔ وہ کبھی مشرک نہ تھا۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا تھا۔

[1] ١٦/النحل: ١٢٠۔١٢٣۔

اللہ نے اس کو منتخب کرلیا اور سیدھا راستہ دکھایا۔ دنیا میں اِس کو بھلائی دی اور آخرت میں وہ یقیناً صالحین میں ہوگا۔''

مشکلات و مصائب، حادثات، غم و الم کے مواقع پر صبر بھی اتنا ضروری ہے۔ جتنا خوشحالی وفروانی، مسرت وشادمانی اور راحت وکامرانی کے مواقع پر شکر ضروری ہے۔ اگر آپ قرآن کا مطالعہ کریں تو اللہ تعالیٰ نے صبر کا حکم دیا۔ انبیاء علیہم السلام کی یہی تعلیم تھی جیسا کہ سیدنا لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۚ﴾ [1]

''بیٹا نماز قائم کر، نیکی کا حکم دے، بدی سے منع کر اور جو مصیبت بھی پڑے اس پر صبر کر۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔''

اور جیسا کہ ایک اور جگہ پر سعادت مندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا جو انسان کو جنت میں پہنچا دیتے ہیں کہ:

1. وہ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں۔ اور پختہ وعدہ نہیں توڑتے۔
2. اور جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے جوڑتے ہیں۔
3. اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ ۴۔ اور برے حساب سے گھبراتے ہیں۔
5. ((وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ)) اور ان کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنے رب کی رضا کے لیے صبر کرتے ہیں۔
6. اور نماز قائم کرتے ہیں۔
7. اور اللہ کے دیے ہوئے رزق سے پوشیدہ اور ظاہر طور پر خرچ کرتے ہیں۔
8. اور برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں۔ انہی لوگوں کے لیے آخرت کا گھر ہے۔ یعنی ایسے باغ جوان کی ابدی قیام گاہ ہوں گے۔ وہ خود بھی ان میں داخل ہوں گے اور ان کے آباء واجداد اور ان کی بیویاں اور ان کی اولاد میں سے جو صالح ہیں وہ بھی ان کے ساتھ وہاں جائیں گے۔

---

[1] ۳۱/ لقمان: ۱۷۔

﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ [1]

ملائکہ ہر طرف سے ان کے استقبال کے لیے آئیں گے اور کہیں گے تم پر سلامتی ہے تم نے دنیا میں جس طرح صبر سے کام لیا اس کی بدولت تم اس کے مستحق ہو۔ یہ کیسا شاندار استقبال ہوگا۔ صبر سے کام لینے والے اہل ایمان کا کہ جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو ہر طرف سے فرشتے آ کر ان کا استقبال کر رہے ہوں گے۔ اور جنت میں داخل ہونے کے موقع پر مبارکباد دے رہے ہوں گے۔ اور سلام، سلام کی صدائیں ہر طرف سے گونج رہی ہوں گی۔

اس آیت کریمہ کے ضمن میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کی مخلوق میں سے سب سے پہلے جنت میں کون داخل ہوگا۔؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی مخلوق میں سب سے پہلے جنت میں وہ فقراء اور مہاجرین داخل ہوں گے جن کے ساتھ سرحدوں کی حفاظت کی جاتی ہے اور ناپسندیدہ امور سے بچا جاتا ہے۔ اور ان میں سے کوئی فوت ہوتا ہے تو اس کی حاجت اور ضرورت اس کے سینے میں رہ جاتی ہے۔ اور اسے پورا کرنے کی استطاعت ہی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: ان کے پاس جاؤ اور انہیں سلام کہو تو فرشتے کہتے ہیں کہ ہم تیرے آسمان کے رہنے والے ہیں اور تیری مخلوق میں سے چنے ہوئے ہیں لیکن تیرا حکم ہے ہم ان کے پاس جائیں اور انہیں سلام کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہاں، اس لیے کہ یہ ایسے بندے تھے جو میری عبادت کرتے تھے، اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے تھے۔ ان کے ساتھ سرحدوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اور ناپسندیدہ امور سے بچا جاتا ہے۔ ان سے جب کوئی فوت ہوتا تو اس کی حاجت اور ضرورت اس کے سینے میں رہ جاتی ہے۔ اور اسے پورا کرنے کی استطاعت ہی نہیں ہوتی۔ اس فرمان باری تعالیٰ کو سننے کے بعد فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے آتے اور کہتے ''تم پر سلامتی ہو، اس لیے کہ تم نے صبر کیا، لہٰذا آخرت کا گھر بہت خوب ہے۔''

---

[1] ۱۳/الرعد: ۲۴۔

پس غور طلب بات یہ ہے کہ کونسی چیز حقیقتاً ہماری ہے، ہر چیز اللہ کی عطا کردہ ہے، جب جسم وجان کا مالک وہ ہے تو مالک حقیقی جب کسی کو واپس بلالے تو کون ہے جو اسے پوچھے کہ میرے بیٹے، بیٹی، خاندان، عزیز واقارب میں سے فلاں فلاں کو موت کیوں دی، جب پوچھ نہیں سکتے تو صبر ناگزیر ہے۔ اس کے مقابلے میں آنکھ، کان، پاؤں، دل ودماغ اور دیگر اعضا کی کیا حیثیت ہے اگر وہ لے لے تو، اس طرح مال ومتاع، گھر اور کاروبار وغیرہ اجڑ جائے تو شکوہ کس سے اس لیے صبر مومن کے لیے ناگزیر اور ازحد ضروری ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۟ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ ﴾ [1]

''آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے۔ اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو۔ کامیاب دراصل وہ ہے جو آتش دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کردیا جائے۔ رہی یہ دنیا تو یہ محض ظاہر فریب چیز ہے۔ مسلمانو! تمہیں مال اور جان دونوں کی آزمائشیں پیش آکر رہیں گی۔ اور تم اہل کتاب اور مشرکین سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے۔ اگر ان سب حالات میں تم صبر اور خدا ترسی کی روش پر قائم رہو تو یہ بڑے حوصلے کا کام ہے۔''

صبر وشکر ایک وسیع اور ہمہ گیر موضوع ہے، یہاں خصوصیت سے میری بیٹیاں اور بہنیں مخاطب ہیں۔ اس لیے اس دائرے میں رہ کر جو پیغام دینا مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نئے اور پرانے جوڑوں، خاندانوں، کنبوں اور قبیلوں سب کو خوش وخرم شادو آباد اور اپنی حفظ وامان میں رکھے اور کبھی آزمائش وآلام کے گرداب میں نہ پھنسائے، خدانخواستہ اگر کوئی فطری آزمائشوں (موت، فوت، بیماریوں وغیرہ) کے علاوہ کوئی اور ازدواجی، خاندانی یا قبائلی

[1] ۳/آل عمران: ۱۸۵۔۱۸۶۔

لڑائیوں، جائیدادوں، وراثتوں وغیرہ کے جھگڑوں کو جنم پانے کا موقع ملا ہے تو اس کے اسباب کیا ہیں اور ان کو کیسے کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ایک عورت کا اپنے خاوند سے نزاع چل رہا ہے۔ اس کا سبب کیا ہے۔ کیا زبان درازی اس کا سبب تو نہیں ہے؟ اگر یہ سبب ہو تو میاں کے مقابلے میں عورت کی زبان درازی کو اسلام قطعاً گوارا نہیں کرتا۔ اس لیے عورت کو زبان پر کنٹرول کرنا پڑے گا۔ اور یہی اس کا علاج ہے۔ اگر واقعتاً خاوند اپنی بیوی کو ستانے، پریشان کرنے کی غرض سے ظلم ڈھا رہا ہے تو اس کے مقابلے میں بھی عورت صبر و برداشت کا مظاہرہ کرے گی تو یقیناً ایسی صابر عورت اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اور مثالی عورت ہوگی اور خاوند نے اگر ظلم وستم کا راستہ نہ چھوڑا اور توبہ تائب نہ ہوا تو آخرت میں ظلم کا بدلہ اسے ضرور ملے گا۔ لیکن دنیا بھی اس کی برباد ہو کر رہے گی۔ مظلوم اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ جیسا کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّه لَيْسَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ)) [1]

''......اور مظلوم کی بددعا سے بچنا اس کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں: (یعنی وہ فوراً قبول ہوجاتی، رد نہیں ہوتی) پس اس دعا کے ساتھ میں سیدنا لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح مکمل کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آج کی عورت کو ایک مثالی عورت بننے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کو فرعون کی بیوی سیدہ آسیہ، سیدہ مریم ام عیسیٰ علیہما السلام، سیدہ خدیجہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کے نقش قدم پر چلائے اور اسکی اور ہماری دنیا و آخرت کو خوبصورت بنائے۔

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا۔''

اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا اور مددگار ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ: ۱۳۹۵؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدعا الی الشھادہ عن وشرائع الاسلام: ۲۱۱۔

التجريد الصريح لأحاديث الجامع الصحيح

مختصر صحیح بخاری

الإمام زين الدين أبي العباس
أحمد بن عبد اللطيف الزبيدي
(ت/٨٩٣ھ)

ترجمہ
مولانا محمد داؤد راز

تقدیم ونظر ثانی
شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبد الستار الحماد

تخریج
فضیلۃ الشیخ احمد زهوة
فضیلۃ الشیخ احمد عنایة

مکتبہ اسلامیہ



طب نبوی

تالیف
أبو عبداللہ شمس الدین ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ
المتوفی ۷۵۱ھ

ترجمہ
حکیم عزیز الرحمن اعظمی

تخریج
حافظ فرحان الٰہی

تحقیق
علامہ ناصر الدین البانی

نظر ثانی
ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد

مکتبہ اسلامیہ

رسول اللہ ﷺ کے خانگی اور معاشی نظام کی ایک جھلک اور

خواتین اسلام کے نام

دس نصیحتیں